515

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 19۔جون 2007

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر عام بحث جاری رہے گی

517

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

منگل، 19۔جون 2007

(یوم الثلاثاء 3۔جمادی الثانی 1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 28 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ
إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ
وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ
الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

سُوْرَةُ الأنفَال آیات 24 تا 25

مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب کہ رسول اللہ تمہیں ایسے کام کے لئے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے۔ اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حامل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کئے جاؤ گے (24) اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گنہگار ہیں۔ اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (25)

وما علینا الا البلاغ o

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

تعزیت

معزز رکن اسمبلی جناب ریاض شاہد کے بھائی کی وفات پر دعائے مغفرت

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ ہماری صوبائی اسمبلی کے ممبر ریاض شاہد کے بھائی فریاد صاحب وفات پا گئے ہیں ان کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے۔

جناب سپیکر: جی، دعا کی جائے۔

(اس مرحلہ پر دعائے مغفرت کی گئی)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ سیالکوٹ سے میرا تعلق ہے اور میرے حلقے میں کینٹ کا ایریا بھی آتا ہے، پچھلے تین چار مہینوں سے وہاں پر بڑی عجیب صورتحال ہے وہاں پر پاک فوج نے اپنے باوردی جوانوں کو رکشے لے کر دے دیئے ہیں اور وہ اللہ کے فضل سے وہاں پر رکشے چلا رہے ہیں۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ وہ رکشے چلاتے ہیں یا کچھ اور چلاتے ہیں لیکن تعجب اور فکر کی بات یہ ہے کہ پرائیویٹ رکشے چلانے والے جب کوئی سواری شہر سے کینٹ میں داخل ہوتے ہیں تو وہ ان کے رکشوں کو باقاعدہ روک کر سوئے مار کر ان کے ٹائر پنکچر کرتے ہیں اور ان کو پکڑ لیتے ہیں۔

جناب سپیکر! دوسرا اس ملک میں جب تک رول آف لاء نہیں ہو گا تب تک کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ ایم پی وہاں پر یہ کر رہی ہے کہ جو پرائیویٹ لوگ پکڑے جاتے ہیں اور جن کا چالان کرتے ہیں وہ خود چالان کی چٹ دیتی ہے اور کہتی ہے کہ ایم پی ہیڈ کوارٹر میں آ کر پیسے جمع کروائیں اور دو دو، تین تین ہزار روپیہ وہ جمع کرواتے ہیں جبکہ قانون یہ ہے کہ آرمی independently کسی کو پکڑ نہیں سکتی۔ اگر انہوں نے چالان کرنے ہوتے ہیں تو وہ officially ٹریفک پولیس ان کے ساتھ کھڑی ہوتی ہے جو یہ ساری کارروائی کرتی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے راجہ صاحب سے یہ

کہوں گا کہ میں اپنے لیول پر تو کوشش کر چکا ہوں لیکن میری کوئی آواز وہاں پر سنی نہیں گئی۔ حکومت اگر اپنے لیول پر صرف یہ کر دے کہ قانون جو کہتا ہے اس کے مطابق اس کو کیا جائے۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: بگو صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے لیکن میں لاء منسٹر سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس معاملہ کو دیکھ لیں۔ یہ تحریک استحقاق محترمہ نورالنساء ملک صاحبہ کی طرف سے ہے۔ یہ move ہو چکی ہے اور آج تک کے لئے pending تھی۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! بات ہو گئی تھی اور انہوں نے فرمایا تھا کہ اس کو 22 تاریخ تک pending فرما لیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک 22۔ تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک میاں افتخار حسین چھچھر صاحب کی ہے۔ جی، میاں صاحب! اپنی تحریک پڑھیں۔

ایس ایچ او تھانہ حجرہ شاہ مقیم (اوکاڑہ) کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ

میاں افتخار حسین چھچھر: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 14۔ جون 2007 کو اجلاس کے بعد میرے حلقہ کے کافی لوگوں کا مجھے فون آیا ہے کہ SHO حجرہ شاہ مقیم سردار جمیل، موضع کھرل کلاں کے دوستوں پر جھوٹا مقدمہ درج کرنا چاہتا ہے اور FIRE/ARM انجری کا میڈیکل موجود ہے لیکن پرچہ نہیں دیا جا رہا۔ واقعہ کے باوجود ملزمان سر عام پھر رہے ہیں اور مزید دھمکیاں دے رہے ہیں۔ مقدمہ نمبر 43/07 اور مقدمہ نمبر 201/07 تھانہ حجرہ شاہ مقیم کے ملزمان گرفتار نہیں کئے جا رہے۔ حالانکہ عدالت سے ان کی ضمانت قبل از گرفتاری دو مرتبہ خارج ہو چکی ہے۔ میں نے کم از کم 15 مرتبہ SHO صاحب تھانہ حجرہ شاہ مقیم کو فون کیا لیکن سردار جمیل SHO نے بات کرنا پسند نہ کی۔ بلکہ یہ پیغام دیا کہ وہ بات نہیں کرنا چاہتا۔ مورخہ 15۔ جون 2007 کو جب صبح دوبارہ پھر رابطہ کی کوشش کی تو آخر کار 20/25 مرتبہ فون ملانے کے بعد سردار جمیل، ایس ایچ او تھانہ حجرہ شاہ

مقیم سے رابطہ ہوا۔ فون ملتے ہی اس نے مجھ سے کہا کہ آپ مجھے فون کریں اور نہ ہی میں آپ کا فون سننا چاہتا ہوں۔ میں نے آپ کے دوستوں پر مقدمہ نمبر 481/07 درج کر دیا ہے۔ لہذا آپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میری اوپر تک پہنچ ہے اس کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔ میں اپنے طور پر افسران بالا سے اس رویہ کے سلسلے میں رابطہ کی کوشش کرتا رہا لیکن افسران نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ ایس ایچ او سردار جمیل کے اس رویہ کی وجہ سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ مجھے ابھی ملی ہے اس کا جواب موصول نہیں ہوا ہے لہذا اس کو 22۔تاریخ تک pending کر دیں۔

جناب سپیکر: چونکہ اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہذا اس کو 22۔تاریخ تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک جناب اعجاز احمد سہیول پارلیمانی سیکرٹری برائے ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن ان کی طرف سے بھی درخواست آئی ہے کہ اس کو 20۔ تاریخ تک pending کر لیں۔ لہذا یہ تحریک بھی 20۔تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک میاں خالد محمود صاحب کی ہے ان کی طرف سے بھی درخواست آئی ہے کہ یہ بھی 20 تاریخ تک pending کر لیں لہذا یہ تحریک بھی 20۔تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: اب ہم سالانہ بجٹ بابت سال 08-2007 پر بحث کا آغاز جو 17۔جون 2007 کو ہوا تھا اس پر مزید بحث شروع کرتے ہیں اور میں تمام اراکین سے گزارش کرتا ہوں کہ جو معزز اراکین بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام کی چٹیں مجھے بھجوا دیں۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!--- وہ تشریف نہیں رکھتے، چودھری تسنیم ناصر صاحب!--- تشریف فرما نہیں ہیں، محترمہ شمیم اختر صاحبہ!--- تشریف نہیں رکھتیں، چودھری الطاف حسین صاحب!

چودھری الطاف حسین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے بجٹ پر بحث کرنے کا موقع فراہم کیا۔ سب سے پہلے تو میں اس معزز ایوان میں 356۔ارب روپے کا ٹیکس فری، عوام دوست بجٹ برائے سال 08-2007 پیش کرنے پر اپنے محبوب قائد وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب اور وزیر خزانہ سردار حسنین بہادر دریشک صاحب کو مبارکباد اور خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جن کی مدبرانہ قیادت، جمہوری روایات، فہم و فراست اور نڈر لیڈر شپ نے ملک کو دلدل سے نکال کر ایک ترقی کے راستے پر لا کھڑا کیا ہے اور وہ راستہ دکھایا کہ جس پر آگے چل کر انشاء اللہ یہ ملک ہر میدان میں ترقی کرے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے جمہوری ادارے بھی انشاء اللہ مضبوط ہوں گے۔ یہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آج ہماری حکومت تسلسل کے ساتھ پانچواں بجٹ پیش کر رہی ہے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جن کی فہم و فراست، عوام دوست پالیسیوں کی وجہ سے پنجاب ہر میدان میں آگے بڑھا ہے اور ترقی کی راہ پر گامزن ہوا ہے اور یہ بجٹ وزیر اعلیٰ صاحب کے وژن 2020 کی عکاسی بھی کرتا ہے۔

جناب سپیکر! ہمیں فخر ہے کہ ترقی کی راہ پر جو انقلابی اقدامات ہوئے ہیں یہ ہماری مسلم لیگ کی حکومت نے کئے ہیں اور اس کا کریڈٹ بھی پاکستان مسلم لیگ کو جاتا ہے۔ یہ بھی کریڈٹ ہماری حکومت کو جاتا ہے کہ خود انحصاری کا وہ خواب جو عوام کو دکھایا جاتا تھا لیکن بدقسمتی سے کبھی پورا نہ ہو سکا تھا لیکن آج اللہ کی مہربانی سے وہ خواب بھی ایک حقیقت بن کر سامنے آیا ہے۔

جناب سپیکر! پنجاب کی تعمیر و ترقی کے لئے حکومت پنجاب کا ترقیاتی بجٹ برائے سال 08-2007 کے لئے 150۔ارب روپے رکھا گیا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ اتنی خطیر رقم سے پنجاب کے ہر شعبہ میں انشاء اللہ ترقی آئے گی جو کہ پچھلے مالی سال کی نسبت کافی زیادہ ہے۔ اس بجٹ میں تعلیم کے لئے 72 فیصد اضافہ ہوا ہے تو اسی طرح صحت کے شعبہ میں بھی 51 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ فراہمی آب و نکاس میں بھی 25 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ تعلیم میں سکول ایجوکیشن کے لئے 8۔ارب 488 ملین روپے رکھے گئے ہیں اسی طرح ہائر ایجوکیشن کے لئے 9۔ارب 936 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ سپیشل ایجوکیشن کے لئے پچھلے سال 600 ملین روپے تھے جنہیں بڑھا کر 954 ملین روپے کر دیا گیا ہے۔ لٹریسی کے لئے 1.2۔ارب روپے اور سپورٹس کے لئے

902 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح روڈ سیکٹر کے لئے 14۔ارب روپے، نہری نظام کی بہتری کے لئے 11۔ارب روپے، زراعت کی ترقی کے لئے 2.8۔ارب روپے جو کہ 154 فیصد اضافہ ہے۔ اسی طرح لائیو سٹاک کے لئے 1.2۔ارب روپے جس میں 100 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ صنعت و فنی تعلیم کے لئے 2.2۔ارب روپے جو کہ 113 فیصد اضافہ کیا ہے۔ اسی طرح باقی شعبہ جات کے لئے بھی پچھلے سال کی نسبت اضافہ کے ساتھ رقوم رکھی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! میں جنوبی پنجاب کے ایک پسماندہ ترین ضلع لیہ سے تعلق رکھتا ہوں جہاں پر زندگی کی سہولیات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ میں اپنے قائد وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جن کی فہم و فراست اور لیڈر شپ نے علاقائی تفریق کو ختم کیا اور اس احساس کو بھی ختم کر دیا جو جنوبی پنجاب کے عوام علیحدہ صوبہ یعنی سرائیکی صوبہ کے متعلق سوچا کرتے تھے۔ سابق حکومت میں جنوبی پنجاب سے صدر بھی بنے، گورنر بھی بنتے رہے اور اعلیٰ عہدوں پر بھی لوگ آتے رہے لیکن بد قسمتی سے انہوں نے کبھی بھی جنوبی پنجاب کی ترقی کے متعلق نہیں سوچا اور یہ بھی کریڈٹ ہماری حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو جاتا ہے کہ انہوں نے جنوبی پنجاب کی ترقی کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جنوبی پنجاب میں اتنے میگا پراجیکٹ دیئے گئے کہ جنوبی پنجاب اور اپر پنجاب میں ترقی کے میدان میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا اور ہم سمجھتے ہیں کہ جنوبی پنجاب کو زیادہ حصہ دیا گیا۔ اسی طرح جنوبی پنجاب کے میگا پراجیکٹس میں سے تھل کینال کی ری ماڈلنگ ہوئی ہے جو کہ پورے تھل کو سیراب کر رہی ہے تو یہ ایک احسن قدم ہے جس کا سہرا ہماری حکومت کو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! تونسہ بیراج کی ری ماڈلنگ کے لئے اربوں روپے کا بجٹ لگایا گیا ہے جو کہ جنوبی پنجاب کی ترقی کا اہم جزو ہے۔ لاہور میں کارڈیالوجی سنٹر کا قیام تھا جو کہ پورے پنجاب کے کسی اور ضلع میں نہیں تھا تو اس طرح ملتان میں بھی کارڈیالوجی یونٹ اور ہسپتال قائم کیا گیا جس سے جنوبی پنجاب میں صحت کے میدان میں لوگوں کو بڑی سہولیات میسر ہوئیں۔ ہمارے حلقوں میں ریکارڈ ترقیاتی کام ہوئے ہیں جو کہ سابق 25 سالہ دور کی نسبت ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری پانچ سالہ حکومت نے الحمد للہ زیادہ کام کئے ہیں تو یہ ترقیاتی کام اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری حکومت کو اس بات کا کریڈٹ جاتا ہے کہ ترقیاتی کام کثیر تعداد میں ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں عوام کے ریلیف کے لئے قابل ذکر بجٹ رکھا گیا ہے اور قابل

ذکر اقدامات کئے گئے ہیں جس میں ایک تو سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ کیا گیا ہے اور ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی پنشن میں 15 سے 20 فیصد تک اضافہ کیا گیا ہے۔ بجلی کے زرعی ٹیوب ویل کے بلوں میں رعایت دی گئی ہے اسی طرح 6 لاکھ 46 ہزار غریب خاندانوں کو -/500 روپے ماہانہ امداد ایک احسن قدم ہے۔ کچی آبادیوں۔۔۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب سپیکر! میرے فاضل ممبر بہت زیادہ قصیدے اپنی حکومت کے گا رہے ہیں اور ابھی جنوبی پنجاب سے متعلق کہہ رہے ہیں تو میں یہی سمجھتی تھی کہ جنوبی پنجاب میں ہمارا ضلع بہاولپور بھی پسماندہ ہے تو جب وہاں پر بارش ہوتی ہے تو سڑکوں پر پانی کھڑا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ایک پسماندہ علاقہ ہے لیکن میں نے لاہور شہر کی سڑکیں دیکھی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے، آپ تشریف رکھیں۔ جی، چودھری الطاف حسین!

چودھری الطاف حسین: جناب سپیکر! جنوبی پنجاب کی ترقی میں میں اور تو کوئی مثال نہیں دیتا میں اپنے ضلع کی ایک مثال دیتا ہوں کہ صحت کے میدان میں جس طرح تین کارڈیالوجی ہسپتال قائم کئے گئے جس میں لاہور کے بعد ملتان، وزیرآباد اور اسی طرح فیصل آباد میں بھی قائم کئے گئے۔ میں اس بات کا یہ ثبوت دیتا ہوں کہ میرا ضلع جو کہ جنوبی پنجاب کا پسماندہ ترین ضلع ہے اس میں بھی ایک کارڈیالوجی یونٹ وزیراعلیٰ پنجاب نے بنایا جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ جنوبی پنجاب کی ترقی میں کس طرح اقدامات ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! کچی آبادیوں کے لئے لوگوں کو مالکانہ حقوق دینے کے لئے رجسٹریشن کی حتمی تاریخ 1985 سے بڑھا کر 31-دسمبر 2006 کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے اور ان کی بنیادی سہولیات زندگی کے لئے خطیر رقم رکھی گئی ہے جس سے پنجاب کے 370,000 افراد کو انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ دیہات میں غریبوں کے لئے دو کنال اراضی اور چھوٹے قرضوں کی فراہمی سے انشاء اللہ خود روزگار کے مواقع ملیں گے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے محترم وزیر خزانہ اور وزیراعلیٰ پنجاب کو یہ تجاویز

دینا چاہوں گا کہ اس بجٹ میں تعلیم کے لئے 21۔ارب 840 ملین روپے رکھے گئے ہیں اس سے اساتذہ کی بھرتی زیادہ سے زیادہ کی جائے اور اس کے لئے خطیر رقم رکھی جائے۔اگر ہم سکول بنادیں گے، کالج بنادیں گے لیکن جب اس میں پڑھانے والے ہی نہیں ہوں گے تو پھر یہ کام کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے اساتذہ کی بھرتی کے لئے خطیر رقم رکھی جائے۔

جناب والا! میری دوسری تجویز یہ ہوگی کہ فنی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ملک اور پنجاب میں ٹیکنیکل ادارے قائم کئے جائیں جہاں بچوں کو ہنر کی تعلیم دی جائے تاکہ یہ بچے ہنر مند ہونے کے بعد ملک پر بوجھ نہ بنیں بلکہ اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے کچھ کر سکیں۔ اسی طرح ضلع لیہ جو کہ میرا ضلع ہے میں گزارش کروں گا کہ اس میں ایک زرعی کالج کا قیام کیا جائے کیونکہ ہمارا علاقہ زیادہ تر زراعت پر انحصار کرتا ہے وہ زرعی علاقہ ہے اس لئے میں چاہوں گا کہ وہاں ایک زرعی کالج کا قیام عمل میں لایا جائے۔

جناب والا! صحت کے لئے اس بجٹ میں 6۔ارب 500 ملین روپے رکھے گئے ہیں اس میں سابق سال کی نسبت 51 فیصد اضافہ ہوا ہے تو اس میں بھی میں یہ عرض کروں گا کہ جتنے بھی BHUs بنے ہوئے ہیں ان کو اپ گریڈ کر کے ان کو RHC کا درجہ دیا جائے اور ان میں RHC کی سہولیات فراہم کی جائیں کیونکہ ہمارے پنجاب میں 70 فیصد آبادی دیہات سے تعلق رکھتی ہے تو غریب لوگوں کے لئے سب سے بڑا مسئلہ ان کے لئے زندگی موت کا ہوتا ہے۔زچگی کے دوران ان کو پرابلم ہوتی ہیں اس دوران بہت سی اموات واقع ہو جاتی ہیں تو اس کے لئے میں کہوں گا کہ تمام RHC میں یہ سہولت ہو اور اس سہولت کو یقینی بنایا جائے۔صحت کے میدان میں کارڈیالوجی یونٹ جو کہ ملتان، وزیرآباد، فیصل آباد میں قائم ہوئے ہیں تو میں یہ گزارش کروں گا کہ لیہ کو جو یونٹ مہیا کیا گیا ہے اس میں تمام سہولیات فراہم کی جائیں اور اس کو بھی اپ گریڈ کیا جائے۔

جناب والا! سڑکوں کے لئے 14۔ارب روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے تو میں روڈ سیکٹر میں بھی یہ گزارش کروں گا کہ اپر پنجاب کو جنوبی پنجاب سے ملانے کے لئے ضلع لیہ کی ایک سڑک جو کہ اٹھارہ ہزاری سے فتح پور ضلع لیہ کو ملاتی ہے تو اس کی بھی توسیع کی جائے۔میں آخر میں اپنے وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک، وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہٰی اور ان کی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ٹیکس فری بجٹ پیش کیا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!

محترمہ صغیرہ اسلام: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! آج جس بجٹ پر آپ نے بحث کی اجازت دی ہے میں سب سے پہلے تو منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ یہ بجٹ کی کاپی جو میرے ہاتھ میں ہے اس کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ یہ کس صوبے کا بجٹ ہے۔ اس بجٹ میں جو سنہرے حروف لکھے گئے ہیں مجھے دکھ اس بات پر ہے کہ منسٹر صاحب کو جس ڈھٹائی کے ساتھ یہ بات کہتے ہوئے ذرا بھی درد محسوس ہوا، انہیں تکلیف محسوس ہوئی اور نہ ہی انہیں شرمندگی محسوس ہوئی کہ اس ملک میں جو غربت ہے وہ صرف 21.1 فیصد تک رہ گئی ہے۔ مجھے دکھ اس بات پر ہے کہ جس ملک میں غربت کی شرح اس حد تک ہو جہاں پر غریب لوگ مہنگائی اور غربت کے ہاتھوں تنگ آ کر خودکشیاں کر رہے ہوں، جہاں لوگ مہنگائی اور غربت کے ہاتھوں تنگ آ کر اپنے جسم کے اعضاء گردے بیچ رہے ہوں، جہاں پر لوگ غربت کے ہاتھوں تنگ آ کر اپنا خون بیچ کر اپنے بچوں کے لئے روزی کا انتظام کریں، جہاں لوگ اپنے بچوں کو فروخت کرنے کے لئے اشتہار لگاتے ہیں۔ میرے بھائی نے کس غربت کی بات کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ انہیں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ یا پھر ان کے گھر کی غربت ختم ہو گئی ہو گی اس ملک سے غربت بالکل ختم نہیں ہوئی۔ مجھے دکھ ہے کہ آپ عوام کے نمائندے تھے آپ کو اس floor پر وہ بات کرنی چاہئے تھی جو سچی تھی اور حقیقت پر مبنی تھی۔ وزیر خزانہ نے اہل پنجاب کو جس بہار کی نوید سنائی ہے مجھے دکھ ہے اور میں کہتی ہوں کہ:

میں نے دیکھی ہیں ہر پھول کی آنکھیں پرنم
کون کہتا ہے کہ گلشن میں بہار آئی ہے

جناب سپیکر! آپ کو کس جگہ بہار کی نوید سنائی دی ہے آپ کس بہار کی نوید عوام کو سنانا چاہتے تھے۔ پاکستانی حکومت کے معاشی اعداد و شمار پر ورلڈ بنک نے اپنی تازہ رپورٹ میں پاکستانی حکومت کو انتباہ کیا ہے کہ اگر حکمرانوں نے اپنی عیاشیوں پر بے دریغ پیسا خرچ کرنا بند نہ کیا یا اس طرح ائر کنڈیشنڈ ٹینٹوں میں بیٹھ کر جلسے کرنے بند نہ کئے یا اس طرح اربوں روپے کے جہاز خریدنے بند نہ کئے یا اس طرح اربوں روپے کی بلٹ پروف گاڑیاں خریدنا بند نہ کیں تو وہ لوگ جو غربت کی خط لکیر سے تھوڑا سا نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں کروڑوں لوگ غربت کی خط لکیر سے بھی نیچے چلے جائیں گے جو ملک میں موجود ہیں اس لئے میں وزیر خزانہ سے یہ درخواست کروں گی کہ اپنے [******]

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! میں نے غلط بات نہیں کی۔ آپ چیئر کی کرسی پر ہیں آپ انصاف سے بات کریں کہ کیا یہ جو غریبوں کا پیسا عیاشیوں پر خرچ ہو رہا ہے کیا یہ غریبوں کی حالت بہتر کرنے پر خرچ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آپ تو اس ہاؤس کی چیئر پر بیٹھے ہیں آپ کو عوام کی بات کرنی چاہئے آپ حکمرانوں کی بات نہ کریں۔ جب بھی کسی جگہ پر بات ہوتی ہے تو میں ہمیشہ یہ بات کہتی ہوں کہ ہمارے سپیکر بہت اچھے طریقے سے اس ہاؤس کو چلا رہے ہیں۔ میں اس بات پر آپ کو مبارکباد بھی دینا چاہتی ہوں کہ پانچ سالوں میں جس اچھے طریقے سے آپ نے اس ہاؤس کو چلایا ہے واقعی آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ابھی میرے بھائی نے کھڑے ہو کر وزیر اعلیٰ سے لے کر پورے منسٹروں تک کی بہت تعریف کی کاش کہ وہ ایک لفظ اس عظیم لیڈر کے نام پر بھی کہہ دیتے جنہوں نے اس کرسی پر بیٹھ کر اس ہاؤس کو بہت خوش اسلوبی سے چلایا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! 15 فیصد تنخواہوں میں اضافہ کر کے یہاں پر میرے بھائی وزیر خزانہ جو بیٹھے ہوئے ہیں وہ اپنے آپ کو کھلا اور بڑا موٹا محسوس کر رہے ہیں کہ انہوں نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ 15 فیصد تنخواہوں میں اضافہ ہوا اور 120 فیصد مہنگائی میں اضافہ ہوا۔ اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ باہر کی حکومتوں میں ایک دفعہ بجٹ آتا ہے اور جو قیمتیں متعین کر دی جاتی ہیں اس کے بعد ایک پیسا قیمت نہیں بڑھتی۔ آج صبح کی اخبار میں گھی کے کنستر پر -/10 روپے فی کنستر قیمت بڑھائی گئی، دال چنا جو ہے اس کی قیمت بھی بڑھا دی گئی تو یہ بجٹ پیش کرنے کا فائدہ کیا ہے؟ ہر روز غریب عوام پر ایک نیا بجٹ لاگو کر دیا جاتا ہے۔ یہ اس حکومت کا کارنامہ ہے کہ جب یہ حکومت بنی تھی تو گوشت کی قیمت -/120 روپے کلو تھی، اب گوشت کی قیمت -/300 روپے کلو ہے۔ گھی -/55 روپے کلو تھا، آج اس کی قیمت -/100 روپے کلو ہے۔ دال ماش -/45 روپے کلو تھی، آج -/90 روپے کلو ہے۔ اسی طرح آٹے کا دس کلو کا تھیلا -/100 روپے کی بجائے -/160 روپے کلو تک پہنچ گیا ہے۔ میں وزیر خزانہ سے یہ عرض کروں گی کہ کم از کم وہ یہ دیکھیں کہ چیزوں کی قیمتیں جہاں آپ نے 15 فیصد تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے، کیا یہ بہتر ہوتا کہ آپ غریبوں کے لئے بھی اسی طرح اضافہ کرتے جیسا کہ آپ نے منسٹروں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے۔ بڑے جو بیوروکریٹ ہیں، جو آپ کو یہ بجٹ لکھ کر دیتے ہیں وہ ائر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھتے ہیں، ان کے پاس میڈیکل کی سہولت موجود ہے، ان کو بل نہیں دینے پڑتے، انہیں کرائے نہیں دینے پڑتے۔ ایک

غریب آدمی جس کی تنخواہ میں آپ نے 15 فیصد اضافہ کیا ہے اس کو وہ تمام کچھ دینا پڑتا ہے اور اپنی جیب سے خرچ کرنا پڑتا ہے۔آپ یہ -/500 روپے کا بجٹ بنا کر دیکھیں۔آپ نے یہ جو -/600 روپے مزدور کی تنخواہ میں اضافہ کیا ہے، میں وزیر خزانہ سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ ان کے بچے اگر باہر نکلیں تو وہ ایک ہزار روپے کی آئس کریم کھا کر واپس آجائیں اور غریب کے بچوں کے لئے ان کا دل اتنا چھوٹا ہے کہ غریب کے لئے انھوں نے صرف -/600 روپے بڑھایا ہے۔ مجھے اس بات پر بہت دکھ ہے۔آپ کو چاہئے تھا کہ ان مزدوروں کی تنخواہوں کے لئے، غریبوں کی تنخواہوں کے لئے کم از کم آپ دس ہزار روپیہ مقرر کرتے تاکہ وہ بھی زندگی میں کوئی بہتر سانس لے سکتے اور آپ کو دعائیں دیتے۔آپ بہت چھوٹے ہیں ابھی سے اتنی بددعائیں نہ لیں کہ زندگی آپ کے لئے بہت مشکل ہو جائے۔

جناب سپیکر! آپ نے پھر ایک دفعہ یوٹیلٹی سٹوروں کا شوشہ چھوڑا ہے، پہلے بھی آپ نے یہی فرمایا تھا، کیا آپ نے ان یوٹیلٹی سٹوروں کو کبھی چیک کیا تھا یا کہ محکمے کے کسی آدمی نے جا کر ان یوٹیلٹی سٹوروں کو دیکھا تھا، ان کے اوپر غیر معیاری، کم وزن کی ناقص چیزیں ملتی تھیں اور ایک ایک سٹور جو تھا وہ ان روپوش علاقوں میں تھا جہاں تک پہنچنے کے لئے غریب عوام دس دس میل کا فاصلہ طے کر کے وہاں تک پہنچتے تھے اور گھنٹوں لائنوں میں لگنے کے بعد وہ پتھروں سے بھری ہوئی دالیں لے کر آتے تھے، ناقص چینی لے کر آتے تھے، یہ تو ان یوٹیلٹی سٹوروں کا حال تھا۔اب آپ نے ایک ہزار یوٹیلٹی سٹور کھولنے کا وعدہ کیا ہے جبکہ آپ کی حکومت میں تو صرف چار ماہ باقی رہ گئے ہیں، آپ کن یوٹیلٹی سٹوروں کی بات کرتے ہیں، ایک سال آپ کے پاس کہاں ہے؟ یہ آپ عوام کو جھوٹ اور فریب جو دیتے ہیں، میں درخواست کروں گی کہ یہ جھوٹ نہ بولیں اور جو حقیقت ہے اس سے عوام کو آگاہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! موجودہ حکومت نے امیر اور غریب کے درمیان فرق میں اس قدر اضافہ کر دیا ہے کہ غریب لوگ اب ایک ایسے بے رحم اور خونی انقلاب کے انتظار میں ہیں جو چہرے نہیں بلکہ نظام کو بدلنے کا سبب بن جائے۔آج سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے استحصال کی وجہ سے صورتحال کچھ یوں ہے:

گھِر گئی جھونپڑی میری عمارت کے سائے میں
کچھ لوگ میرے حصے کا سورج بھی کھا گئے

جناب سپیکر! اس وقت ایجوکیشن منسٹر یہاں پر موجود نہیں ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ انھوں نے خواندگی کی شرح کے لئے جس طریقے سے یہ فرمایا ہے کہ 47 فیصد سے 62 فیصد ہو گئی ہے، منسٹر صاحب نے اس میں ان سکولوں کا ذکر نہیں کیا جن کی چار دیواری نہیں ہے، بجلی نہیں ہے، پانی کی سہولتیں میسر نہیں ہیں اور جن میں بیٹھنے کے لئے فرنیچر موجود نہیں ہے۔ میں وزیر خزانہ سے یہ درخواست کروں گی کہ پچھلے سال بھی ہم نے ایجوکیشن منسٹر سے درخواست کی تھی کہ بچوں کو جب جون کے مہینے میں چھٹیاں ہوتی ہیں تو اس وقت کتابیں دی جائیں تاکہ تین ماہ یہ بچے آوارہ سڑکوں پر مت پھریں لیکن چونکہ حکومت چاہتی ہے کہ غریبوں کے بچے کبھی آگے نہ بڑھ سکیں، یہ حکومت کی ایک پالیسی ہے اور یہ پالیسی کہاں سے آتی ہے امریکہ سے آتی ہے۔ پچھلے سال بھی ہم نے یہ بات کہی تھی اور اس سال بھی میں یہی بات دہراتی ہوں کہ کتابیں بچوں کو جون کے مہینے میں دی جائیں تاکہ تین ماہ بچے وہ کتابیں پڑھیں اور اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ پھر میں درخواست کروں گی کہ اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے تاکہ وہ معاشی طور پر خوشحال ہو سکیں۔ ایک ایڈہاک کی بنیاد پر جو ٹیچر ہے اس کی تنخواہ -/4025 روپے ماہانہ ہے جو کہ سراسر زیادتی ہے۔ استاد ایک ایسا چراغ ہے جس سے ہزاروں چراغ جلتے ہیں۔

جناب سپیکر! میری ایک یہ بھی درخواست ہے کہ تمام ملک میں پرائمری تک ہر بچے کے لئے، ہر مرد اور عورت کے لئے تعلیم مفت ہونے کے ساتھ لازمی قرار دی جائے تاکہ ہو سکتا ہے کہ انہی بچوں میں شعور آ جائے اور ان میں آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہو سکے۔ یہاں بھی میں ایک بات کرتی چلوں کہ بیوروکریٹ کی پروموشن پانچ سال کے بعد ہو جاتی ہے لیکن اساتذہ جو اس ملک کے معماروں کو ان کے پاؤں پر کھڑا کرتے ہیں ان کی پروموشن بیس سالوں میں بھی نہیں ہوتی اور یہ انتہائی بدقسمتی ہے۔ یہ پڑھے لکھے پنجاب کا حال ہے۔ یہاں پر ماڈلنگ پر کروڑوں روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ مجھے دکھ اس بات پر ہے کہ بیس سالوں کے بعد بھی ان کی پروموشن نہیں ہوتی اور جب ان کی پروموشن نہیں ہو گی تو وہ سیٹیں خالی نہیں ہوں گی اور جو اتنی بڑی رقم ہے وہ یونہی پڑی رہتی ہے اور پھر خزانے میں جمع ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! دو منٹ میں wind up کریں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! پہلے آپ نے bell نہیں بجائی۔ دیکھیں، میری بات سنیں، جب

وہ بول رہے تھے تو آپ نے bell نہیں بجائی اور ابھی بھی آپ bell نہیں بجائیں گے جب تک کہ میں اپنی بات پوری نہ کر لوں اور پھر بولنے والے بھی اتنے لوگ نہیں ہیں کہ جو آپ کو میرے سننے میں دقت ہو۔ میں منسٹر صاحب سے یہ کہوں گی کہ لاہور میں اسلامیہ کالج فار بوائز، سمن آباد کالج، اسلامیہ کالج کوپر روڈ، سول لائنز کالج۔ اسلامیہ کالج فار بوائز میں کلاسیں برآمدے میں ہوتی ہیں۔ دوسرے کالجوں میں بیٹھنے کا فرنیچر ہے، ان کے پاس پینے کا ٹھنڈا پانی ہے، لیبارٹریوں میں پریکٹیکل کا مناسب سامان ہے اور نہ ہی لائبریریوں میں جدید تعلیم کی کتابیں موجود ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اساتذہ کے لئے سیٹیں خالی پڑی ہیں، میں حکومت سے درخواست کروں گی کہ ان تمام سیٹوں پر جہاں پر اساتذہ نہیں ہیں وہاں پر اساتذہ کی بھرتی کی جائے تاکہ لوگوں کو روزگار بھی مل سکے اور سکولوں کی حالت بھی بہتر ہو سکے۔

جناب سپیکر! یہاں پر بھیک مانگنے والے بچوں کے تحفظ کے لئے چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کے قیام کا منسٹر صاحب نے فرمایا تھا تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا اس سے غریبوں کے بچوں نے بھیک مانگنا چھوڑ دی؟ میں یہ عرض کروں گی کہ آپ یہ بات کیوں نہیں سوچتے کہ وہ آخر کون سی وجہ ہے جس کی وجہ سے یہ غریب بچے بھیک مانگنے پر مجبور ہیں۔ یہ مہنگائی ہے، یہ بے روزگاری ہے یا یہ وہ مافیا ہے، میں آپ کی توجہ چاہوں گی کہ صبح کے ٹائم ایک پجارو گاڑی آتی ہے جس کے اندر یہ بچے بھرے ہوتے ہیں، مختلف سٹاپوں پر ان کو اتار دیا جاتا ہے اور شام کے وقت وہی گاڑی دوبارہ ان بچوں کو وہاں سے اٹھاتی ہے، وہ کون لوگ ہیں؟ یہ پتا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور میں پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہہ رہی ہوں کہ جوان لڑکیاں جن کی عمر پندرہ یا سولہ سال کے قریب ہے، مزنگ کے ایک سٹاپ پر آپ چلے جائیں، بسوں پر جب یہ چڑھتی ہیں تو یقین کریں کہ شرم سے بندے کی آنکھیں جھک جاتی ہیں کہ یا اللہ یہ ملک ہے جہاں پر حکمران اپنی ذاتوں پر کروڑوں روپیہ خرچ کر رہے ہیں اور اس ملک کی پندرہ پندرہ سال کی جوان بچیاں ویگنوں اور بسوں میں ٹھوکریں کھاتی پھر رہی ہیں۔

جناب والا! لائیو سٹاک کی بات ہوئی۔ اس وقت گوشت کی پیداوار کے لحاظ سے دنیا میں پاکستان پانچویں نمبر پر ہے۔ مجھے دکھ ہے کہ ہمارے ملک کا صحت مند گوشت باہر کے ملکوں میں جاتا ہے جبکہ انڈیا سے غیر معیاری، جھٹکے والا گوشت پاکستان میں آتا ہے۔ میں حکومت اور آپ سے درخواست کروں گی کہ انڈیا سے اس طرح کا گندا گوشت نہ منگوایا جائے کیونکہ وہ ذبح کیا ہوا گوشت

نہیں ہوتا۔ ہم تو انڈیا سے آلو بھی منگواتے ہیں، ٹماٹر اور پیاز بھی منگواتے ہیں۔ جب وزیر زراعت لودھی صاحب سارا سال یونہی سوئے رہیں تو پھر ملک میں پیداوار کا یہی حال ہو گا۔ اب بھی وہ گھر میں سوئے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبے میں 6۔ ارب 500 ملین روپے کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ ایک اچھا قدم ہے۔ میرے خیال میں اس وقت صحت کے وزیر بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ صحت کے حوالے سے جتنا پیسا بھی خرچ ہوا وہ صرف لاہور کے ہسپتالوں میں لگا ہے۔ جتنی ادویات دی گئیں وہ صرف امیروں کو دی گئی ہیں، بڑے بڑے عہدیداروں کو دی گئی ہیں۔ غریب آدمی کو ایک ڈسپرین کی گولی تک نہیں دی جاتی۔ لاہور سے باہر کے ہسپتالوں کو توجہ کی ضرورت ہے۔ میرے اپنے ضلع میں جو ڈسٹرکٹ ہسپتال ہے وہ بھوت بنگلے کا عکس پیش کرتا ہے۔ آپ کبھی اس کے سرجیکل، میڈیکل وارڈ میں جا کر دیکھیں، یقین کریں وہاں پر مچھروں کی بہتات ہے، گندگی کے ڈھیر ہیں۔ وہاں کے باتھ رومز میں پانی کی ٹوٹیاں تک نہیں لگی ہوئیں۔ ان ہسپتالوں کا یہ حال ہے جن پر آپ کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں۔ صرف لاہور کے اوپر پوجا پاٹ مت پھیرا کریں، باقی اضلاع میں بھی جا کر دیکھا کریں، وہاں پر بھی غریب لوگ رہتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، بی بی! شکریہ۔ کافی بات ہو گئی ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! صرف دو منٹ۔ جناب والا! بھاشا ڈیم کے لئے رقم مختص کی گئی ہے حالانکہ ابھی تک اس کا ڈیزائن بھی تیار نہیں ہوا۔ ماہرین کے مطابق ڈیزائن کی تیاری میں مزید ایک سال لگے گا۔ جنرل مشرف قوم سے کالا باغ ڈیم تعمیر کرنے کے بلند بانگ دعوے کرتے رہے لیکن 2007 میں اس پر انھوں نے کچھ بھی نہیں کہا۔

جناب سپیکر! امریکہ پاکستان کی سرزمین کو امریکی زمین سمجھ کر استعمال کرتا رہا، فضائی اڈے، زمینی راستے سب کچھ امریکہ کے استعمال میں رہے۔ ہر اس شخص کو جسے ہم نے امریکہ کے لئے خطرناک سمجھا پکڑ کر امریکہ کے حوالے کر دیا اور امریکہ نے اس کا بھاری معاوضہ ادا کیا جو کہ ہمارے حکمرانوں کے غیر ملکی دوروں، ملک کے اندر سکیورٹی، جلسوں اور جلوسوں پر بے انتہا خرچ کرنے کے بعد بھی کچھ بچ گیا جس سے ہم نے اپنا خزانہ بھر لیا کیونکہ ہم نے کشکول توڑ دیا ہے۔

جناب سپیکر! جو ترقیاتی بجٹ منظور ہوا اس کے سلسلے میں یہ عرض کروں گی کہ ترقیاتی کاموں کی رفتار بہت سست رہی۔ اس کی وجہ بیوروکریسی کا ایسے عوامی فلاح کے پروگراموں کی راہ

میں رکاوٹ ڈالنا تھی اور دوسری رکاوٹ ڈالنے والے خود راجہ بشارت صاحب تھے۔ انھوں نے اپوزیشن کے ارکان کو فنڈز نہ دینا بہتر سمجھا، بے شک وہ فنڈز واپس چلے گئے لیکن انھوں نے اپوزیشن کو فنڈز نہ دیئے۔ ان کے لئے سارے ممبرز برابر تھے، کسی ممبر نے اپنا ذاتی گھر نہیں بنانا تھا۔ اگر یہ پیسے سب کو برابر دے دیئے جاتے تو یہ عوام کی فلاح کے کام آتے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ محترمہ! تشریف رکھیں۔ محمد عثمان عادل صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ ہمیں جو documents of budget دیئے گئے ہیں۔ اس میں یہ ایک Estimate of Charged Expenditure and Demands for Grants Current Expenditure. ہے۔ یہ تقریباً 243- ارب روپے کا ہے یعنی گورنمنٹ function کرنے کا خرچہ جسے اخراجات جاریہ کہا جاتا ہے۔ تو اس میں page-1913 تک اس کی تفصیلات ہیں لیکن یہ جو بک page-53 تک جاتی ہے۔ اب لازمی بات ہے کہ اس میں Vol-II ہونا چاہئے جس میں باقی تفصیل ہو۔ اس دن جو بیگ میں لے کر گیا تھا میں نے اس میں دیکھا تو اس میں Vol-II نہیں تھا۔ اب یہ بیگ میں نے یہاں سے منگوایا ہے اس میں بھی چیک کیا ہے لیکن اس میں بھی Vol-II غائب ہے، اس میں بھی نہیں ہے تو اس کے متعلق وزیر خزانہ صاحب وضاحت فرمادیں کہ آیا یہ miss ہو گیا ہے، یہ تفصیلات کہاں پر ہیں؟ ہم ان کو کہاں سے consult کریں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! شاید اس set میں نہ ہو otherwise اس کا Vol-II ہے۔ Estimates of Charged Expenditure and Demands for Grants کا Vol-II بھی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: آگے اس میں Demands for Grants کے نیچے کیا لکھا ہے؟

MINISTER FOR FINANCE: Estimate of Charged Expenditures and Demands for Grants Development.

رانا ثناء اللہ خان: یہ تو Development ہے جبکہ میں Current Expenditure کی بات کر رہا ہوں۔

وزیر خزانہ: یہ Current Expenditure کا Vol-II بھی موجود ہے۔ میں اسے آپ کی طرف بھجوا دیتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر کو متعلقہ Volume-II دیا گیا)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں اسے دیکھ لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے آپ دیکھ لیں۔ جناب عامر عثمان عادل صاحب!

جناب عامر عثمان عادل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ

کبھی ہم لو چراغوں کی ہوا سے مانگ لیتے ہیں
کبھی لمحات جیون کے قضا سے مانگ لیتے ہیں
نہیں سجدے کئے ہم نے کبھی شاہوں کی چوکھٹ پر
ہمیں جتنی ضرورت ہو خدا سے مانگ لیتے ہیں

جناب سپیکر! آج کا یہ ایوان اور یہاں براجمان سارے اراکین چاہے ان کا تعلق اپوزیشن سے ہے یا ٹریژری بنچز سے اس بات پر خوش ہیں کہ ہمارے اس ایوان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ایک ایسے ملک میں جہاں دستور یہ بن چکا ہو کہ جمہوریت کی بساط وقت سے پہلے لپیٹ دی جائے۔ اسمبلیوں پر شب خون مارا جائے وہاں بلاشبہ یہ کسی اعزاز سے کم نہیں کہ ہماری اس اسمبلی کو پانچواں بجٹ پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! حسب روایت بجٹ پر اپوزیشن کے بھائیوں اور بہنوں نے اپنا حق اختیار استعمال کرتے ہوئے تنقید بھی کی ہے۔ کاش! وہ imported تعصب کی عینک اتار کر اس بجٹ کو دیکھتے۔ ہماری باتوں پر بھلے اعتبار نہ کرتے۔ آج کل ان کی ساری ہمدردیاں میڈیا کے ساتھ ہیں۔ وہ اور کچھ نہ کرتے حکومت پنجاب کے اس بجٹ کے بارے میں پاکستان کے سارے پرنٹ میڈیا کے اداریوں کو پڑھ لیتے اور ان اداریوں میں لکھی ہوئی یہ باتیں پڑھ لیتے کہ بلاشبہ حکومت پنجاب نے جو بجٹ پیش کیا ہے، حکومت پنجاب نے جو دیانت داری سے، صدق دل سے اس ملک میں زرعی شعبے میں، تعلیمی شعبے میں، صحت کے شعبے میں انقلاب برپا کرنے کی کاوشیں کی ہیں تو شاید انھیں اعتبار آ جاتا۔

جناب سپیکر! ہمارا بجٹ اور اس کی جو خوبی ان اداریوں میں بیان کی گئی ہے اس میں اس بات پر کھل کر خراج تحسین پیش کیا گیا ہے کہ تعلیم کے بجٹ کو آئیڈیل حد تک لے جایا گیا ہے اور

تاریخ میں پہلی بار غریبوں کو دو کنال اراضی مفت دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔ ہمیشہ کی طرح پچھلے سال بھی ایسا ہی ہوا تھا کہ اپوزیشن کے ساتھیوں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کی ذات پر تابڑ توڑ حملے کئے تھے اور اس برس بھی اس ایوان کے اندر وزیر اعلیٰ پنجاب کی ذات کے حوالے سے بڑے نازیبا الفاظ استعمال کئے گئے اور یہاں تک کہہ دیا گیا کہ "عذاب الٰہی" ہے۔ یہ کیسا عذاب ہے کہ جب وزیر اعلیٰ پنجاب ضلع کونسل کے ممبر کی حیثیت سے وزیر اعلیٰ پنجاب کے عہدے تک پہنچتے ہیں تو ان کو سارے مسائل کا ادراک ہوتا ہے جو کہ ایک عام آدمی کو پیش ہوتے ہیں تو جب ایک معمولی سی کال پر جاں بلب مریض کے لئے ریسکیو 1122 کی گاڑی اس کی دہلیز پر پہنچ جاتی ہے تو میرے بھائی اس کو عذاب الٰہی کا نام دیتے ہیں۔

جناب سپیکر! اگر پنجاب کا وہ بچہ جو صرف فیس ادا نہ کرنے کے باعث تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا تھا اگر آج وہ مفت تعلیم حاصل کرتا ہے تو میرے ساتھی اسے عذاب الٰہی کا نام دیتے ہیں۔ اگر کسی بے گھر، بے زمین غریب کو دو کنال اراضی مفت دینے کا اعلان کر دیا جاتا ہے تو وہ اسے عذاب الٰہی کا نام دیتے ہیں۔ اگر پہلی بار وزیر اعلیٰ پنجاب سارے اعداد و شمار اکٹھے کر کے تصدیق کر کے کہ کون مستحق ہے 6 لاکھ 82 ہزار خاندانوں کو کم از کم -/500 روپے فی مہینہ دینے کا اعلان کرتے ہیں تو اسے عذاب الٰہی کا نام دے دیا جاتا ہے لیکن ہمارے قائد چودھری پرویز الٰہی نے یہ فرق واضح کر دیا ہے کہ:

تذلیل کے حربوں سے رنجور نہیں ہوتا
تحسین کے جملوں سے مغرور نہیں ہوتا
جو بات کہی اس سے انکار نہیں ہوتا
خوف حراست سے مستور نہیں ہوتا

جناب والا! فرق ملاحظہ فرمائیے۔

حق بات بھی کہتا ہے پھر ظلم بھی سہتا ہے
اس ملک میں رہتا ہے مفرور نہیں ہوتا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اپوزیشن نے اپنا حق استعمال کیا۔ انھوں نے اپنی ترکش میں چھپے زہر اور نفرت میں بجھے ہوئے سارے تیر استعمال کر لئے۔ انھوں نے سنگ باری بھی کر لی لیکن خاندانی

روایات کے امین اور وضع داری کے پاسدار وزیر اعلیٰ پنجاب نے ان کا جواب نہیں دیا بلکہ 2002 سے لے کر 2007 تک ان کے اٹھائے ہوئے سارے اقدامات آج زبان حال سے پکار کر میرے ساتھیوں کے برسائے ہوئے سارے پتھروں کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ:

میرے ہاتھ میں قلم ہے میرے ذہن میں اجالا
مجھے کیا دبا سکے گا کوئی ظلمتوں کا پالا
مجھے فکر امن عالم تمھیں اپنی ذات کا غم
میں طلوع ہو رہا ہوں تو غروب ہونے والا

جناب سپیکر! آج بجٹ پیش ہو چکا اس کے محاصل پر بھی بات ہو چکی۔ اس پر تنقید بھی ہو چکی۔ میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کے اندر 15 فیصد تنخواہیں بڑھائی گئیں اور پنشنوں میں بھی اضافہ کیا گیا لیکن ایک ایسا طبقہ ہے جس کی بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ اساتذہ ہیں جنھوں نے ہمیں انسان بنایا۔ زانو تلمیذ طے کرائے اور آج ہم ان کی بدولت ہی ان ایوانوں میں پہنچنے کے قابل ہوئے ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ وہ اساتذہ آج اپنے مطالبات کے لئے سڑکوں پر آنے کے لئے مجبور ہیں۔ میں آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ سے استدعا کروں گا کہ ان اساتذہ کے تمام جائز مطالبات جلد از جلد پورے کئے جائیں۔ میں اس سے پہلے بھی ماضی میں گزارش کر چکا ہوں کہ اساتذہ کے لئے اساتذہ کالونیاں بنائی جائیں۔ اضلاع اور تحصیلوں کے اندر بے شمار بنجر اراضی پڑی ہے اس اراضی کو کام میں لا کر اساتذہ کے لئے رہائشیں بنائی جائیں تاکہ وہ معاشی بوجھ سے آزاد ہو کر آنے والی نسلوں کو زیور علم سے آراستہ کر سکیں۔

جناب سپیکر! آج میں اس ایوان کے اندر ایک اور بات بھی کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مدت ہوئی ہم پچاس ساٹھ برسوں سے عام آدمی کا ذکر سنتے چلے آئے ہیں۔ یہ وہی عام آدمی ہے جس کے ووٹوں سے ہم اعلیٰ ایوانوں تک پہنچتے ہیں۔ یہ وہی عام آدمی ہے جس کے گرد ہماری سیاست گھومتی ہے۔ ہم ایک ہی بات کی رٹ لگائے رکھتے ہیں کہ عام آدمی کے لئے کام کرتے ہیں۔ اگر آج ہم اپوزیشن والے اور حکومتی بنچوں والے بھی اپنے آپ کو ذرا سی دیر کے لئے اپنے ضمیر کے کٹہرے میں کھڑا کر کے، عوام کی عدالت میں کھڑا کر کے سوال کریں کہ کیا آج اس عام آدمی کے شب و روز میں کوئی تبدیلی آئی ہے؟ اگر ہم رائے عامہ کے دروازے پر دستک دیتے ہیں تو آواز کچھ یوں آتی ہے۔

سب وہی ہیں دریچے تو ہوا کیوں نہیں آتی
چپ کیوں ہے درختوں کی صدا کیوں نہیں آتی
گل کھلنے کا موسم ہے تو کیوں نہیں کھلتے
خاموش ہیں پیڑ صبا کیوں نہیں آتی
سنتے ہیں کہ منظر ہے بدلنے کو چمن کا
پھر اس کی گواہی کی ندا کیوں نہیں آتی
کیوں ایک سے لگتے ہیں یہاں سبھی موسم
خوشبو کسی موسم سے جدا کیوں نہیں آتی

جناب سپیکر! یہ عوام اس وقت کے منتظر ہے جب وہ وقت بدلے گا اور ان کے آنگنوں میں کرب کی پھیلی دھوپ چھاؤں میں ڈھل جائے گی۔ آج پاکستان کے اندر ایک معاشی فرق کیوں ہے؟ آج ایک امیر، امیر تر کیوں ہوتا چلا جا رہا ہے اور غریب غریب تر کیوں ہوتا چلا جا رہا ہے؟ غریب کے بچے نے تو کبھی کھیلنے کے لئے چاند مانگنے کی آرزو نہیں کی۔ اس غریب کو تو کھیلنے کے لئے مٹی کے کھلونے بھی میسر نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! آج میرے پاکستان، میرے پنجاب کی کتنی بیٹیاں ہیں جن کے ہاتھوں پر شگنوں کی مہندی نہیں لگتی اور ان کے بالوں میں چاندی اتر آیا کرتی ہے۔ آج وہ کتنے غریب ہیں جن کے دلوں میں بے شمار آرزوئیں لبوں پر آنے سے پہلے ہی دم توڑ جایا کرتی ہیں؟ آج وہ کتنے غریب ہیں جو اپنے پیاروں کو، جو اپنے جگر گوشوں کو اپنے ہاتھوں میں مرتا ہوا دیکھتے ہیں؟ اپنے گردے بھی بیچ ڈالتے ہیں اپنے مکان بھی بیچ ڈالتے ہیں لیکن کچھ بن نہیں پڑتا۔ آج وقت اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ ہم اپنی سیاست جس میں عوام کا نام لیتے نہیں تھکتے اگر آج ہم نے ان ایوانوں میں بیٹھ کر اس عام آدمی کی زندگی کے شب و روز بدلنے کی کاوش نہ کی تو یقین جانئے آنے والا وقت ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گا چونکہ آج یہ اس اسمبلی کا آخری بجٹ ہے تو میں اس پورے ایوان سے بڑی دردمندی کے ساتھ ایک بات کہنا چاہوں گا کہ ہم نے ان پانچ برسوں سے اس ایوان کے اندر بہت ساری باتیں کیں۔ نظام کی خرابی کا رونا رویا۔ ہم نے پولیس اور بیوروکریسی کو بھی کوسا لیکن آج ہم ذرا سی دیر کے لئے اپنے آپ سے بھی یہ سوال کر لیں اور یہ سبز ہلالی پرچم، قائد کی یہ تصویر اور یہ مقدس ایوان ہم سے اس بات کا بھی سوال کرتا ہے کہ ہم دیانتداری کے ساتھ سوچیں کہ

ہمارے ہاتھ کس نے روکے ہیں؟ آج ہمارے پاس وقت بھی ہے ہم ایوانوں کے اندر بھی بیٹھے ہیں تو آج ہم ایسا عمل کیوں نہیں کرتے کہ ہر طالع آزما کے ہاتھ رک سکیں۔ ہم کوئی ایسا قانون کیوں نہیں پاس کر لیتے کہ آنے والے وقت میں کسی طالع آزما کو کسی ڈکٹیٹر کو جمہوریت پر شب خون مارنے کی ہمت نہ ہو۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج میں یہ بات بھی کہنا چاہوں گا کہ اگر ہم سب مل کر اس بات کا عزم کر لیں کہ چاہے وہ قرارداد کی صورت میں ہو، چاہے وہ کسی مسودہ قانون کی صورت میں ہو کہ آئندہ بھلے کوئی بھی حکومت ہو، کسی سیاسی چٹ پر کسی تھانے میں کوئی ایس ایچ او نہ لگے۔ جب ہم ایسا کر لیں گے تو یقین جانئے کہ کسی پولیس والے کو جرأت نہیں ہو گی کہ ہمارے حلقوں میں کسی عام آدمی کی تھانے میں تذلیل کرے۔ جب ہم یہاں اس بات کا عزم کر کے اٹھیں گے کہ ہماری چٹ پر کسی پٹواری کا تبادلہ نہ ہو تو یقین جانئے کہ پاکستان میں وہ دن بھی آ جائے گا کہ جہاں کسی پٹواری کو یہ جرأت نہ ہو گی کہ کسی غریب کو اس کی عمر بھر کی پونجی سے محروم کر دے۔

جناب سپیکر! جب ہم قرارداد کی صورت میں اس ایوان سے یہ مسودہ قانون منظور کر لیں گے کہ بھلے پاکستان یا پنجاب کے اندر کوئی بھی سیاسی حکومت آ جائے ہم اس روایت کو جنم دیں کہ جب نوکریاں دی جائیں تو اس کا معیار سیاسی وابستگی کو نہ بنایا جائے بلکہ اپنے نوجوانوں کو میرٹ پر نوکریاں دی جائیں پھر ہم یہ گلہ نہیں کر سکیں گے کہ بیوروکریسی کرپٹ ہے، بیوروکریسی ہمارے نظام کی راہ میں روڑے اٹکاتی ہے۔

جناب سپیکر! آج نظام حال ہم سے بھی اصلاح کا مطالبہ کرتا ہے۔ ہم لیڈر کہلاتے ہیں، قوم ہمیں سیاستدان کہتی ہے۔ قوم ہمیں اپنا رہنما مانتی ہے تو پھر آج کا ایوان ہم سے متقاضی ہے کہ ابھی تو ہمارے پاس وقت ہے۔ آؤ ہم ان ساری کہنہ روایات کو ترک کر دیں اور ایک روشن صبح کی طرف چلیں جہاں ہم آنے والی نسلوں کو ایک ایسا روشن پاکستان دے جائیں جہاں کہیں میرٹ کا خون نہ ہوتا ہو، جہاں کسی کے حق کو غصب نہ کیا جاتا ہو اور جہاں یہ روایت نہ ہو کہ ہر اچھے کام کو بھی تعصب کی عینک سے بُرا قرار دیا جاتا ہو۔

جناب سپیکر! میری دلی دعا ہے کہ وہ دن ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو ورثے میں اندھیرے نہ دیں بلکہ ہم ان کو اجالے دے جائیں۔ پیارے پاکستان میں وہ وقت بھی آ جائے جہاں ایک لہلاتا سرسبز و شاداب پنجاب ایک خوشحال پاکستان کی نوید بن جائے۔

آئیے سب مل کر دعا کریں کہ:

موج بڑھے یا آندھی آئے دیا جلائے رکھنا ہے
گھر کی خاطر سب دکھ جھیلے گھر تو آخر اپنا ہے

جناب سپیکر: شکریہ۔ سمیع اللہ خان صاحب!

پوائنٹ آف آرڈر

محترمہ صبا صادق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، صبا صادق صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

برطانیہ کا شاتم رسول سلمان راشدی کو سر کا خطاب دینے پر امت مسلمہ کا احتجاج

محترمہ صبا صادق: جناب سپیکر! میں آپ کی اور آپ کے توسط سے ایوان کو توجہ دلانا چاہوں گی کہ کل ایوان میں جناب شاہ محمود قریشی صاحب کے بیان کے حوالے سے ایک بات ہوئی تھی جس میں انھوں نے کہا تھا کہ یہ برطانیہ کا اندرونی معاملہ ہے۔ اس پر اپوزیشن والوں نے ایوان میں یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ اس بیان کی تردید آئے گی۔ میں ان سے پوچھتی ہوں کہ یہ پاکستان کا نام لیتے ہیں، یہ اسلام کا نام لیتے ہیں۔ کیا ہماری ذات اور ہماری سیاست کسی چیز سے بڑھ کر ہے؟ میں ان کے بیان کی سخت مذمت کرتی ہوں اور میں پنجاب کے عوام کی طرف سے بھی مذمت کرتی ہوں کہ ان کا کردار اور بیان دیکھیں۔ ان کے لیڈر کا بیان دیکھیں؟ جس ہستی کے لئے دو جہاں بنائے گئے ان کے خلاف گستاخی کرنے والے شاتم رسول کو جب سر کا خطاب دیا تو پاکستان کی حکومت نے پورا stand لے کر اس کی مذمت کی اور کہا کہ یہ برطانیہ کا اندرونی معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ پوری امت مسلمہ کا معاملہ ہے اور پاکستان جو ہے اس حوالے سے پورا سٹینڈ لے گا اور ہم نے پورا سٹینڈ لیا۔ ان سے پوچھیں یہ نام لیتے ہیں پاکستان کا یہ نام لیتے ہیں اسلام کا کیا ان کی سیاست صرف اقتدار کی خاطر ہے۔ اگر ہمارے ملک میں اسلام رائج ہے تو ہماری جان بھی قربان ہے۔ اسلام اور سنت کے اوپر ہماری جان بھی قربان ہے۔ پورے ہاؤس کے توسط سے میں چاہوں گی کہ پیپلز پارٹی کے اراکین اس چیز کی وضاحت کریں کہ ان کے لیڈر نے اس قسم کا بیان دے کر پورے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچائی

ہے اور اس چیز کا جواب انہیں یہاں پر دینا پڑے گا اور پورے پنجاب کی عوام کو ہی نہیں پورے پاکستان کی عوام ان کے اس بیان پر سراپا احتجاج ہیں۔

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب والا! چونکہ پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر شاہ محمود قریشی صاحب کے حوالے سے محترمہ نے بات کی ہے اور جو الفاظ استعمال کئے ہیں کہ ان کا "کردار" میں سمجھتا ہوں کہ جو بندہ بات کرتا ہے اس کو بات کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہئے۔ وہ بڑی محترم خاتون ہیں بہن کا درجہ رکھتی ہیں ورنہ اس ہاؤس میں ان کا جو سفر ان بنچز سے وہاں تک کا ہے۔ اگر اس کردار کی کہانی میں بیان کروں تو میرا خیال ہے کہ میں خود۔۔۔(قطع کلامیاں)
اتنا کریں جتنا آپ خود برداشت کر سکیں اس لئے ان کے کردار پر تو میں بات نہیں کروں گا ہاں پاکستان پیپلز پارٹی۔۔۔

جناب سپیکر: جو point انہوں نے raise کیا ہے اس پر پلیز بات کریں۔

جناب سمیع اللہ خان: ہاں! اس پر ہی میں بات کر رہا ہوں۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے۔۔۔

محترمہ صبا صادق: یہ دین کی بات ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: میں نے آپ کی بات بڑے آرام سے سنی ہے۔ میں نے خاموشی سے آپ کی بات سنی ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے نہ صرف قومی اسمبلی میں بلکہ جس جس ہاؤس میں بھی اس issue کے حوالے سے بات ہو رہی ہے، قومی اسمبلی میں بھی پیپلز پارٹی مسلم لیگ (ن) پوری اپوزیشن اور حکومت کی طرف سے متفقہ قرارداد اس حوالے سے آئی ہے۔ کل میں نے اس ہاؤس میں کہا تھا پیپلز پارٹی کا بھی بطور مسلمان وہی مؤقف ہے اور ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ آج کی دنیا میں کسی شخص کو یہ حق قطعاً نہیں دیا جا سکتا۔ حضور اکرم ﷺ کی شخصیت سے عزیز کسی مسلمان کے لئے دنیا میں کوئی اور شخصیت نہیں ہو سکتی لیکن ہم تو یہاں یہ بھی کہتے ہیں کہ دیگر جو مذہبی اکابرین ہیں ان کے بارے میں بھی آج کی دنیا میں ہم کسی شخص کو یہ حق نہیں دے سکتے کہ کوئی ایسا جملہ کوئی ایسا لفظ لکھا جائے جس سے اس شخصیت کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ اس حوالے سے ہم بالکل واضح طور پر حکومت برطانیہ اور خصوصی طور پر جنرل پرویز مشرف کے ذاتی دوست ٹونی بلیئر کی مذمت کرتے

ہیں کہ جس نے اس شاتم رسول کو "سر" کا خطاب دیا۔ اگر آپ پنجاب ہاؤس اور پنجاب اسمبلی کی بات کرتے ہیں تو یہ اعزاز اپوزیشن بنچوں کو حاصل ہے کہ ان بنچز سے قرار داد مذمت کے حوالے سے بات ہوئی اور یقینی طور پر اس issue پر حکومتی بنچوں کے جذبات بھی وہی ہیں اور شاہ محمود قریشی صاحب سے بھی میں نے کل بات کی تھی۔ میں نے ہاؤس میں ذاتی طور پر وضاحت کی تھی اور بتایا تھا کہ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے کوئی ایسی سٹیٹمنٹ نہیں دی۔ بطور مسلمان، یقینی بات ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں لیکن کچھ لوگوں کی نسبت اولیاء کرام سے ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میری تو نسبت ایسی ہے کہ میں اس طرح کے بیان کا سوچ بھی نہیں سکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اس سٹیٹمنٹ کے بعد ہاؤس میں بھی بڑی ذمہ داری سے سٹیٹمنٹ دی۔۔۔

جناب سپیکر: قریشی صاحب کی طرف سے اس کی تردید آ گئی ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: تردید آ گئی ہے۔

معزز ممبران: نہیں آئی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب والا! میری بات سنیں۔ دو طرح سے ہے ایک تردید تو وہ ہے جو ہاؤس میں بات ہوئی چونکہ قاسم ضیاء صاحب موجود نہیں تھے وہ ایک میٹنگ میں تھے۔ میری ڈیوٹی لگی اور انہوں نے مجھے فون کیا اور کہا کہ ہاؤس میں جا کر میری طرف سے تردید کر دیں۔

جناب سپیکر: وہ تو کل آپ نے یہاں سٹیٹمنٹ دے دی تھی۔ آپ ان سے کہیں کہ اخبارات میں تردید کر دیں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! دیکھیں شاہ محمود قریشی صاحب اس ہاؤس کے ممبر نہیں ہیں اس ہاؤس میں مسئلہ آیا ہے وہ ہماری پارٹی سے متعلقہ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ریس سے بھی زیادہ۔۔۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب والا! یہ naughty boy آ گئے ہیں۔

جناب سپیکر: سن لیں ان کی بات۔

جناب سمیع اللہ خان: ان سے کہیں کہ میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں اور میں وضاحت کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: اس کے بعد چودھری صاحب! آپ کو موقع دوں گا۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب والا! بات یہ ہے کہ اس ہاؤس میں بات ہوئی اور مسئلہ چونکہ اس ہاؤس میں اٹھا ہے اور اخبارات سے زیادہ اہم یہ ہاؤس ہے۔ اس ہاؤس میں شاہ محمود صاحب آ کر اپنی تردید نہیں دے سکتے وہ اپنی پارٹی۔۔۔

جناب سپیکر: ہاؤس میں تردید کی بات میں نہیں کر رہا۔ اخبارات میں تردید دے دیں۔ ہاؤس میں تو وہ آ ہی نہیں سکتے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! اپنی پارٹی کی وساطت سے وہ تردید اس ہاؤس میں کر چکے ہیں۔ میں نے کل بھی تردید کی ہے اور آج بھی تردید کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں یہی پارلیمانی روایات ہیں کہ کسی شخص کے بارے میں اگر کوئی نکتہ اعتراض ہو تو اس ہاؤس میں اس پارٹی کے جو نمائندے ہیں وہ اگر ان کی طرف سے تردید دیتے ہیں تو میرے خیال میں پارلیمانی روایات یہ ہیں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: ہاؤس کی روایات کی حد تک تو بات ٹھیک ہے لیکن اگر وہ اخبارات میں تردید دے دیں تو اس میں کیا قباحت ہے؟

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! آپ کی جو یہ ہدایت ہے یہ چیئر کے حوالے سے ہے اور اس پر بھی انشاء اللہ تعالیٰ عمل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ چودھری ظہیر الدین صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔ جناب سپیکر!۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک بڑی واضح سی بات ہو گئی تھی۔ یہ بات کر رہے ہیں کہ وہ اس ہاؤس کے ممبر نہیں ہیں۔ بہت سے ایسے اشخاص جو ہمارے سیاسی ساتھی ہیں اور سیاسی اکابرین میں سے ہیں ان کی وضاحتیں یہ یہاں پر مانگتے رہے ہیں۔ آج انہوں نے ایک ملفوف سی بات کرنے کے لئے ہماری ایک محترمہ ممبر نے بات کی تو اور بات شروع کر کے ان کے کردار پر بات لے آئے۔ ایسی باتیں کر کے کون کہاں سے سفر کر کے گیا ان ہی کی طرف دیکھ لیجئے گا ان کا اپنا سفر کیسے شروع ہوا تھا لیکن یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس بارے میں جو ہمارے دوسرے اکابرین ہیں، مذہب کے اکابرین کے بارے میں انہوں نے بات کر دی ہے ان کے بارے میں بھی بات نہیں کی جانی چاہئے۔ ہم تو پورے یورپ کو مسلمان کرنے کے داعی

ہیں۔ خاتم رسالت جن کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ حضرت محمد ﷺ۔

محمد ﷺ کا جہاں پر عاشقا ہے
وہی ٹکڑا زمین کا آتما ہے

اس بارے میں آپ یہ کہہ رہے ہیں۔ ہم مشکور ہیں ایم ایم اے کے ساتھی سید احسان اللہ وقاص صاحب کے کہ انہوں نے جب نشاندہی کی ہم اسی وقت ان کے ساتھ شامل ہوئے اور متفقہ قرارداد پیش ہوئی۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ قرارداد کے علاوہ ہماری آپ سے گزارش ہے کہ شوقیہ باہر رہنے والے لیڈران آپ کو یہاں پر جلوس نکالنے کے لئے کہتے ہیں ان سے کہیں کہ ایک چھوٹی سے "جلوسی" ناموس رسالت کے لئے وہاں پر بھی نکال لیں۔ انہوں نے یہ بات کرنے کی بجائے اس کی تردید بھی نہیں کی۔ انہوں نے بیان ہاؤس سے باہر دیا ہے اور اخبارات میں چھپا ہے۔ اب وہ وہاں پر بیان دیں کہ میں نے غلطی کی اور یہ بات مانیں کہ میں نے غلطی کی۔ یہ وہ قیادت ہے کہ جو کہتی کچھ اور ہے اور کرتی کچھ اور ہے۔ وہ بیان انہوں نے یورپ کے لئے چھپوایا ہے، وہ بیان انہوں نے امریکیوں کے لئے چھپوایا ہے اور اب وہ اس بیان کی تردید نہیں کر رہے۔ ایم ایم اے والوں پر چڑھائی کرتے ہیں جنہوں نے اپوزیشن کی لاج رکھی ہوئی ہے اور بڑھ چڑھ عوام کی کر بات کرتے ہیں۔ ان کی جو بھی ساکھ بنتی ہے یہ ان لوگوں کی وجہ سے ہے۔ جو ان کے لئے کام کرتے ہیں یہ ان کو بھی ملعون قرار دیتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ خدا کے واسطے ناموس رسالت کی بات ہے اس پر تو کوئی تاویلیں پیش نہ کریں۔ شرمسار ہوں اور قوم سے معافی مانگیں۔

جناب سپیکر: جناب ارشد محمود بگو!

چودھری صبغت اللہ (ایڈووکیٹ): جناب والا! اپوزیشن کی اٹھان دیکھ کر میرا بھی بات کرنے کو دل کر رہا ہے۔

جناب سپیکر: ان کے بعد آپ کو موقع دیا جائے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہوں گا۔ ایک تو ہمارے محترم بھائی چودھری ظہیر الدین صاحب جو ہیں، میں نے پہلے بھی بڑے ادب سے ان کی خدمت میں عرض کی تھی کہ جہاں پر کوئی شر پھیلانے کی بات ہوتی ہے تو پھر ان کا جوش و جذبہ دیکھنے والا ہوتا ہے۔ یہ پچھلے تین روز سے اپوزیشن میں پھوٹ ڈالنے کی بڑی کوشش کر رہے ہیں، کل وقاص صاحب

نے توجہ دلائی کہ شاہ محمود قریشی صاحب کی یہ سٹیٹمنٹ آئی ہے اور اس کے بعد ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب نے کہا کہ میں اس کی تردید لاؤں گا اور اگر میں تردید نہ لایا تو مستعفی ہو جاؤں گا۔ اسی اثناء میں سمیع اللہ خان صاحب یہاں پر تشریف لے آئے اور انہوں نے یہاں پر ہاؤس میں بتایا اور اس وقت میرے خیال میں صبا صادق صاحبہ بھی نہیں تھیں اور چودھری ظہیر الدین صاحب بھی چلے گئے تھے۔ انہوں نے یہاں ہاؤس میں کھڑے ہو کر کہا تھا کہ میری شاہ محمود قریشی صاحب سے بات ہوئی ہے اور انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ میں نے یہ سٹیٹمنٹ نہیں دی یعنی اس کی تردید کر دی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اپنی پارٹی کو اس ہاؤس میں represent کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے تردید کر دی ہے تو ان کی تردید کے حوالے سے تو کوئی بیان شائع نہیں ہوا۔ شاہ محمود قریشی صاحب نے تو کوئی سٹیٹمنٹ نہیں دی کہ میں نے کسی کو اختیار نہیں دیا کہ وہ میرے behalf پر تردید کریں۔ تردید کا مطلب ہے تردید ہو گئی۔ اپوزیشن کی طرف سے قومی اسمبلی میں اور سندھ اسمبلی میں جو قرار دادیں متفقہ طور پر آئی ہیں۔ وہاں پر پیپلز پارٹی، ساری اپوزیشن پارٹیوں اور گورنمنٹ کی پارٹیوں نے اس کی مذمت کی ہے لہذا سارا ہاؤس اور سارا ملک اس پر سراپا احتجاج بنا ہوا ہے۔ یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور ایمان کے حوالے سے یہ کوئی نمائش نہیں ہے یا یہ کوئی سیاست چمکانے والی بات نہیں ہے۔ ہم میں سے ہر آدمی مسلمان ہے چاہے اس کا پیپلز پارٹی سے تعلق ہے، چاہے حکومتی پارٹی سے تعلق ہے۔

جناب سپیکر! حضور نبی کریم ﷺ ہماری جان سے زیادہ ہمیں عزیز ہیں۔ ہمارا ایمان غارت ہو جاتا ہے اگر ہم حضور نبی کریم ﷺ کے حوالے سے کوئی بات سنیں اور اس پر خاموشی اختیار کر لیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کے لئے ایک مائی سوتر کی ایک اٹی لے کر چلی گئی تھی۔ ہم نے اس لئے احتجاج کیا ہے اور اس میں اپنا حصہ ڈالا ہے کہ شاید قیامت کے روز ہماری بھی بخشش ہو جائے لہذا اس کو issue نہ بنایا جائے۔ یہ بات تو ختم ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! آپ کی یہ بات تو ٹھیک ہے کہ ہاؤس کی حد تک تو اس کی تردید آ گئی ہے اور اپوزیشن لیڈر تو تھے نہیں، شاہ محمود قریشی کے behalf پر سمیع اللہ خان صاحب نے کہا کہ قریشی صاحب سے ٹیلی فون پر میری بات ہوئی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے کوئی ایسی statement نہیں دی۔ یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں بھی اٹھایا گیا، ادھر بھی اٹھایا گیا بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ پنجاب

نہیں، پورے پاکستان میں لوگوں نے اخبار میں آنے والی اس statement کے حوالے سے بہت بُرا محسوس کیا ہے۔ تو میں یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ جب ایوانوں میں بھی تردید ہو گئی ہے تو شاہ محمود قریشی صاحب ماشاء اللہ مسلمان ہیں اور ان کا ایک مذہبی گھرانے سے تعلق ہے تو وہ کسی اخبار میں تردید کر دیں اس میں کیا قباحت ہے۔ سمیع اللہ صاحب! آپ ان سے کہیں کہ وہ خود اخبار میں تردید کر دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ آپ کا فرمانا بالکل درست ہے کہ ان کی طرف سے categorically ایک تردید آ جانی چاہئے لیکن میں سمیع اللہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ confusion اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ جب پیپلز پارٹی کے دوست تھوڑا سا wavering attitude رکھتے ہیں تو پھر confusion پیدا ہو جاتا ہے۔ اب جس طرح قومی اسمبلی کی بات کی گئی ہے کل قومی اسمبلی میں بالکل یہ معاملہ اٹھایا گیا لیکن کل قومی اسمبلی کی کارروائی کی جو reporting ہوئی ہے اس میں بھی محترمہ فوزیہ حبیب صاحبہ نے باقاعدہ point of order پر کھڑے ہو کر کہا کہ جی قرارداد کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور باقاعدہ یہ report ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرارداد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر آپ رشدی کے خلاف قرارداد منظور کریں گے تو اس کو اور importance اور تشہیر ملے گی اس لئے اس معاملے کو دبا دیا جائے تاکہ اس کو تشہیر نہ مل سکے۔ یہ قومی اسمبلی میں ان کی on record statement ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب اس قسم کا waivering اور کمزور attitude اپنایا جاتا ہے تو پھر عوام کے ذہن میں ابہام پیدا ہونا لازمی امر ہوتا ہے اس لئے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح ابھی ارشد بگو صاحب نے فرمایا سمیع اللہ صاحب ہمارے لئے قابل احترام ہیں انہوں نے جو بات کی وہ نہ صرف ہمیں بلکہ پورے ہاؤس کو قبول ہے۔ انہوں نے اپنے جذبہ ایمانی کے تحت ایک statement دی اور ذمہ داری اٹھائی لیکن جس طرح آپ نے حکم دیا اگر یہ مہربانی کر کے شاہ محمود قریشی صاحب کی طرف سے اخبار میں statement دلوا دیں جس طرح کہ اس معزز ایوان میں کل بھی کہا گیا تھا تو یہ issue ختم ہو جائے گا۔ نہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ اس بات پر بضد رہیں کہ ہم نے تردید نہیں کرنی یا شاہ محمود قریشی صاحب کی طرف سے تردید نہیں آتی تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم

رشدی کی مذمت کر رہے ہیں، کل اس شخص کی بھی مذمت کی جا سکتی ہے جو رشدی کی حمایت کر رہا ہے۔ تو یہ کی جا سکتی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی ruling کے بعد یہی بات مناسب ہے کہ موقع دیا جائے کہ کل ان کی طرف سے اخبارات میں categorically تردید آ جانی چاہئے۔ شکریہ (قطع کلامیاں)

بریگیڈیر (ر) (ستارہ امتیاز) جاوید اکرم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بریگیڈیر صاحب!

بریگیڈیر (ر) (ستارہ امتیاز) جاوید اکرم: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں مشکور ہوں کہ آپ نے ایک ایسے مسئلے پر ٹائم دیا جو نہ صرف بجٹ سے بلکہ سب چیزوں سے زیادہ اہم ہے۔ مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سمیع اللہ صاحب نے معاملے کو الجھانے اور side track کرنے کی کوشش کی حالانکہ میرے ذہن میں بطور پارلیمنٹیرین ان کا ایک image تھا وہ آج چکنا چور ہو کر رہ گیا۔ ایک ایسی ہستی جس کے دم کرم سے یہ دنیا اور دونوں جہان قائم ہیں۔ کروڑوں اور اربوں درود احمد کبریا، احمد مجتبیٰ، امام الانبیائؑ، خاتم النبیین، رحمت دو جہاں، سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر۔ میرے ذہن میں کل تک شاہ محمود قریشی صاحب کا بھی image بہت اچھا تھا۔ وہ ایک بہت بڑی پارٹی کے لیڈر ہیں اور اس ملک میں اس پارٹی کو چلا رہے ہیں خواہ وہ ریموٹ کنٹرول ہی سے چلا رہے ہیں لیکن چلا رہے ہیں۔ انہوں نے جو بیان دیا ہے وہ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری نہیں، اس ایوان کی نہیں بلکہ پوری مسلم امہ کی توہین کی گئی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور اس پر بحث کا کوئی پہلو باقی نہیں بچتا۔ میں اپنے وفاقی وزیر اعجاز الحق صاحب کو بہت سا سلام اور appreciate کرتا ہوں جنہوں نے بڑا کھل کر یہ بیان دیا ہے کہ تمام اسلامی ممالک کو برطانیہ سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں۔ (قطع کلامیاں) کریں گے۔ پہلے میری بات سن لیں اور سننے کا حوصلہ رکھیں۔ ہم بہت سنتے ہیں آج میں ایک ہی topic پر بولنا چاہتا ہوں ذرا حوصلے سے سنیں۔ تو شاہ محمود قریشی صاحب اتنے بڑے لیڈر جب اسلامی دشمنی پر اتر آئے اور راجہ بشارت صاحب تو کہتے ہیں کمزور، میں کہتا ہوں کہ اس قسم کا منافقانہ بیان دیں تو ہمارا خون کھولنے لگتا ہے تو میں کوئی لمبی یا سیاسی تقریر نہیں کرنا چاہتا بلکہ خالصتاً مذہبی بنیادوں پر یہ point of order پیش کرتا ہوں کہ میں سمیع اللہ صاحب کے بیان کا احترام کرتا ہوں اور مانتا ہوں تو یہ شاہ محمود قریشی صاحب جو بہت بڑے ہیں ان سے کہیں کہ جس پریس میں

انہوں نے پہلے بیان دیا ہے اس پریس اور انٹرنیشنل پریس پر آکر اپنے بیان کی تردید کریں ورنہ ادھر یہ معاملہ ختم نہیں ہوگا۔ ادھر رشدی کے خلاف ساری دنیا چل رہی ہے ادھر پورا پاکستان ان کے خلاف ہوگا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! شاید آپ سمیع اللہ خان صاحب کی پوری بات سن نہیں سکے انہوں نے کہا ہے کہ ایوان کے اندر انہوں نے اور پوری پارٹی نے تردید کر دی۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم انہیں کہیں گے کہ آپ خود بھی اس بیان کی تردید کریں۔ انہوں نے پیپلز پارٹی کے behalf پر on the floor of the House commitment کی ہے۔

بریگیڈیر (ر) (ستارہ امتیاز) جاوید اکرم: جناب سپیکر! یہ معاملہ اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک نیشنل اور انٹرنیشنل پریس میں یہ بات نہیں آجاتی۔ شکریہ

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! عرض یہ ہے کہ راجہ بشارت صاحب اور بریگیڈیر صاحب نے بھی بات کی ہے۔ ہم خدائے بزرگ و برتر کی حیثیت سے واقف نہیں تھے۔ ہمیں کس نے واقف کرایا؟ حضور نے واقف کرایا۔ اگر ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں تو پھر ہمارا ایمان کمزور ہے اور ہم مسلمان بھی نہیں رہتے۔ جہاں تک شاہ محمود صاحب کا تعلق ہے انسانیت کی معراج حضور ﷺ کے افکار ہیں۔ ہمیں وہیں سے درس اور سبق ملا تو ہم اس بات سے کیسے انکاری ہو سکتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کل ایوان میں بھی بات ہوئی۔ آج صبح شاہ محمود صاحب سے بھی میری بڑی تفصیلی بات ہوئی۔ انہوں نے کہا میں نے قطعاً یہ نہیں کہا۔ مجھ سے ایک اخباری رپورٹر نے پوچھا، میں نے اسے یہی کہا کہ ہم رشدی کی مذمت کرتے ہیں اس پر انہوں نے کہا کہ آپ کیا ایکشن لیں گے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ ہم مذمت کرتے ہیں ایکشن ہم کیا لیں کیونکہ یہ برطانیہ گورنمنٹ کا معاملہ ہے۔ یہاں پر ہم اس کی مذمت کریں اور آپ کل کا بھی بیان دیکھ لیں ہم جب متفقہ طور پر اس ہاؤس میں مزحمت کرتے ہیں۔ آپ کل کا بیان بھی دیکھ لیں جو آج کے اخبار روزنامہ "جنگ" میں چھپا ہے۔ میں نے بھی خبر پڑھی ہے آپ بھی پڑھ لیں یہاں پر جو میں نے بات کی، جاوید صدیقی صاحب نے بات کی اس کی بالکل رپورٹنگ نہیں ہے جبکہ رپورٹنگ شاہ محمود قریشی کے خلاف ہے اس لئے اگر جان بوجھ

کر intrigue کے تحت یہ کیا جارہا ہے تو اس کا بھی آپ کو نوٹس لینا چاہئے۔ باقی جہاں تک ہمارا تعلق ہے پوری پارٹی نے متفقہ طور پر اس کی مذمت کی کرتے ہیں، پہلے بھی کرتے تھے، آج بھی کرتے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔ ہم کیسے اس سے انکاری ہو سکتے ہیں مگر جہاں تک ان کی تردید کا تعلق ہے تو میں نے انھیں تردید کا کہا تو انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے سیکرٹری کو کل سے کہا ہوا ہے کہ یہ تردید لگوائے اگر تردیدی بیان نہیں آیا تو انشاء اللہ تعالیٰ کل آ جائے گا۔ جب ہم ایوان میں کہہ رہے ہیں۔ وہ ہماری پارٹی کے پنجاب کے صدر ہیں۔ ہم وہ لوگ نہیں ہیں ہم weather cock نہیں ہیں کبھی ادھر کبھی ادھر۔

ہم جہاں جھک جاتے ہیں وہاں سے سر اٹھایا نہیں کرتے
انھیں تو عادت ہے کہ ہر در پر جھکا دیتے ہیں جبیں

جناب والا! تو ہم جو بات کر رہے ہیں پوری ذمہ داری کے ساتھ کر رہے ہیں اور میں اس ہاؤس میں کہہ رہا ہوں۔ میں کیا، ہماری پوری پارٹی اس کی مذمت کرتی ہے۔ وہ تردید بھی آئے گی۔ بریگیڈیر صاحب کے خدشات مذہبی طور پر اپنی جگہ پر ہیں ایک مسلمان کو ایسا ہونا بھی چاہئے۔ راجہ بشارت صاحب کا مسلمان کی حیثیت سے ایک درد ہے تو وہ ہونا بھی چاہئے ہم اس سے انکاری نہیں ہیں۔ ہمیں بھی یہی درد ہے ہم کیسے ان کی آل سے ہوتے ہوئے ان کی شان کے خلاف ہوں۔ ارشد بگو صاحب کہہ رہے تھے کہ ہمیں زندگی سے زیادہ پیارے ہیں بالکل ہر مسلمان کا فرض ہے بلکہ اگر تقابل ہو اور وہ زندگی سے پیار کرتا ہے تو وہ مسلمان بھی نہیں ہے۔ ہمیں بھی زندگی سے زیادہ ان کی عزت و ناموس کا احساس ہے اور ہم ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ یہ قطعاً misreporting ہے اور شرارتاً یہ بات کی گئی ہے۔ اس چیز کا بھی نوٹس لیں اور ثبوت کے طور پر میں یہی کہتا ہوں کہ روزنامہ "جنگ" کو آج آپ پڑھ لیں کہ میں نے کل جو بات یہاں کی، جاوید صدیقی صاحب نے بات کی اور سمیع اللہ صاحب نے بات کی تو اس کی قطعاً کوئی رپورٹنگ نہیں ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: اب یہ بات طے پا گئی ہے کہ کل شاہ محمود قریشی صاحب کی طرف سے تردید آ جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ اس کے بعد کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ملک صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب سپیکر! جس طرح آپ فرما رہے ہیں کہ کل تردید آ جائے گی تو اس کے بعد یہ پوائنٹ آف آرڈر لینا بنتا تو نہیں ہے لیکن ناظم شاہ صاحب کی بات کے ساتھ میں جناب کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ شاہ محمود قریشی پیپلز پارٹی پنجاب کا صدر ہے۔ شاہ محمود قریشی کی سٹیٹمنٹ کوئی غیر ذمہ دارانہ سٹیٹمنٹ نہیں اور اس طرح نہیں سمجھی جائے گی کہ وہ شاہ محمود قریشی نے اپنے طور پر کوئی سٹیٹمنٹ دی ہے۔ پیپلز پارٹی کا ایک ونگ انگلینڈ میں بھی موجود ہے اور پورا سلسلہ موجود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو سیاسی جماعتیں کسی ملک میں ہوں تو وہ اس ملک کی نظریاتی اساس کی محافظ ہوتی ہیں۔ اگر شاہ محمود یہ سمجھتے ہیں کہ برطانیہ نے ان کو سر کا یا knighthood کا خطاب دیا اور انھوں نے کہا کہ یہ برطانیہ کا اپنا اندرونی معاملہ ہے تو ان کے اس ملک کے اندر جہاں کا یہ اندرونی معاملہ کہہ رہے ہیں وہاں پر مسلم ووٹرز کی تعداد 2.7 فیصد ہے۔ اس کے اندر پیپلز پارٹی claim کرتی ہے کہ ہمارے لوگ موجود ہیں اور وہ لیبر پارٹی کو سپورٹ بھی کرتی ہے۔ لیبر پارٹی آج وہاں پر اپنی حکومت بنا کر بیٹھی ہے اور ٹونی بلیئر کی سپورٹ میں پیپلز پارٹی کے وہ لوگ جو Bradford کے اندر ہیں جو Latin کے اندر ہیں جو South hall کے اندر ہیں ان کے نمائندہ لوگوں نے لیبر پارٹی کی حمایت کی اور انھوں نے ٹونی بلیئر کو وہاں پر اس کے الیکشن کے اندر پیپلز پارٹی نے اس کا ساتھ دیا۔ میں on the floor of the House آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شاہ محمود قریشی نے شاید standing verses کو پڑھا نہیں جو اس نے اس کے اندر لکھا ہے اور جو knighthood کا ہے تو یہ دو نظریات کی لڑائی ہے۔ اگر شاہ محمود قریشی صاحب سمجھتے ہیں کہ یہ برطانیہ کا اندرونی معاملہ ہے اور بحیثیت پیپلز پارٹی کے صدر کے وہ یہ سٹیٹمنٹ دیتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ as a whole پیپلز پارٹی کی ایک policy ہو سکتی ہے۔ یہ پیپلز پارٹی کی ملک دشمنی کی وہ پالیسی ہو سکتی ہے اگر ان کا صوبائی صدر اتنی غیر ذمہ دارانہ سٹیٹمنٹ دے سکتا ہے اور آج ناظم شاہ صاحب جو کہ ہمارے بزرگ ہیں ہم ان کی بات کے ساتھ اختلاف نہیں کر سکتے انھوں نے on the floor of the House کہہ دیا ہے کہ وہ کل تردید کریں گے لیکن کم از کم خدارا! اس ملک کی نظریاتی اساس کی حفاظت کرنے کے لئے اپنی جماعت کے ان ذمہ داران کو تو کہئے کہ جن کا تعلق ہم مذہبی گھرانوں سے سمجھتے تھے۔ ان کے والد مخدوم سجاد حسین قریشی کو ہم جانتے ہیں وہ ایک مذہبی آدمی تھے تو کیا شاہ محمود قریشی اقتدار کے لالچ میں اتنا بھوکا

ہو گیا ہے کہ وہ اس معاملے پر کہنے لگے ہیں کہ یہ برطانیہ کا اپنا معاملہ ہے تو وہ اس کو سر کا خطاب دیں۔ کیا شاہ محمود قریشی اپنی دینی تعلیمات کو بھول گیا ہے کیا اقتدار کی ہوس میں برطانیہ اور مغرب سے اقتدار مانگنے کے چکر میں پڑ گئے ہیں کہ وہ یہ کہیں کہ یہ ان کا اندرونی معاملہ ہے۔ میں شاہ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ اپنی پارٹی کی پالیسی لائن کو دیکھیں۔ ہم شاہ محمود قریشی کے خلاف قرارداد پاس کریں گے۔ ان کو اپنے نظریات تو واضح ہونے چاہئیں۔

جناب سپیکر: یہ بات طے ہو گئی ہے کہ کل انشاء اللہ تردید آ جائے گی۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ ملک محمد احمد صاحب میں ماشاء اللہ جوانی کا جوش بھی ہے، ذہین بھی ہیں، فطین بھی، ہونہار بھی ہیں اور چکنے چکنے پات بھی ہیں مگر شاید وہ یہ بھی بھول گئے ہیں کہ ان کے والد محترم بھی پیپلز پارٹی میں ہمارے ساتھ رہے ہیں۔ شاید ان کو پیپلز پارٹی کی پالیسی سے اختلاف تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ جوش خطابت میں یہ اپنے نمبر ضرور بنائیں مگر اس میں یہ بھی دیکھیں کہ جب ہم نے تردید کی، میں نے بھی آج بات کی تو it is presumed کہ جب ایک معزز ممبر اس ہاؤس میں بات کرتا ہے تو اس کی بات کو مانا جاتا ہے کہ وہ صحیح کہہ رہا ہے۔ میں نے جب یہ بات کہی کہ میں نے صبح ان سے یہ بات کی ہے اور تفصیل سے بات کی ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ میں نے تردید دے دی ہے اور اس کا حوالہ میں نے آپ سے یہ بھی عرض کیا ہے کہ آپ روزنامہ ''جنگ'' کو دیکھ لیں کہ اس میں جو کل کی رپورٹنگ ہوئی ہے وہ پوری رپورٹنگ نہیں ہوئی اس سے پتا چلتا ہے کہ intrigue کیا ہے مگر جہاں تک پالیسی کا مطلب ہے تو بار ہا کہا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! اس بات کے آپ بھی گواہ ہیں کہ پیپلز پارٹی کو 1977 کے بعد پنجاب میں کب اقتدار ملا ہے۔ جب پیپلز پارٹی کا اقتدار تھا تو احمدیوں کو اس وقت اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ پیپلز پارٹی کے لئے پہلی بات یہ ہے کہ سوشلزم ہماری سیاست اور اسلام ہمارا دین ہے۔ ہم اسلام سے کیسے منحرف ہو سکتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ کچھ لوگ پالیسی کو سمجھ نہ سکے۔ جب بات روٹی کپڑا اور مکان کی کی جاتی ہے تو اس میں بھی معاشی تحفظ کی بات کی جاتی ہے۔ کون سا مذہب ہے کہ جو الہامی مذہب ہے۔ مجھے بتائیں کہ جس میں معاشی تحفظ کی بات نہیں کی گئی۔ پیپلز پارٹی واحد جماعت ہے جو معاشی تحفظ کی بات کرتی ہے۔ انھوں نے پیپلز پارٹی کی پالیسی کی بات کی ہے اور ہمیں حرف تنقید بنایا ہے۔

جناب والا! آپ یہ دیکھیں کہ 1977 کے بعد آج تک پیپلز پارٹی کو کب اقتدار ملا ہے۔

آپ یہ بھی دیکھ لیں کہ کریڈٹ آج تک نہیں ملا۔1993 میں آپ کہیں تو اس میں coalition Govt. تھی اور وٹو صاحب وزیر اعلیٰ تھے اس لئے بات یہ ہے کہ ان کو اقتدار ملا ہے، یہ اقتدار میں رہے ہیں اور ہمیشہ اقتدار میں رہے ہیں۔ان کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب چیئر مین! ہم 1977 میں بھی پیپلز پارٹی کے خلاف آزاد الیکشن جیت کر آئے تھے اس وقت بھی ہمارا پیپلز پارٹی سے تعلق نہیں تھا۔ ہم ملک کی نظریاتی اساس کی حفاظت چاہتے ہیں اور اس کے لئے خدا کے واسطے اپنے صدر کو کہیں کہ یہ ان کا اندرونی معاملہ نہیں ہے یہ ہمارا معاملہ ہے۔ ہم مسلمان اس بات پر یک زبان ہو کر کہیں کہ شاتم رسول ﷺ کو سر کا خطاب دینے والے کو اگر کوئی شخص گٹیئرسی کرے گا تو ہم سمجھیں گے کہ وہ بھی شاتم رسول ﷺ کا ساتھی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئر مین! میری گزارش یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی دولت مشترکہ کی پارلیمانی یونین کی ممبر ہے اور باقی تینوں صوبائی اسمبلیاں اور قومی اسمبلی بھی ممبر ہیں۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ پنجاب اسمبلی میں متفقہ طور پر اس رائے کا اظہار کیا گیا ہے اور ملعون رشدی کے حوالے سے اس بارے میں پورے جذبات دولت مشترکہ کے سیکرٹریٹ کو ارسال کئے جائیں اور برطانوی گورنمنٹ کو بھی ارسال کئے جائیں تاکہ ان تک ہمارے جذبات پہنچ سکیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! پہلے بھی یہ بات ہوئی تھی کہ ایک proper Resolution لے آئیں، باقی ساری اسمبلیوں میں قرارداد آئی ہے تو یہاں پر بھی مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر طے کر لیں۔ جی، سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! کسی بھی ریاست کے معاملات کو چلانے کے لئے ایک مقدس دستاویز ہوتی ہے اس کو اس ملک کا آئین کہتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا document جس کو آئین کے بعد عزت، احترام اور ایک تقدس دیا جاتا ہے وہ بجٹ کا document ہوتا ہے۔ میں ایک مغالطے کی تصحیح کرنا چاہوں گا کہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر بجٹ کا سائز بڑا ہو گا تو وہ ملک بہت خوشحال ہو گا اور بجٹ کے بڑے سائز ہونے کی وجہ سے اس کے اثرات

اس ملک اور اس صوبہ کے غریب عوام تک پہنچیں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک معاشی مغالطہ ہے جو اس ملک اور اس صوبہ کے بندے بجٹ تیار کرتے ہیں ان کے ذہنوں میں ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ملک نذر فرید کھوکھر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، جناب سمیع اللہ خان!

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین! بڑے بجٹ کا قطعاً مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس ملک کی یا اس صوبہ کی جو غریب عوام ہے اس کے اثرات اس تک پہنچیں گے۔ بجٹ چاہے چھوٹے سائز کا ہو اگر اس صوبہ اور اس ملک میں دکھاوے کی جمہوریت ہوگی، اگر اس ملک میں عدلیہ کو پابند رکھا جائے گا، اگر اس صوبہ میں قانون کی بے توقیری ہوگی، اگر اس صوبہ میں فرسودہ ریاستی ڈھانچہ ہوگا اور سب سے بڑھ کر اگر اس صوبہ میں جو انتظامی مشینری ہے وہ نہ صرف کرپٹ بلکہ نااہل ہوگی تو آپ اس سے بھی دس گنا بڑے سائز کا بجٹ تیار کر لیں تو اس کے اثرات کبھی بھی نچلے طبقوں تک نہیں پہنچ سکتے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات جو میں آپ کی وساطت سے کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں دو ادوار ایسے آئے ہیں کہ جب وطن عزیز میں ڈالروں کی بارش ہوئی ہے۔ پہلا دور 1980 تھا افغانستان کے issue پر اور دوسرا دور 9/11 کے issue کے بعد۔ ان دونوں ادوار میں ڈالروں کی بارش ہوئی اور ہمارے ملک کے اکنامک مینجرز نے ان ڈالروں کو جس طرح استعمال کیا اس کا آج اس ملک کے سنجیدہ اکانومسٹ کہتے ہیں کہ وہ ماڈل جو 1980 میں تھا وہ بھی ایک bubble اکانومی کا ماڈل تھا اور جو آج کی اکانومی ہے یہ بھی ایک bubble اکانومی ہے۔ جب یہ دور ختم ہوگا، جب یہ ڈالروں کی نوازشات ختم ہوں گی تو آپ کو یہ صوبہ اور یہ ملک پھر اسی حالت میں ملے گا جب آزادی کے بعد اس ملک کی حالت تھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے صوبہ پنجاب کی بنیاد زراعت ہے اور کوئی صوبہ اپنی بنیاد یا ریڑھ کی ہڈی کو ترقی دیئے بغیر خوشحال نہیں ہو سکتا۔ اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ سروسز کا شعبہ آپ کسی صوبے میں جتنا مرضی بڑھا لیں وہ کبھی دیرپا معیشت کو استوار نہیں کر سکتا جب تک کہ آپ پنجاب میں زراعت کے شعبہ کو مضبوط نہیں کریں گے۔ اس کو مضبوط کر کے آپ سروسز کے شعبہ کو بھی ترقی دیں، انڈسٹری کو بھی ترقی دیں، سیاحت کو بھی فروغ دیں لیکن اگر آپ کی بنیاد ٹھیک نہیں ہوگی تو اس لئے اوپر کے تمام شعبہ جات کو bubble کہا جاتا ہے کہ یہ پانی کے بلبلے ہیں اور یہ پانی کے بلبلے کی طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ زراعت کی ترقی میں دو بڑی

چیزیں اہم ہیں، ایک تو یہ کہ جو قابل کاشت رقبہ ہے اس میں کتنا اضافہ ہوا اور پچھلے سات سال کے اکنامک سروے کے مطابق یہ شرمناک حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ قابل کاشت رقبہ میں ہم ایک ایکڑ رقبے کا بھی اضافہ نہیں کر سکے۔

جناب چیئر مین! تیسری بات یہ کہ کاشتکاروں کو inputs سستے داموں فراہم کئے جائیں۔ اکنامک سروے کا پیپر میرے پاس ہے کہ آج حالت یہ ہے 1999 سے لے کر 2007 تک یہ سات سال بنتے ہیں ان سالوں میں گندم کا جو اضافہ ہے وہ 1.23 فیصد سالانہ ہے، چاول کی پیداوار میں اضافہ 0.59 فیصد ہے اور گنے کی پیداوار میں اضافہ 1.8 فیصد ہے۔ یہ اضافہ ہماری crops میں ہے اور باقی جو چیزیں غربت میں اضافہ کر سکتی ہیں وہ تو اپنی جگہ پر ہیں، ان میں کوئی بھی اضافہ دو فیصد کو نہیں چھو رہا لیکن صرف ایک factor یعنی اس صوبہ کی population growth 2.2 percent ہے، آپ کی ساری پیداوار جس میں گنا، چاول، گندم ہیں ان سب کی پیداوار میں سالانہ اضافہ 1.5 فیصد ہے جبکہ population growth 2.2 percent ہے اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ جتنے انسان جنم لے رہے ہیں اس حوالے سے ہماری پیداوار میں اضافہ کم ہے۔ یقینی بات ہے کہ اس کا لازمی نتیجہ اس صوبہ میں غربت کی شرح میں اضافہ سے نکل سکتا ہے۔ اعداد و شمار کے جادوگر جو بجٹ بناتے ہیں وہ اگر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اتنے کروڑ افراد غربت کی لکیر سے نیچے آ گئے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بالکل غلط بیانی کرتے ہیں۔

جناب چیئر مین! چوتھی بات جو میں آپ کی وساطت سے کرنا چاہتا ہوں کہ اب اس حکومت کی priority دیکھیں کہ زراعت کے لئے انہوں نے تقریباً 2- ارب 80 کروڑ روپیہ رکھا اور جب یہ سال ختم ہو گا تو اس میں سے بھی ایک ڈیڑھ ارب روپیہ خرچ ہو گا۔ انہوں نے زراعت کو کیا اہمیت دی اس کا موازنہ اس سے کریں کہ پنجاب کے سرکاری دفاتر میں جو اس سال نئے تعمیر ہونے ہیں ان کے لئے اتنی رقم رکھی گئی ہے، پہلے بھی ماشاء اللہ بہت زیادہ ہیں اور اب دیکھیں کہ سرکاری دفاتر کی تعمیر کے لئے موجودہ بجٹ میں 2- ارب 17 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور تقریباً اتنی ہی رقم زراعت کے لئے رکھی گئی ہے۔ پولیس کے دفاتر کے لئے ایک ارب 17 کروڑ روپے مزید رکھے گئے تاکہ پولیس مزید اپنے دفاتر بنائے۔ اس کے علاوہ گورنر ہاؤس کے بارے میں پنجاب کی عوام ہمیشہ یہ خیال رکھتی ہے کہ ایک بندہ وہاں بیٹھتا ہے وہ چاہے جس دور میں بھی ہو، اس کے لئے اتنا وسیع و عریض سسٹم ہے جو پنجاب کے عوام پر بوجھ ہے لیکن حیرت ہے اس حکومت کی کہ

جس نے priority پر گورنر ہاؤس میں نئے دفاتر کی تعمیر کے لئے دو کروڑ 31 لاکھ روپے کی رقم رکھی ہے جو پہلے ہی بہت وسیع وعریض ہے۔اس کے علاوہ صوبہ میں بہت سارے سیکرٹریٹ ہیں لیکن سی ایم سیکرٹریٹ ایسا ہوتا ہے جس کی طرف باقی سیکرٹریٹ اور ڈیپارٹمنٹ کی نظریں ہوتی ہیں۔سی ایم سیکرٹریٹ کو مثالی ہونا چاہئے اس کے لئے 14 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔اب باقی سیکرٹریٹ دیکھ رہے تھے کہ اگر سی ایم سیکرٹریٹ سے یہ پیغام جائے کہ ہم نے 14 کروڑ روپے رکھے تھے ہم نے بچت کی ہم نے 10 کروڑ روپیہ خرچ کیا اور چار کروڑ روپیہ اس صوبہ کے خزانہ میں واپس بھیجا تو دوسرے ڈیپارٹمنٹ بھی یہ سبق لیتے کہ اگر وزیراعلیٰ بچت کر رہا ہے تو ہمیں بھی اپنے اپنے شعبے میں بچت کرنی چاہئے لیکن حالت یہ ہے کہ 14 کروڑ روپیہ رکھا اس میں پھر دو کروڑ کا یا پانچ کروڑ روپے کا نہیں بلکہ پورے بیس کروڑ روپے کا اضافہ کیا اور 14 کروڑ روپے کی جو رقم رکھی گئی تھی اس بجٹ میں 34 کروڑ روپیہ سی ایم سیکرٹریٹ پر خرچ کیا گیا یہ حالت ہے اس صوبہ کے حکمرانوں کی کہ وہ اپنی عیاشیوں اور اپنے اخراجات کو کس حد تک بڑھاتے ہیں اور باقی قوم کو سبق دیتے ہیں کہ وہ سادگی اختیار کریں۔

جناب چیئرمین!اس کے بعد میں اس ڈاکومنٹ بجٹ تقریر پر بات کرنا چاہوں گا۔اس میں دو فقرے جن کی نشاندہی کر کے میں اپنی بات کو ختم کروں گا کہ انہوں نے پہلے صفحے پر لکھا کہ موجودہ سیاسی اور معاشی استحکام ملک کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔اس ملک کی معیشت کا پوسٹمارٹم تو کل شیخ علاؤالدین صاحب نے بڑے خوبصورت انداز سے کر دیا کہ اس ملک کی جو معیشت ہے اس پر میں بات نہیں کروں گا کہ جس طرح سنہری حروف سے انہوں نے اس کا پوسٹمارٹم کیا ہے وہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے نہ کہ یہ ڈاکومنٹ۔

جناب چیئرمین!میں دوسری بات ضرور کرنا چاہوں گا کہ اس ملک کا جو سیاسی استحکام ہے وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔اس بجٹ تقریر میں ہے کہ اس ملک میں جو سیاسی استحکام ہے اس کی صرف تین چار مثالیں دوں گا،اس سیاسی استحکام کی پہلی مثال کہ اس ملک کے چیف جسٹس کو اس ملک کا چیف آف آرمی سٹاف بلا کر محبوس رکھتا ہے اور پھر اس پر اس کے اہلخانہ پر جو بیتتی ہے آج وہ پاکستان کے کروڑوں عوام جانتے ہیں،عدلیہ کو جس طرح سے پابند سلاسل کرنے کی کوشش کی گئی۔وہ پہلی مثال ہے اس ملک کے سیاسی استحکام کی،دوسری مثال کہ جس طرح بلوچستان میں اکبر بگٹی کا قتل کیا گیا اور آج بلوچستان میں اکبر بگٹی۔۔۔

جناب چیئر مین: خان صاحب! wind up کریں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب والا! مجھے صرف دو باتیں کرنی ہیں۔ بلوچستان میں اکبر بگٹی کے قتل کے بعد ہم نے اس ہاؤس میں کہا تھا کہ بلوچستان پھر بہت انتشار کا شکار ہو گا۔ جناب! پچھلے دنوں آج اس ملک کے ان فوجی جوانوں کو جن کو ان کی مائیں، اس ملک کی سرحدوں کے لئے بھیجتی ہیں اور انتظار کرتی ہیں کہ وہ سرحدوں میں دشمن ملک سے لڑتے ہوئے شہادت کا رتبہ پائیں۔ آج اپنے ہی ملک کے شہریوں کے ہاتھوں ان کی شہادت ہوئی ہے۔ ہم کہتے تھے کہ بلوچستان کو اس طرح سے دھمکیوں سے ڈیل مت کرو۔

جناب چیئر مین! تیسری بات یہ کہ 12۔ مئی کو کراچی میں جس طرح اس ملک میں سیاسی استحکام کو مضبوط بنانے کی کوشش کی گئی ہے، جس طرح خون کی ہولی کھیلی گئی اور آخر میں پنجاب میں جو سیاسی کارکنوں کی گرفتاریاں کی گئیں اور میں آخری بات کہہ کر آپ سے اجازت چاہوں گا کہ اس میں لکھا ہے کہ پانچ سالہ تسلسل جنرل پرویز مشرف کی مدبرانہ قیادت کا شاہکار ہے۔

جناب چیئر مین! پارلیمانی جمہوریت میں وزیر اعظم لیڈر ہوتا ہے لیکن یہ ڈاکومنٹ دیکھیں اس میں لیڈر دو بندوں کو لکھا گیا۔ ایک پرویز مشرف کی قیادت دوسری چودھری پرویز الٰہی کی لیڈر شپ لیکن جو اس ملک کا وزیر اعظم ہے اس ڈاکومنٹ میں اس کو صرف اکنامک مینجر جس کو ہم کہتے تھے، آج انہوں نے اپنے ڈاکومنٹ میں تسلیم کیا ہے کہ وہ سرکاری ملازم ہے پہلے وہ ورلڈ بنک کا ملازم تھا آج وہ جنرل پرویز مشرف کا ملازم ہے۔ اس کے لئے قیادت اور لیڈر شپ کی توفیق پنجاب حکومت کو نہیں ہوئی اور آخری بات کہ پانچ سال کا تسلسل ہم سمجھتے ہیں یہ وہ پرویز مشرف کی جمہوری روایات سے وابستگی نہیں بلکہ (ق) لیگ کی پاکستان کی تاریخ میں تابعداری کی انتہا ہے۔

جناب چیئر مین! جس وقت میر ظفر اللہ جمالی کو وزیر اعظم شپ سے ہٹایا گیا تو یقین مانیں اگر (ق) لیگ کے ایم این اے اس ہاؤس میں کھڑے ہو کر جنرل مشرف کو یہ message دیتے کہ جمالی ہمارا قائد ہے، ہم اس کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم! ان اسمبلیوں کا بوریا بستر اسی دن لپیٹا جانا تھا اور اس صوبہ کے وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی صاحب نے اس سے ایک سبق حاصل کیا۔ آپ دیکھ لیں کہ ظفر اللہ جمالی کی برخاستگی سے پہلے چودھری پرویز الٰہی اتنے تسلسل کے ساتھ یونیفارم کی بات نہیں کرتے تھے، وردی کی بات نہیں کرتے تھے، اس کے بعد انہوں نے کہا ایک بار، دو بار نہیں بلکہ

دس بار بھی اگر پرویز مشرف کو یونیفارم سمیت منتخب کرنا پڑا تو کریں گے۔انہوں نے ایک سبق حاصل کیا کہ انہوں نے وردی کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔

جناب چیئرمین:آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے آپ تشریف رکھیں۔

جناب سمیع اللہ خان:جناب چیئرمین!بس آخری بات ہے۔اس ہاؤس میں(ق)لیگ کے اراکین کی حالت یہ ہے کہ اگر جنرل پرویز مشرف اس ہاؤس میں ڈاکٹر فرزانہ نذیر کو وزیراعلیٰ کے لئے nominate کرتے مجھے کامل یقین ہے کہ (ق)لیگ کی اکثریت نے ڈاکٹر فرزانہ نذیر کو اس صوبہ کا وزیراعلیٰ بننے کے لئے ہاتھ کھڑے کرنے تھے اور آخری شعر کے ساتھ کہ اس ہاؤس میں بیٹھے وزراء اقتدار کے لئے جھنڈوں اور ڈنڈوں کے لئے کس حد تک جا سکتے ہیں۔آخری شعر کے ساتھ اختتام کروں گا۔

یہ طالبان وزارت، یہ لیڈران کرام
تلاش جاہ میں جو کچھ ہو وہی کر لیں
نئے جنم میں یقین ہو اگر وزارت کا
خدا گواہ ہے یہ آج خود کشی کر لیں

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: شکریہ۔نئے مقرر کو دعوت دینے سے پہلے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جتنی باتیں سمیع اللہ خان صاحب نے عدلیہ اور فوج کے حوالے سے کی ہیں چونکہ ان دونوں کو یہاں پر زیر بحث نہیں لایا جا سکتا اس لئے وہ باتیں ان کی تقریر سے حذف کرتا ہوں اور جو indecent باتیں ایک سیاستدان دوسرے سیاستدان کے لئے کرتا ہے یا ایک پارلیمنٹیرین دوسرے پارلیمنٹیرینز کے لئے کرتا ہے اس سے اس کی اپنی سب کی ہوتی ہے۔میں ایسے الفاظ بھی تقریر سے حذف کرتا ہوں۔

رپورٹیں

(توسیع)

جناب چیئرمین:اب چودھری جاوید احمد مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

مسودہ قانون پنجاب جوڈیشل اکیڈمی مصدرہ 2007 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"The Punjab Judicial Academy Bill 2007 (Bill No.5 of 2007)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31۔ جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"The Punjab Judicial Academy Bill 2007 (Bill No.5 of 2007)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31۔ جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی کہ اور اب سوال یہ ہے کہ:

"The Punjab Judicial Academy Bill 2007 (Bill No.5 of 2007)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31۔ جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب چیئرمین: جناب جوزف حاکم دین مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

مسودہ قانون علی انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن لاہور مصدرہ 2006 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی معیاد میں توسیع

جناب جوزف حاکم دین: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"The Ali Institute of Education Lahore (Bill No.16 of 2006)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی معیاد میں مورخہ 31- جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"The Ali Institute of Education Lahore (Bill No.16 of 2006)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی معیاد میں مورخہ 31- جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی کہ اور اب سوال یہ ہے کہ:

"The Ali Institute of Education Lahore (Bill No.16 of 2006)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی معیاد میں مورخہ 31- جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! پچھلے کئی عرصے سے یہ روٹین ہے کہ یہاں پر جو رپورٹیں ہیں ان میں توسیع کے لئے یہاں پر تحریک پیش کی جاتی ہے۔ میں نے پہلے بھی جناب سپیکر سے درخواست کی تھی کہ کم از کم اس توسیع کی reasons تو بتائی جائیں کہ اس میں کیوں توسیع کی

جائے۔ بعض بل 6/6 مہینے سے pending پڑے ہیں اس میں چار مہینے کی اور توسیع کر دیں گے۔

جناب سپیکر! شاید یہ اسمبلی ہی چار مہینے رہتی ہے کہ نہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ کم از کم ان کمیٹیوں کو یا جن کے پاس یہ بل ہوتے ہیں ان سے یہ توضاحت مانگ لی جائے کہ وہ کیوں اس میں توسیع چاہتے ہیں اور اس کی reasons کو بھی اسمبلی میں پیش کریں تاکہ ان reasons کی بنیاد پر ان کی میعاد میں توسیع کی جائے۔ شکریہ

جناب چیئر مین: بگو صاحب! آپ کے اعتراض کی رولز کے حوالے سے گنجائش نہیں ہے۔ رولز میں صرف اس حد تک ہے کہ جب ایوان میں کوئی رپورٹ پیش کی جائے تو اس رپورٹ پر بحث ہو سکتی ہے تو اس کی reason کے لئے آپ کو اور ہاؤس کو اس میں ترمیم کرنی ہو گی کہ اس کی reason بیان کی جائے۔ ابھی موجودہ رولز کے مطابق صرف رپورٹ جب وہ پیش کی جائے تو اس پر بات ہو سکتی ہے،، بحث کی جا سکتی ہے لیکن reasons بیان کرنے کے لئے ہمارے رولز میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! پھر چیئر ہی اس کی اجازت دے دیا کرے۔ میری تو درخواست یہ ہے کہ کم از کم یہ ہم سے permission لیتے ہیں کہ اس میں توسیع فرما دی جائے تو آپ ہم سے پوچھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ جی ٹھیک ہے توسیع کر دی جائے۔

جناب چیئر مین: بگو صاحب! یہ بھی رولز کا تقاضا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: ٹھیک ہے لیکن میری گزارش ہے کہ کم از کم یہ تو ہونا چاہئے کہ کمیٹیاں اپنی ورکنگ کو بہتر بنائیں۔

جناب چیئر مین: یہ ہاؤس کی ڈیوٹی ہے اور ہماری ذمہ داری ہے کہ یہ ہاؤس ترمیم لائے اور رولز میں ترمیم ہو تو پھر آپ کی تجویز پر غور ہو سکتا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! آپ نے یہ بات کر دی تو میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کے لئے ڈپٹی سپیکر صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنی تھی اور اس کمیٹی نے تقریباً اپنا کام مکمل کر لیا ہے اور صبح بھی جناب سپیکر کی سربراہی میں بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں discuss ہوئی تھی تو شاید آپ بھی وہاں پر موجود تھے اور میں نے اس وقت بھی یہ گزارش کی تھی کہ اس کمیٹی نے اپنا کام مکمل کر دیا ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ سیکرٹریٹ سے پوچھ لیں کہ

انہوں نے اس کمیٹی میں اپنی کوئی رپورٹ پیش کی ہے۔ مجھے ڈپٹی سپیکر صاحب نے یہ بتایا تھا کہ اس کمیٹی نے رولز میں ترمیم کے حوالے سے اپنی سفارشات مکمل کر کے جناب سپیکر کو بھجوا دی ہیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس سلسلے میں کوئی پیشرفت ہو کیونکہ قومی اسمبلی نے اپنے رولز میں بڑے اچھے طریقے سے تبدیلی کر لی ہے اسی لئے یہ کمیٹی بھی بنی تھی کہ ہمارے رولز میں جو ایسی ویسی تھوڑی سی باتیں ہیں تو ان کے متعلق اچھے طریقے سے رولز میں ترمیم کر دی جائے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس سلسلے میں کمیٹی کی رپورٹ سے متعلق سیکرٹریٹ سے پوچھ لیا جائے کہ وہ کس پوزیشن میں ہے اور کمیٹی کو آپ ڈائریکشن دے دیں کہ اگر انہوں نے ایک مہینے کے اندر رپورٹ پیش نہ کی تو وہ رپورٹ جناب سپیکر کو یا اس ہاؤس کو پیش کریں تاکہ وہ فائنل ہو جائے۔

جناب چیئرمین: کمیٹی کو یہ کہا جائے گا کہ اگلے سیشن میں اس رپورٹ کو پیش کر دیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) شکریہ۔ جناب سپیکر! بگو صاحب نے پوائنٹ raise کیا ہے تو میں اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ بگو صاحب نے بالکل صحیح فرمایا کہ ہمیں reasons دینا چاہئیں۔ یہ پہلے بھی ہاؤس میں زیر بحث آیا تھا۔ میں اپنے بھائی کو آپ کے اور اس ہاؤس کے توسط سے یہ بتانا چاہتا ہوں اور اس معزز ایوان کے علم میں بھی یہ لانا چاہتا ہوں کہ لاء اینڈ پارلیمانی افیئر کی کمیٹی میں بہت اہم بل آتے ہیں، قانون سازی ہوتی ہے اور اس حوالے سے اداروں کا وجود آتا ہے اور جس طرح پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ بنا تھا اس میں ہماری کمیٹی نے دن رات محنت کی لیکن ہمارے رولز ایسے ہیں کہ ہمیں ایک ماہ میں دو سے زائد میٹنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن اگر ان دونوں میٹنگ میں پورے بل کو thrash out نہ کیا جائے، زیر بحث نہ لایا جائے یا وہاں ایک ایک نکتے اور ایک ایک لفظ پر بحث ہوتی ہے۔ یہ ہماری کمیٹیوں کو کریڈٹ جاتا ہے اور اس میں اپوزیشن کے ممبران بھی ہیں اور حکومتی بنچز کے بھی ہیں کہ وہ کسی معاملے کو lightly نہیں لیتے۔ صرف انگوٹھا چھاپ نہیں ہیں، وہ ایک ایک چیز پر بحث کر کے اس کو اچھی فارمیشن میں لاتے ہیں اور وہ اس لئے لاتے ہیں کہ قانون سازی اور ادارے بنتے ہیں وہ for a time period نہیں ہوتے، وہ عوام کے لئے ہوتے ہیں اور عرصہ دراز کے لئے انہوں نے قائم رہنا ہوتا ہے۔ اس کے لئے رولز اور دیگر

ساری چیزیں دیکھنا پڑتی ہیں لیکن ہمارے رولز ایسے ہیں کہ ہم صرف وہی معاملہ زیر بحث لا سکتے ہیں جو یہاں سے refer کیا جاتا ہے اور ایک ماہ میں دو سے زیادہ میٹنگ نہیں کر سکتے۔ اگر ہمیں یہ اجازت ہو کہ ہم ایک ماہ میں زیادہ میٹنگ کر سکتے ہیں یا اس کا عرصہ مقرر کر دیا جائے یا اس میں اگر مزید ترمیم لائے۔

جناب چیئرمین: چودھری صاحب رولز کے مطابق ایک ماہ میں دو سے زیادہ میٹنگز نہیں ہو سکتیں لیکن ایک میٹنگ کے بارے میں کوئی تعین نہیں ہے اور آپ اسے day to day جب تک آپ کا وہ معاملہ ختم نہ ہو، اس کو pending کرتے ہوئے میٹنگ کے دن بڑھا سکتے ہیں۔ میٹنگ دو دفعہ ہو سکتی ہے لیکن دن کی کوئی قید نہیں ہے اس لئے اگر آپ چاہیں تو ایک دو تین دن سے زیادہ بھی meet کر سکتے ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) جناب چیئرمین! اس میں مسئلہ یہ آتا ہے کہ ہماری کمیٹیاں اتنی زیادہ ہیں اور اتنی زیادہ قانون سازی ہونا ہوتی ہیں اور باقی ہر ڈیپارٹمنٹ نے بھی میٹنگ کرنا ہوتی ہیں تو ہر کمیٹی کی میٹنگ کے لئے ٹائمنگ ہوتی ہے اور اس حوالے سے ہمارے پاس ٹائم مخصوص ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ unlimited ہم اس کمیٹی روم کو اپنے قبضے میں رکھیں۔ ایک دن بڑھ سکتا ہے کہ دو دن میٹنگ کر سکتے ہیں لیکن ہمیں schedule کے مطابق ہی میٹنگ کرنا ہوتی ہے کیونکہ اگر میری کمیٹی کی میٹنگ دو دن ہو گی تو باقی کمیٹیوں کا کام suffer ہو گا۔ اس حوالے سے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کا پوری طرح سے جائزہ لے کر اس کے رولز میں اگر ترمیم لانی ہے تو پورے طور پر لے کر آئیں اور suo moto اختیارات بھی ان کمیٹیوں کو دیں۔

جناب چیئرمین: Suo moto اختیارات چونکہ صوبائی اسمبلی کے پاس نہیں ہیں بہر حال آپ earliest possible time میں۔۔۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) جناب چیئرمین! اسی ہاؤس نے دینا ہے اور ایڈوائزری کمیٹی کی رپورٹ کے پچھلے پانچ سالوں سے ہم منتظر ہیں۔

جناب چیئرمین: وہ بھی ترمیم کے ذریعے ہو گا تو آپ سے یہ درخواست ہے کہ جو بھی کمیٹیاں جس subject پر کام کر رہی ہیں وہ earliest possible time میں اپنی رپورٹس پیش کرنے کی کوشش کریں۔ شکریہ۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب بہتر تو یہ تھا کہ سمیع اللہ صاحب بیٹھے ہوتے تو میں بات کرتا لیکن میں ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آج اخبارات نے چیف منسٹر سندھ کے بارے میں میری طرف سے جو کہا گیا اور جو کل آپ نے اس پر اپنی رولنگ دی تھی۔ بات یہ تھی کہ چیف منسٹر سندھ نے کالا باغ ڈیم کی مخالفت کی، میں نے صرف یہ کہا تھا کہ کالا باغ ڈیم ہمارے لئے، سندھ کے لئے اور سب کے لئے ضروری ہے اور وہ اپنا ہونے کے باوجود مخالفت کرتے ہیں لیکن آپ کو یہ سن کر اس وقت بھی شاید حیرانگی ہوئی ہو گی کہ پیپلز پارٹی کے جو دو دوست ادھر بیٹھے تھے، انہوں نے اس کو ایک اور رنگ دے کر پیش کیا اور آپ نے صحیح یا غلط یہ میں اس وقت نہیں کہتا، آپ نے ان معاملات کو جو کہ ایک اہم معاملہ تھا، کو حذف کر دیا۔ اب ہوا یہ کہ ہماری پارٹی یا ہمارا لیڈر پرویز الٰہی اتنی تلخ باتیں بھی سن لیتا ہے کہ یہ سوچ نہیں سکتے۔ انہوں نے جس کے کہنے پر کل کالا باغ ڈیم کے معاملے پر مخالفت کی اور یہ کہہ کر مخالفت کی کہ میں نے صوبہ سندھ کے خلاف کوئی بات کی ہے۔ مجھے آج یہ اس معزز ایوان کے سامنے کہہ دیں کہ کالا باغ ڈیم پر ان کی پالیسی کیا ہے؟ سمیع اللہ صاحب ابھی یہ کہہ رہے تھے کہ زراعت کو بڑی ضرورت ہے، ملک کو بڑی ضرورت ہے، پنجاب کو بڑی ضرورت ہے۔ کالا باغ ڈیم تو یہ خود نہیں بننے دینا چاہتے اور یہ ان کے کہنے پر چلتے ہیں۔ ہماری پارٹی میں آپ کو بھی معلوم ہے کہ جو کچھ ہم بات چیت کر لیتے ہیں۔ پرویز مشرف صاحب نے چار چار گھنٹے میں خود عینی شاہد ہوں کہ کراچی میں بیٹھ کر ان کے وہاں جو تمام لوگ ہیں، ان سے بات چیت کی ہے، صحافیوں سے بات چیت کی ہے لیکن آج تک یہ پارٹی اپنا مؤقف اس پر کلیئر نہیں کر سکی۔ ان کے اپنے حالات یہ ہیں کہ من تیرا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو۔ کہتے یہ مجھے ہیں۔ میں تو ہر بات کہہ دیتا ہوں لیکن میں اپنی بات جو کہتا ہوں وہ positive figure میں کہتا ہوں۔ سمیع اللہ صاحب تشریف لے آئیں تو اس کا مجھے جواب چاہئے کہ کالا باغ ڈیم پر ان کا مؤقف کیا ہے؟ اصل مسئلہ تو کالا باغ ڈیم ہے۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔

شیخ علاؤالدین: Valid ہے اور اس لئے ہے کہ انہوں نے میرا نام لیا ہے۔ نہیں جناب! میں اس پر واک آؤٹ کرتا ہوں اگر میرا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے چونکہ انہوں نے میرا نام لیا ہے اور کل انہوں نے کالا باغ ڈیم کی وجہ سے چیف منسٹر کو درمیان میں کھینچا ہے اور آج اخبار میں میری وہ خبر ہے تو میں ان کو کیوں نہ کہوں۔ یہ جواب دیں ورنہ میں اس پر واک آؤٹ کروں گا۔ ان کو میں کیوں نہ کہوں یہ جواب دیں ورنہ I am going میں اس پر واک آؤٹ کروں گا۔ یہ کوئی

بات ہے؟ وہ کالا باغ ڈیم پر آج تک نہیں بولے۔ پیپلز پارٹی کالا باغ ڈیم پر اپنا مؤقف بتائے کہ کیا کہنا چاہتی ہے؟

جناب چیئرمین: دیکھیں جی، آج کسی اپوزیشن کے ممبر نے، کسی جماعت کے ممبر نے اس بجٹ کی discussion میں کیا یہ کہا ہے کہ وہ کسی ڈیم کو یا کالا باغ ڈیم کو oppose کرتے ہیں؟ تو آج چونکہ discussion ہو رہی ہے بجٹ پر تو بجٹ کے حوالے سے بات ہونی چاہئے۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! انہوں نے عجیب طریقہ استعمال کیا انہوں نے یہ کہا کہ میں نے چیف منسٹر سندھ کو کیوں کہہ دیا او بھئی! چیف منسٹر سندھ بھی ہماری ہی (ق) لیگ کا ہے۔ ان کو کیا پرابلم ہو رہی تھی اس میں۔ اصل میں ان کو مسئلہ کالا باغ ڈیم کا تھا کہ میں نے ان کو کہا، پیپلز پارٹی کالا باغ ڈیم پر اپنی پوزیشن واضح کرے کہ ان کی پوزیشن کیا ہے؟ ابھی معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ دوسرا میں آپ کو بتاؤں رحیم یار خان تک یہ سندھی بہروی میں بولتے ہیں اور رحیم یار خان سے ادھر یہ راگ موار شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی وہاں پالیسی کچھ اور ہے یہاں پالیسی کچھ اور ہے۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! شکریہ۔ آپ نے تفصیل سے اپنی بات کر لی۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! کیا چیئر کو مخاطب کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جناب! میں اس کو نہیں مانتا میں اس پر آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب چیئرمین: جی، سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین! انہوں نے کالا باغ ڈیم پر ہمارا مؤقف جاننا چاہا ہے تو یقینی بات ہے کہ اس ملک کے ڈیم ہوں، سڑکیں ہوں یا میگا پراجیکٹ ہوں ان کو بنیادی طور پر بنانا حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہیں اور سیاسی جماعتیں جو اپوزیشن میں ہوتی ہیں ان کا اپنا اپنا مؤقف ہوتا ہے۔ اب کوئی ڈیم، میگا پراجیکٹ رنگ روڈ ہے اگر ہم یہ کہیں کہ اس میں یہ یہ خامیاں ہیں اگر پنجاب حکومت کی commitment رنگ روڈ سے ہے تو وہ اس کو بنائے گی۔ ہم اس میں سو بار کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ نقشے تبدیل کر لئے ہیں انہوں نے فلاں کر لیا ہے لیکن بنیادی طور پر یہ حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

جناب چیئر مین! شیخ علاؤالدین بہت سمجھدار ہیں کالا باغ ڈیم کا جواب جو ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ میگا پراجیکٹ بنانا جیسے گوادر کا پورٹ بن رہا ہے اس میں جو بھی جس کا مؤقف ہو یعنی کسی بھی پراجیکٹ کو بنانا حکومت وقت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ سیاسی جماعتیں اس میگا پراجیکٹ کی حمایت کرتی ہیں کچھ اس کو oppose کرتی ہیں اسی طرح ڈیم کا معاملہ ہوتا ہے۔

جناب چیئر مین: چونکہ بحث ڈیم کی نہیں ہو رہی ہے بلکہ بجٹ کی ہو رہی ہے اس لئے میرا خیال ہے بجٹ پر ہی رہنا چاہئے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئر مین! مجھے قطعاً کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے اپنی پارٹی کا مؤقف پیش کرنے میں لیکن یہ بہت بہتر ہوتا اگر شیخ علاؤالدین صاحب چوہدری پرویز الٰہی کی وساطت سے، جنرل پرویز مشرف کو آج آٹھ سال ہو گئے ہیں وہ جب اپنی رٹ کو establish کرنے پر آتے ہیں جیسا کہ اکبر بگٹی کو قتل کرنا ہے۔۔۔

جناب چیئر مین: آپ اپنا مؤقف بیان کریں ان کو مشورہ نہ دیں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئر مین! اکبر بگٹی کو قتل کرنا ہے تو پیپلز پارٹی سے نہیں پوچھا جاتا، اس ملک میں کوئی اور چیز بنانی ہے، وردی کے ساتھ غیر آئینی صدر رہنا ہے تو پیپلز پارٹی کی بات نہیں مانی جاتی۔ صرف کالا باغ ڈیم ایسا ہے کہ۔۔۔

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر بحث

(۔۔۔جاری)

جناب چیئر مین: جی، آپ تشریف رکھیں، ہاؤس کی کارروائی چلنے دیں۔ میں بگو صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ سپیکر کی رولنگ ہوتی ہے اور جو بات ہوتی ہے وہ ہاؤس پر binding ہوتی ہے اگر کوئی ممبر اس کو اپنے طور پر نہیں مانتا تو اس کو کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ بہر حال وہ ان پر binding ہے کہ وہ اس کو مانیں اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اب میں بجٹ بحث کی دعوت دیتا ہوں جناب جوزف حاکم دین کو کہ وہ بحث کریں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب چیئر مین! میں ایک منٹ بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئر مین: محترمہ! ابھی آپ تشریف رکھیں ان کی تقریر کے بعد آپ کو موقع دوں گا۔

جناب جوزف حاکم دین: جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ کہ میں بھی بجٹ کے بارے میں کچھ بول سکوں۔ چودھری پرویزالٰہی وزیراعلیٰ پنجاب اور جناب حسنین بہادر دریشک وزیر خزانہ مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے فری ٹیکس بجٹ 08-2007 پیش کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ بجٹ میں لوگوں کو بہت سی سہولتیں دی گئی ہیں تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور ان کے مسائل میں کمی ہو سکے۔ فری ٹیکس بجٹ پیش کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا اس کے لئے وسائل بھی درکار ہوتے ہیں جب وسائل ہوں گے۔۔۔

جناب چیئرمین: میری ممبران سے درخواست ہے کہ یہ ان کے فرائض منصبی میں شامل ہے کہ وہ بجٹ کی بحث یا ہاؤس کی کارروائی کو پوری توجہ سے سنیں اور اس پر غور کریں۔ جی۔

جناب جوزف حاکم دین: جب وسائل ہوں گے تو عوام کے لئے سہولتیں بھی اس قدر زیادہ ہوں گی۔ پاکستان مسلم لیگ کی حکومت نے ایک اچھا بجٹ پیش کر کے عوام کے دل جیت لئے ہیں اور چودھری پرویزالٰہی وزیراعلیٰ پنجاب کے تدبر، فہم وفراست اور گڈ گورننس کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ وہ صوبہ پنجاب کی ترقی کے لئے دن رات کوشاں ہے۔ بجٹ پنجاب کے عوام کی سیاسی اور معاشی استحکام کے لئے راہیں استوار کرے گا۔ جب عوام خوشحال ہوں گے تو پنجاب کی ترقی ہوگی، اس کی مضبوطی ہوگی، معاشی واقتصادی طور پر صوبہ میں استحکام آئے گا، غربت کا خاتمہ ہوگا، عوام کا معیار زندگی بلند ہوگا اور یہ ایک اچھا اقدام ہے جو کہ خوشی کی علامت ہے۔ میں یہ بات کرتا جاؤں کہ کسی بھی ملک کی ترقی کا راز تعلیم پر ہوتا ہے۔ موجودہ حکومت نے اس شعبہ میں خطیر رقم رکھی ہے سکولوں اور کالجز کا قیام، یونیورسٹیز کا قیام، پرائیویٹ سیکٹرز میں اتنی ساری یونیورسٹیوں کی اجازت دینا اس حکومت کا کارنامہ ہے حکومت عوام کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا چاہتی ہے۔ اسی حکومت نے اساتذہ کی appointments کیں، سکولوں اور کالجوں میں missing facilities کو مہیا کرنا اسی حکومت کا کام ہے، بچوں کو کتابیں مفت دی اور فیس معاف کرنا یہ سب سہولتیں عوام کو معاشرے میں ایک باعزت شہری بنانے کے لئے ضروری ہیں۔ پرائیویٹ اداروں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ پرائیویٹ ادارے اپنے طور پر پورے صوبے میں گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں کوئی معاشرہ تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا پنجاب حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے rate of literacy میں اضافہ ہوا ہے۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبے کو بھی سامنے رکھتے ہوئے میں اتنا کہوں گا کہ ہسپتالوں کا قیام عوام کی صحت کے لئے ناگزیر ہے۔ عوام کو ہسپتالوں میں فری ادویات کا ملنا ایک نیک فال ہے اور یہ اسی حکومت کا کارنامہ ہے کہ اس نے کارڈیک سنٹرز قائم کئے، ٹراما سنٹرز قائم کئے تاکہ لوگ وہاں جا کر اپنا علاج کرا سکیں۔ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس سے پیشتر کئی حکومتیں آئیں جنہوں نے اس سیکٹرز میں بالکل کچھ کام نہیں کیا یہ پہلی حکومت ہے جس نے اس سیکٹر میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ مہلک بیماریوں سے بچوں کو بچانے کے لئے حفاظتی ٹیکوں کا انتظام کرنا اس حکومت کا کام ہے۔ ایگریکلچر کے شعبے کو دوام بخشنے کے لئے ساڑھے بارہ ایکڑ زمین پر ٹیکس کی معافی، کاشتکاروں کے لئے اجناس کی امداد میں اضافہ، یکساں آبیانہ مقرر کرنا اس حکومت نے کیا ہے اور ایک لاکھ سے زیادہ بے زمین کسانوں کو زمینیں بھی دینا اس حکومت کا کام ہے۔

جناب چیئرمین! میں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس پٹرولنگ پوسٹ قائم کرنا بھی اسی حکومت کا یہ سارا کام ہے تاکہ عوام محفوظ ہو اور ان کے سفر میں سہولت ہو اور وہ بغیر کسی خوف کے سفر کر سکیں۔ غرض کہ ہر شعبہ زندگی میں خاطر خواہ رقم رکھی گئی ہے جو پنجاب کے عوام کی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ یہاں یہ بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ سیالکوٹ لاہور موٹروے کا منصوبہ ترقی کی راہیں کھولے گا اس منصوبے کے حوالے سے تین صنعتی زون قائم کئے گئے ہیں۔ تین غیر ملکی سائنس اور ٹیکنالوجی کی یونیورسٹیاں اسی روڈ پر، اسی شاہراہ پر اور اسی موٹروے پر قائم ہوں گی تو اس منصوبے سے ترقی کی راہیں کھلیں گی۔ یہ منصوبہ حکومت پنجاب کی ترقی کا ضامن ہے۔ چودھری پرویز الٰہی وزیراعلیٰ پنجاب نے ہر شعبہ زندگی میں بھرپور انداز سے خیال رکھا ہے تاکہ کوئی شعبہ بغیر ترقی کے نہ رہ سکے۔ میں تو یہاں تک بھی کہوں گا کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے ہر شعبہ زندگی کے لوگوں کا خیال رکھا ہے۔ اکثریتی عوام کے ساتھ اقلیتوں کو بھی ترقی سے نوازا ہے۔ ہر اقلیتی ایم پی اے کو پچاس لاکھ روپے کی رقم ہر سال دی تاکہ وہ اقلیتی عوام کو فلاح و بہبود اور ترقی کی طرف گامزن کر سکیں۔ اس کے علاوہ تین کروڑ روپے کی خطیر رقم جو دوسرے ایم پی اے صاحبان کو دی وہ اقلیتی نمائندوں کو بھی دی ہے۔ میں اس floor پر وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کا اقلیتی عوام کی طرف سے شکر گزار ہوں جنھوں نے اقلیتی عوام کی فلاح و بہبود اور ان کی ترقی کے لئے اتنی خطیر رقم دی تاکہ ہم ان کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کر سکیں۔ اقلیتیں وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی اور چودھری شجاعت حسین صدر پاکستان مسلم

لیگ کے شکر گزار ہیں کہ جنھوں نے ہر سطح پر اقلیتوں کے مفادات کا خیال رکھا ہے اور ان کی مدد فرمائی۔اس بجٹ میں ایک ارب روپیہ اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے رکھا گیا ہے۔اسی کے ساتھ پانچ سو ملین خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے رکھا ہے۔میں امید کرتا ہوں کہ میری بہن ایم پی ایز جو ہیں وہ اس بجٹ میں سے اپنی بیوہ خواتین کے لئے بھی رقم مختص کریں گی۔چودھری پرویز الٰہی وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر اقلیتی یونٹ قائم کر دیئے گئے ہیں تاکہ اقلیتی عوام جنرل الیکشن میں اپنے ووٹ کا استعمال پاکستان مسلم لیگ کے لئے کریں۔اقلیتیں جناب جنرل پرویز مشرف صدر پاکستان کی کوششوں کو سراہتی ہیں جو پاکستان کے استحکام،اس کی ترقی اور اس کو مضبوط سے مضبوط بنانے کے لئے کر رہے ہیں۔اقلیتیں انہیں یقین دلاتی ہیں کہ وہ ہر قدم پر جناب جنرل پرویز مشرف صدر پاکستان کے ساتھ ہیں۔

جناب چیئر مین!پنجاب کی حکومت نے تنخواہوں میں پندرہ فیصد سرکاری ملازموں کا جو اضافہ کیا ہے یہ ایک اچھا اقدام ہے۔پانچ سو روپیہ ساڑھے چھ لاکھ غریب خاندانوں میں بھی امداد کے طور پر استعمال ہو گا۔

جناب چیئر مین: wind up کریں۔

جناب جوزف حاکم دین: جی، میں wind up کرتا ہوں۔صرف ایک دو منٹ مجھے مزید دے دیں۔کچی آبادیوں کی رجسٹریشن کی میعاد بڑھا کر 1985 سے 2006 تک جو ہے یہ اکیس سال کا دورانیہ بنتا ہے، یہ ایک نیک قدم اٹھایا ہے۔زیادہ لوگوں کو مالکانہ حقوق ملیں گے اور ان کے علاقوں میں اچھے کام ہوں گے۔یہ کارنامہ صرف اور صرف وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کا ہے۔ چودھری پرویز الٰہی کے لئے میرے پاس ایک شعر ہے۔شاعر مشرق سر علامہ اقبال کا شعر ہے کہ:

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

جناب چیئر مین: جی، شکریہ

جناب جوزف حاکم دین: جناب چیئر مین!ایک منٹ مجھے دے دیں۔میں wind up کرتا ہوں۔ غریب لوگوں کو دیہی علاقوں میں دو کنال زمین مفت دینا بھی اسی حکومت کا کارنامہ ہے۔چھوٹے کاشتکاروں کو خصوصی قرضے بھی ملیں گے۔میں آخر میں یہ کہوں گا کہ یہ ایک عوام دوست اور

غریب دوست بجٹ ہے۔ دوبارہ وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ کو ایک بہترین بجٹ پیش کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

آخر میں وزیر قانون جناب محمد بشارت راجہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جب بھی اقلیتی عوام کے حوالے سے مسائل ان کے سامنے پیش کئے تو انھوں نے خصوصی توجہ دی اور انہیں حل کیا۔ وزیر خزانہ کے لئے پنجاب کے عوام کی طرف سے میں ایک درخواست کرتا ہوں کہ فیڈرل میں تو ٹیچرز کے لئے ٹیچنگ الاؤنس کا اضافہ کیا گیا کیونکہ They are the makers of minds and souls. We should respect our teachers. ہمیں اپنے ٹیچرز کا احترام کرنا چاہئے۔ میں وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ ان کے لئے ٹیچنگ الاؤنس کا بندوبست کیا جائے بلکہ ان کو ٹیچنگ الاؤنس دیا جائے۔ شکریہ کہ آپ نے میری تقریر کو سنا اور مجھے وقت دیا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، مصباح صاحبہ! آپ کچھ کہنا چاہ رہی تھیں؟

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹیز جو بنائی جاتی ہیں وہ اسمبلی کے بزنس کی مدد کے لئے بنائی جاتی ہیں اور یہ اس وقت activate ہوتی ہیں جب اسمبلی کی طرف سے کوئی بزنس ان کی طرف refer ہوتا ہے لیکن اب ساڑھے چار سال ہو چکے ہیں اور بہت ساری کمیٹیز ایسی ہیں کہ جب ان کا ایک دفعہ چیئرمین منتخب ہوتا ہے تو اس کے بعد سے آج تک ان کا کوئی اجلاس نہیں ہو سکا۔ میری یہ درخواست ہے کہ اب جو آگے تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے، جس طرح قومی اسمبلی میں suo moto ایکشن لے کر اسمبلی کی کمیٹیز اپنا اجلاس بلا سکتی ہیں اسی طرح آپ رولنگ دے دیں کہ آئندہ جو وقت رہ گیا ہے اس میں یہاں کی کمیٹیز کے جو چیئرمین اور چیئرپرسن ہیں وہ suo moto ایکشن لے کر کمیٹی کے اجلاس بلا سکیں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، شکریہ۔ رولز کے خلاف رولنگ چیئرمین نہیں دے سکتا۔ بہر حال اگر آپ چاہتی ہیں کہ ایسی کمیٹیاں جن کا کوئی بزنس نہیں ہے جس کی وجہ سے میٹنگ نہیں ہو سکی تو آپ 28 اور 29۔ تاریخ کو جو پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے اس میں ان کمیٹیوں کے بارے میں کوئی ریزولیوشن، کوئی ایسا کام ہاؤس میں پیش کر دیں تو ان کو کام مل جائے گا۔ پھر ان کی میٹنگ ہو جائے گی۔ شکریہ

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین!۔۔۔

جناب چیئرمین: جی، سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین! میں محترمہ کی بات جو کہ انھوں نے یہاں کی ہے اس کی بھرپور تائید کرتا ہوں کہ انھوں نے بالکل درست point raise کیا ہے لیکن ایک گزارش کروں گا کہ اس ہاؤس کو اور موجودہ حکومت کو تقریباً ساڑھے چار سال ہو گئے ہیں۔ اب وہ کمیٹیاں جن کا صرف ایک اجلاس ہوا، اب حکومت کا جو مقصد نظر آتا ہے وہ یہی ہے کہ ایسی کمیٹیوں کا پہلا اجلاس ہو، اس میں چیئرمین چنا جائے، اس کو گاڑی مل جائے، اس کو مراعات مل جائیں اور اس کے بعد جیسے انھوں نے کہا ہے کہ چار سال میں ان کا کوئی بزنس نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت نے یہ کمیٹیاں جن کا چار سال میں کوئی اجلاس نہیں ہوا اس لئے بنائی ہیں کہ کچھ لوگوں کو نوازا جاسکے۔

جناب چیئرمین: خان صاحب! آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر جو ہے اس کو تو میں پہلے decide کر چکا ہوں کہ بزنس آپ ممبر حضرات جو دیں گے تو پھر اس کے مطابق کمیٹی کام کرے گی۔ اس کے پاس بزنس ہو گا تو میٹنگ ہو گی اس لئے آپ اگر چاہتے ہیں کہ کوئی کمیٹی جس نے کوئی کام نہیں کیا ہے، جس کے پاس بزنس نہیں ہے تو اس کو آپ اس ہاؤس میں کوئی بزنس provide کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! بزنس تو اس ہاؤس سے approve ہوتا ہے، اب جب ہاؤس سے کوئی بزنس نہیں جائے گا، ویسے وہ جو کمیٹی ہے، اس نے یہ recommend کیا ہے، میں نے یہ amendment دی تھی اور کمیٹی نے مہربانی کی کہ میری اس amendment کو accept کیا ہے کہ suo moto کا اختیار دیا گیا ہے جس طرح قومی اسمبلی میں دیا گیا ہے۔ وہ آپ نے جو مہربانی کی ہے کہ اگلے اجلاس میں ہر صورت اس کمیٹی کی رپورٹ پیش کر دی جائے تاکہ یہ اسمبلی approve کرے۔ یہ بہت اچھی بات ہے، اللہ کرے اگلا اجلاس ہو جائے، کوئی اور افواہیں سننے میں آ رہی ہیں لیکن اگر اگلا اجلاس ہو گیا تو پھر ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: انشاء اللہ۔ جی، عظمیٰ بخاری صاحبہ کچھ کہنا چاہ رہی ہیں؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب چیئرمین! بالکل ابھی جیسے بجٹ کی تقریریں آج ہم سارے دن کی سن رہے ہیں، کل بھی سنا، پرسوں بھی سنا، جس طرح حکومت کی کارکردگی بیان کی جا رہی ہے اور حکومت کی کارکردگی کے جو دعوے کئے جا رہے ہیں اس میں ایک کریڈٹ میں گورنمنٹ کو اور دینا چاہتی ہوں اور اس کریڈٹ کا جو گواہ اور ضامن ہے وہ یہ پنجاب اسمبلی کی بلڈنگ ہے۔ یہاں بہت سی

اسمبلیاں آتی اور جاتی رہیں۔ اس ہاؤس کے اندر بہت لوگ آئے اور گئے لیکن اس اسمبلی کی یہ کارکردگی بھی ان کے credit میں ہے کہ اس اسمبلی میں اتنے بڑے بڑے جھوٹ بولے گئے، اتنی بڑی غلط بیانیوں سے کام لیا گیا کہ اسمبلی کی چھت کے اوپر دراڑیں پڑ گئی ہیں جس کو اخباروں نے quote کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس حکومت کی کارکردگی اور ان کے جھوٹوں کو اب پنجاب اسمبلی کی چھت بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ میں اس پر حکومت کو مبارکباد پیش کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین: میں محترمہ اور باقی تمام ممبران سے یہ کہوں گا کہ کسی بھی ممبر کے متعلق اس قسم کے ریمارکس نہ دیئے جائیں۔ اگر آپ اپنے ساتھیوں کے متعلق ایسی بات کہیں گے کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں یا انھوں نے یہ جھوٹ بولا یا ان کے جھوٹ کی وجہ سے یہ ہو رہا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب! جھوٹ کی بجائے غلط بیانی کا لفظ استعمال کر لیا جائے۔

جناب چیئرمین: اگر آپ غلط بیانی کہیں تو اس کا بھی وہی مطلب ہے۔ آپ سب معزز ممبران ہیں قطع نظر اس سے کہ آپ کا تعلق کس پارٹی سے ہے اور دوسرے ممبرز کس پارٹی سے ہیں۔ آپ سب ایک community ہیں اور آپ ایک طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا آپ اپنے طبقے کو degrade کرنے کی بات نہ کریں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ اس سے آپ کارروائی میں مخل ہوتے ہیں اور جس سے غیر ضروری delay بھی ہوتی ہے۔ اب میں شیخ اعجاز صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی بجٹ تقریر شروع کریں۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! شکریہ کہ آپ نے مجھے بجٹ پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ پنجاب اسمبلی کا یہ پانچواں بجٹ جو یہاں پر پیش ہو چکا ہے اور ہمارے معصوم وزیر خزانہ نے پہلے چار بجٹ پیش کئے ہیں اور آج یہ انھوں نے پانچواں بجٹ پیش کیا۔ کھربوں روپے کا یہ پانچواں بجٹ جو کہ انھوں نے صوبہ پنجاب کے مظلوم، محکوم اور بنیادی سہولتوں سے بے بہرہ عوام کو دیا ہے۔ ٹریژری بنچز کی جو حالت ہے وہ کچھ یوں ہے:

ہمیں تو گردشِ حالات پر رونا آیا
رونے والے تجھے کس بات پر رونا آیا

جناب چیئرمین! اپوزیشن کے بارے میں تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کے حالات گردش میں رہتے ہیں لیکن یہاں پر وزراء کا بھی عجیب عالم ہے۔ جو سرکاری سواریاں ہیں ان کو جتنا خوف اس وقت ہے شاید پہلے کبھی نہ تھا۔ یہ صرف اس کے جو measures تھے وہ opt کر لیتے تو وہ جہاز سے چھلانگیں نہ لگاتے بلکہ صرف seat belts باندھ لیتے تو ان کا گزارا ہو جاتا تھا لیکن وزراء جو ہیں وہ بھاگے پھرتے ہیں، پریشان حال ہیں کیونکہ یہ بجٹ ان کا آخری بجٹ ہے اور ملک کے جو معروضی و سیاسی حالات ہیں وہ اس قدر دگرگوں ہیں کہ آنے والا وقت ان کے لئے شرمندی اور پریشانی کا سامان لے کر آنے والا ہے۔ اس سے زیادہ ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! اگر آپ گزشتہ سات سالوں کی مہنگائی بالعموم اور گزشتہ تین سالوں کی مہنگائی کو بالخصوص ماپیں تو آپ کو حالات کا اندازہ ہو جائے گا اور پھر گزشتہ تین ماہ کی مہنگائی کو دیکھیں تو آپ اور اس پورے معزز ایوان کو اس بات کی سمجھ آ جائے گی کہ تنخواہوں میں اضافہ صرف 15 فیصد ہوا ہے جبکہ مہنگائی 200 فیصد بڑھی ہے۔ گزشتہ تین ماہ کے آپ فگرز اٹھا کر دیکھ لیں۔ ہماری جو basic needs ہیں ان میں کتنا ہوشربا اضافہ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد تنخواہوں میں صرف 15 فیصد اضافہ کرنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ مذاق اڑایا گیا ہے۔ کل وزیر قانون صاحب نے یہ فرمایا کہ جی -/500 روپے ایک مزدور کو دینے کی بات کر رہے ہیں۔ ان کو چاہے -/5 روپے ہی دے دیئے جائیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہمارے ملک کا مزدور، ہمارے ملک کا کسان صبح سے لے کر شام تک ان ایوانوں کے لئے اور ملک پاکستان کی معیشت کو بہتر کرنے کے لئے اپنا خون اور پسینہ بہاتا ہے۔ ہمارے وزیر قانون ان کی تضحیک اس لہجے میں کرتے ہیں کہ ان کو اگر بھکاریوں کی طرح -/5 روپے بھی دے دیئے جائیں تو کوئی بات نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! ملک پاکستان کے عوام، ملک پاکستان کے لوگ، صوبہ پنجاب کے لوگ موجودہ حکمرانوں سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ سات سالہ دور اقتدار میں ہمارے لئے کیا کیا گیا ہے؟ یہاں پر اس سے قبل بات ہوئی جس پر چیئر نے یہ ارشاد فرمایا کہ جی یہاں پر dignitaries کے بارے میں بات نہیں ہو سکتی۔ آپ ان dignitaries کا حوالہ نہ دیں تو جناب! اگر میرے صوبہ کے وزیر خزانہ کسی dignitary کا اس انداز سے اپنی تقریر میں ذکر کریں گے تو پھر اپوزیشن بنچز سے اس کا reaction آنا یا اس پر بات ہونا معیوب نہیں ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوئی مقدس گائے نہیں ہے کہ جن کے بارے میں بات نہیں ہو سکتی۔ یہ آپ وزیر خزانہ صاحب کی تقریر

کا دوسرا point ملاحظہ فرمائیں۔انھوں نے فرمایا ہے کہ "مجھے یہ کہنے دیجئے کہ اس کا سہرا جنرل پرویز مشرف کی مدبرانہ قیادت و جمہوری روایات سے وابستگی،انتظامی و معاشی حکمت عملی پر ہے" یہ ان کی تقریر کے الفاظ ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ اگر یہ فرماتے کہ مجھے کہہ لینے دیجئے یا اگر یہ کہنے کا حوصلہ نہیں رکھتے تو ہم الحمد للہ رکھتے ہیں تو پھر مجھے ہی کہہ لینے دیجئے کہ جنرل پرویز مشرف کی مدبرانہ قیادت کی بجائے اگر وہاں پر یہ add کیا جائے کہ "ان کی ظالمانہ قیادت" تو یہ انتہائی قرین انصاف اور حقیقت کے قریب ہوگا۔"ظالمانہ قیادت، بزدلانہ قیادت" اور ان کی جمہوری روایات سے وابستگی نہیں ہے بلکہ ان کی وابستگی تو صرف جرنیلی روایات سے ہے۔

محترمہ شاہینہ اسد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ساری بات سننے کے بعد جو بات قابل اعتراض ہوگی میں اسے کارروائی سے خود ہی حذف کر دوں گا۔ ہاؤس میں سب کو اجازت ہے کہ وہ جو بات کہنا چاہیں کہیں۔اگر کوئی ایسی بات ہوتی ہے کہ جو ہاؤس میں نہیں کہی جا سکتی تو اس پر میں اپنی رائے دوں گا۔ آپ سنیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! شکریہ۔میں آپ کا مشکور ہوں،یہ جو ہماری خاتون ممبر کھڑی ہوئی تھیں،صرف یہ ریکارڈ کروانے کے لئے کہ وہ جنرل پرویز مشرف کی پالیسیوں کی بڑی حامی ہیں۔ جب میں آگے چلوں گا اور اگر ہماری حکومتی خواتین ممبرز کا ضمیر جاگ رہا ہوگا تو وہ لازمی اس بات کو acknowledge کریں گی۔تو میں بات یہ کر رہا تھا کہ یہاں پر لکھا ہوا ہے کہ "جنرل پرویز مشرف کی مدبرانہ قیادت و جمہوری روایات سے وابستگی" اگر یہاں پر یہ add کر لیا جائے کہ "ظالمانہ قیادت، منافقانہ قیادت اور بزدلانہ قیادت" اور اس کے بعد آگے لکھا گیا ہے کہ "جمہوری روایات سے وابستگی" یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ ایک جنرل کبھی جمہوری روایات کا پاسدار ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں ہو سکتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تربیت ہی ایسی ہوتی ہے۔

(اذان ظہر)

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ پانچ منٹ avail کر چکے ہیں اور پانچ منٹ باقی ہیں۔اگر آپ نماز کے بعد تقریر کر لیں تو بہتر ہوگا۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں کوشش کروں گا کہ نماز سے پہلے wind up کر لوں۔

جناب چیئر مین: آپ پانچ منٹ میں اپنی تقریر مکمل کر لیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئر مین! براہ کرم پانچ منٹ کی قدغن نہ لگائیں چونکہ پانچ منٹ میں تو تقریر نہیں ہو سکے گی۔ اگر آپ حکم فرماتے ہیں تو نماز کے وقفے کے بعد تقریر کر لوں گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ابھی نماز ظہر کے لئے وقفہ کیا جائے۔

جناب چیئر مین: جی، اب وقفہ برائے نماز ظہر کیا جاتا ہے۔ آدھ گھنٹہ کے بعد پھر ہاؤس کی کارروائی شروع کی جائے گی۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے ایوان کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے وقفہ کے بعد جناب چیئر مین جناب نذر فرید کھوکھر
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئر مین: شیخ اعجاز صاحب! اپنی تقریر کو جاری رکھیں۔

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب چیئر مین! نماز ظہر کے وقفے سے قبل جرنیلی روایات اور ظالمانہ قیادت کی بات ہو رہی تھی تو میں وہیں سے اپنی بات شروع کرتا ہوں۔

جناب چیئر مین! میں نے جو اپنی گزارشات یہاں پر رکھی ہیں اور میں نے اگر یہ بات کہی ہے تو مجھے یہ کہنے دیجئے تو میں یہ بات on the floor of the House ثابت بھی کرتا ہوں کہ کیا یہ جنرل مشرف کی ظالمانہ قیادت نہیں تھی اور ہمارے لئے کتنے افسوس اور شرم کی بات ہے کہ آرٹیکلز لکھے گئے انٹرنیشنل میڈیا چیختا رہا پکارتا رہا اور یہ کہا گیا کہ پاکستان وہ ملک ہے جس میں چیف جسٹس آف پاکستان انصاف کا طالب ہے اور چیف آف دی آرمی سٹاف اپنے دفاع کا طالب ہے۔

جناب چیئر مین! اس سے زیادہ شرمندگی کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ Justice for Chief Justice کا نعرہ جس ملک کے اندر لگ جائے اور وہ جابرانہ منافقانہ اور ظالمانہ قیادت نہیں تو کیا ہے کہ جس قیادت نے اسلام آباد میں بیٹھ کر ایم کیو ایم جو کہ ملک کی منظم دہشت گرد تنظیم ہے وہ کسی جماعت کا نام نہیں وہ کسی سیاسی جماعت کا نام نہیں بلکہ وہ سیکٹر کمانڈروں کی وہ ٹیم ہے جس نے پورے کراچی کو خون میں نہلا دیا اور ایک طرف کراچی کی سڑکوں پر ملک پاکستان کے معصوم عوام کا خون بہایا جا رہا تھا اور دوسری جانب اسلام آباد کی شاہراہ دستور پر موجودہ حکمران ہارس اینڈ کیٹل شو منعقد کرتے ہیں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہاں پر لوگوں کا جم غفیر تھا یا وہاں پر ریلی تھی۔

محترمہ ماہا راجہ ترین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، بی بی!

محترمہ ماہا راجہ ترین: جناب چیئرمین! ہارس اینڈ کیٹل شو کے الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔ وہاں پر معزز اراکین اسمبلی بھی موجود تھے اور اس ایوان کا جو استحقاق ہے وہ مجروح ہوتا ہے کہ وہاں پر جو جم غفیر تھا، جو عوام کا ایک جلسہ تھا کروڑوں لوگ وہاں پر آئے ہوئے تھے۔ اس کو یہ ہارس اینڈ کیٹل کہنا چاہتے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں نے جو الفاظ ہارس اینڈ کیٹل شو استعمال کئے ہیں میں اس کو بھی یہاں categorically ثابت کرتا ہوں۔ میں کوئی بات ایسی نہیں کروں گا جو میں ثابت نہ کر سکوں۔

جناب چیئرمین: آپ topic سے متعلق بات کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میری گزارشات یہ ہیں کہ میں نے ہارس اینڈ کیٹل شو کے الفاظ استعمال کئے ہیں وہاں پر جس طرح بندوں کو خرید کر لوگوں کو پٹواریوں کے ذریعے، تحصیلداروں کے ذریعے اور علاقہ کے ایس ایچ اوز کے ذریعے گاڑیوں میں بھر کر وہاں پر لایا گیا۔ اگر وہ ہارس اینڈ کیٹل شو نہیں تھا تو اور کیا ہے کہ ملک پاکستان کا صدر اور شیدا ٹلی وہاں پر تقریر کر رہا ہے اور قوم کا منہ اس طرف ہے اور دوسرے کا منہ اس طرف ہے تو اس کی تقریر پر کوئی کان نہیں دھر رہا اور وہاں پر مکے لہرائے گئے یہ نظارہ میڈیا نے وہاں پر دکھایا اور جب صدر پاکستان۔۔۔

جناب محمد ایوب خان سلدیرا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، ایوب صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب محمد ایوب خان سلدیرا: جناب چیئرمین! میرے بھائی جس جذباتی انداز میں تقریر فرما رہے ہیں میں نے پہلے بھی آپ کی وساطت سے یہاں گزارش کی تھی کہ یہ بجٹ پر discussion ہو رہی ہے، باقی تمام معاملات جو گورنمنٹ کے ہیں اگر اپوزیشن اس کو discuss کرنا چاہتی ہے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن متعلقہ موضوع پر جس دن ہاؤس میں اجازت ہو اس دن وہ ضرور کریں لیکن اب بجٹ کے حوالے سے بات کریں اور موضوع کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ یہ بجٹ پر تقریر ہے لیکن ان کا اپنا ٹائم دس منٹ ہے اس میں اگر وہ بجٹ کے علاوہ کچھ اور کہتے ہیں تو وہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، یہ ان کی اپنی مرضی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! ہمارے بھائی نے پرسوں بھی پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ یہ جو بجٹ سے ہٹ کر بات کر رہے ہیں یہ رولز کے خلاف ہے۔ میں بتاتا ہوں کہ ایک رولز ہوتے ہیں اور ایک روایات ہوتی ہیں تو یہاں پر ہماری جو روایات ہیں وہ یہی ہیں کہ بجٹ تقریر ایک ایسی تقریر ہوتی ہے جس میں ہر issue پر فاضل ممبر اپنا اظہار رائے کرتے ہیں۔ جب یہ بھائی اپنے موقع پر بولیں گے تو یہ ہر قسم کی بات کریں، جس جس ممبر پر یہ اعتراض کرنا چاہتے ہیں اعتراض کریں لیکن یہ ہمارے ہاؤس کی روایات ہیں اور انہی روایات کو ہمیں اپنانا چاہئے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میرے بھائی نے کہا کہ آپ بجٹ پر رہیں تو میں ان کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ جب ملک پاکستان کا ڈکٹیٹر حکمران اسلام آباد کی سڑکوں پر اپنی B ٹیم کے ذریعے جو کراچی میں خون کی ہولی کھیلے گا تو پھر facts and figures بے معنی ہو جائیں گے۔ پھر یہ نہیں ہو گا کہ ان ضخیم کتابوں میں کیا لکھا ہے اور وہاں پر کیا ہو رہا ہے؟ کیا یہ بجٹ کی بات نہیں ہے کہ 275۔ارب روپے ڈیفنس کے بجٹ میں اضافہ کیا گیا ہے، پولیس کی مد میں آپ نے اربوں روپے کا اضافہ کیا ہے، ان کو یہ ساری تنخواہیں قوم کے خون اور پسینے کی کمائی کے ساتھ دی جاتی ہیں اور جب آپ پولیس کو یہ حکم دیں گے کہ آپ نے ایم کیو ایم کو بالکل ہاتھ نہیں لگانا۔ آپ نے یا میرے کسی بھائی نے یہ دیکھا ہے کہ ایم کیو ایم کے جھنڈے لے کر وہاں کے دہشت گرد لوگ سول ایوی ایشن اتھارٹی کو بھی چیلنج کر دیں اور ائر پورٹ کے اندر گھومتے پھریں۔ کیا سندھ پاکستان کا حصہ نہیں ہے، کیا وہاں پر صوبائی اسمبلی کام نہیں کرتی، کیا انہوں نے پولیس کے لئے بجٹ نہیں رکھا تھا؟ تو اسی بجٹ میں تنخواہیں لے کر جنہیں قوم اور ہمارے لوگوں کی حفاظت کرنی تھی لیکن انہوں نے تنخواہیں لینے کے باوجود اپنے فرائض سے کوتاہی برتی اور اس دن کوئی writ of the Government نہیں تھی۔ آج ٹی وی کے اوپر چھ گھنٹے مسلسل فائرنگ دکھائی گئی، پورے میڈیا

نے یہ دکھایا ہے، انٹرنیشنل میڈیا میں ہماری سب کی ہوئی تو یہ کیا بجٹ سے متعلقہ نہیں ہے؟

جناب چیئر مین! آئیں خزانے کو تقسیم کرنے کی روایت میں آپ کو بتاتا ہوں۔ چلیں آپ چشم تصور کو واہ کیجئے اور خزانے کو تقسیم کرنے کے لئے ایک خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں چلئے اور دیکھئے کہ ان کے بچوں کی عید کے لئے ان کے پاس کپڑے نہیں ہیں توان کی بیوی یہ کہتی ہے کہ خلیفہ محترم! آپ یہ کریں کہ آپ خزانے سے دو ماہ کی ایڈوانس تنخواہ لے لیں تاکہ ہمارے بچوں کے کپڑے آسکیں اور ہم اپنے بچوں کی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں تو خلیفۃ المسلمین جو ایک بہت بڑی ریاست کو govern کر رہے تھے تو وہ بیت المال کے محافظ کے پاس جاتے ہیں اور محافظ سے کہتے ہیں کہ میرا گزارا تنخواہ سے نہیں ہوتا اور عید سر پر ہے تو براہ مہربانی آپ مجھے دو ماہ کی ایڈوانس تنخواہ دے دیں تو پھر محافظ خزانہ خلیفہ کو پاس بٹھاتا ہے اور بڑے ادب سے یہ گزارش کرتا ہے کہ جناب خلیفہ محترم! یہ جو آپ فرما رہے ہیں، آپ کو اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ آپ دو ماہ زندگی بسر کر سکیں گے، آپ دیکھیں کہ ایک طرف تو یہ عالم ہے اور دوسری طرف عالم یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب جہاز خرید رہے ہیں اور کروڑوں روپیہ ایوان صدر اور وزیر اعظم ہاؤس پر لگانے کی بات کی جارہی ہے۔ اگر مجھے کوئی حلقے کا بندہ، مظلوم، پسا ہوا پنجاب کا رہنے والا باہر رو کر یہ کہتا ہے کہ میرا پیغام اپنی اسمبلی میں دیجئے، میرا پیغام جناب چیئر مین کو دیجئے، میرا پیغام آپ منتخب لوگوں کو دیجئے اور کہئے کہ یہ جو ظلم روا رکھا جارہا ہے اس سے بچائیں۔ پہلے جو بجٹ آیا اس میں انہوں نے جو گل کھلائے وہ آپ کے سامنے ہیں۔

پہلوں کہیڑا ظلم توں گھٹ کیتا سی
تھے چھج وچ پا کے سانوں چھٹ دتا ای
کھلی دے وانگ ساڈی منج کٹی او
تے بجھیاں دے بھیڑ وانگوں وٹ دتا ای
تے پہلے آپ آساں دی پنیری بیج کے اک اک بوٹا فیر پٹ دتا ای
تے دتا سی رمال جو قرآن چک کے

[*******] اس کے بارے میں، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ:

* بحکم جناب چیئر مین الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

کھیڑیاں دے نال ہیرے راضی ہو گئی ایں
تے تھک کے زمین اتے چک لتا ای

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب چیئرمین! ان کے یہ الفاظ حذف کئے جائیں۔

جناب چیئرمین: کسی معزز رکن کے متعلق یا صدر پاکستان کے متعلق indecent اور جو غیر پارلیمانی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کو حذف کیا جاتا ہے۔جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! ہماری تقریریں گزشتہ ساڑھے چار سال سے حذف ہوتی آ رہی ہیں۔

جناب چیئرمین: صرف لفظ حذف ہوتے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ اگر آج بھی آپ نے ہم پر یہ مہربانی فرما دی ہے تو کوئی بات نہیں۔یہ جو جمہوریت کے اوپر قدغنیں لگائی جا رہی ہیں اور یہ جو ملک پاکستان کے عوام پر ظلم ڈھایا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! میں آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آپ کے دس منٹ مکمل ہو گئے ہیں پلیز دو منٹ میں wind up کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ ٹائم ہمارا پورا نہیں ہوا بلکہ ٹائم تو چودھری ظہیر صاحب کا پورا ہو چکا ہے۔

جناب چیئرمین: نومبر میں سب کا پورا ہو جائے گا۔

شیخ اعجاز احمد: ان کا ٹائم پورا ہو چکا ہے۔آپ یقین مانیں کہ یہ بے چارے چھپتے پھر رہے ہیں اور ان کے Boss نے جو خون کی ہولی کراچی میں کھیلی ہے، مجھے آپ یہ بتائیں کہ جتنا مرضی یہ وفاقی بجٹ پیش کر لیں، اربوں روپے کا بجٹ ان پینتالیس خاندانوں میں تقسیم کر دیں تو کیا کسی کا بیٹا واپس آ سکتا ہے، کیا کسی کا سہاگ جو لٹ چکا ہے جس کو جنرل مشرف کے کہنے پر سیکٹر کمانڈروں نے گولیاں ماری ہیں کیا اس عورت کا سہاگ واپس آ سکتا ہے، کسی ماں کا وہ بیٹا جو تڑپتا رہا اور اس کو اٹھانے کے لئے کوئی نہیں آیا کیا وہ واپس آ سکتا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، چودھری ظہیر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: ان کو محترمہ کی بات یاد نہیں کہ وہ گاڑی کے اندر بیٹھے ہوئے شہریوں پر فائرنگ کروا رہی تھی۔ یہ ہم سے وہ باتیں یہاں پر کروانا چاہتے ہیں لیکن ہم نہیں کرنا چاہتے چاہے میری بات کو حذف کر دیں لیکن یہ کس قسم کے باعزت اور باغیرت لوگ ہیں کہ وہ ان کو کہتی ہیں کہ میں ان کی شکل دیکھنا نہیں چاہتی، میں ان کے ساتھ بیٹھنا نہیں چاہتی۔ یہ ان کی گولیاں چلانے کی وکالت کر رہی ہیں۔

جناب چیئر مین: بگو صاحب آپ سے اور معزز اراکین اسمبلی سے درخواست ہے کہ ہاؤس کی کارروائی کو چلنے دیں اور یہ غیر ضروری گفتگو ہے اس کو بند کیا جائے۔ شیخ صاحب کی تقریر ختم ہو لینے دیں وہ wind up کر رہے ہیں۔ جی، شیخ صاحب! wind up کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئر مین! میں نے چودھری صاحب کو ایک مرتبہ پہلے بھی مبارکباد دی تھی کہ انہوں نے وہاں پر پہلا سیکرٹریٹ کھولا تھا اور انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہاں مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں جناب! ان کو وردی سمیت اور بغیر وردی کے بھی قبول کرنے کو تیار ہوں۔ یہ تو ماشاء اللہ ایک پولیٹیکل پارٹی کے صوبہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری ہیں اور ان کا عالم یہ دیکھیں کہ یہ کہتے ہیں کہ میں اب بھی کہتا ہوں۔ ہمیں ان کے حال پر رونا آرہا ہے۔ ان کی حالت یہ ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! پوائنٹ آف آرڈر۔ ہاؤس کا وقت بڑا قیمتی ہے اس کو ضائع نہ کریں۔ چودھری ظہیر الدین صاحب تیسری دفعہ interrupt کر رہے ہیں۔ چار دن ہو گئے ہیں اور یہ ان کی بدقسمتی ہے کہ آپ نے بھی ان کو وارننگ دی، جناب سپیکر نے بھی پان کو وارننگ دی۔ اس کے باوجود ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہو رہی۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ انہیں گھنٹے کے لئے ہاؤس سے باہر بھجوا دیں۔

جناب چیئر مین: بگو صاحب! آپ سب لوگ صاحب رائے ہیں اور اپنی رائے جو آپ قائم کرتے ہیں اس پر سپیکر اثر انداز نہیں ہو سکتا، چیئر مین اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنی رائے اپنے تک محدود رکھیں اور ہاؤس کی کارروائی چلنے دیں۔ شکریہ۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب چیئر مین! بات وہی ہے جو میں نے آج اپنی تقریر میں کی تھی کہ یہ بے چارے اتنے پریشان حال ہیں اور ان کو پتا ہے اور یہ کہتے ہیں جمہوری انداز سے انہوں نے آنا ہے تو ان کے ایوانوں میں کھلبلی مچی ہوئی ہے کبیر واسطی سے لے کر اور (ق) لیگ کا جو حال ہے اور جب

جنرل نے یہ بات کہی تھی کہ لوٹو تمہیں میں نے اتنی مراعات دیں، تمہیں میں نے اتنا کچھ دیا اور ایک ہزار[***] ہونے کے باوجود تمہیں میرا دفاع نہیں کرنا آیا۔ کیا ان کی پارلیمانی پارٹی میں صدر پاکستان نے یہ تقریر نہیں کی۔ یہ باتیں on record ہیں۔

جناب چیئرمین: غیر پارلیمانی الفاظ حذف کئے جاتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آپ تقریباً سارے الفاظ حذف کئے جا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: صرف غیر پارلیمانی لفظ[***] کے لفظ کو حذف کیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: میرا خیال ہے کہ چودھری ظہیر الدین صاحب جو کر رہے ہیں اس کو حذف نہ کروائیں بلکہ پریس سے یہ request کریں کہ ان کی آج کی performance کل کے اخبارات میں نمایاں کر کے دیں کیونکہ یہ اس گلے کا دھونا دھو رہے ہیں جو جنرل پرویز مشرف نے ان [***] کو اکٹھا کیا تھا اور کہا تھا کہ [***] تم میرے لئے بولتے نہیں ہو، مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے۔ آج چودھری ظہیر الدین صاحب کو خراج تحسین پیش کرنا چاہئے، ان کو شاباش دینی چاہئے انہوں نے تمام [***] کی سرپوری کر دی ہے اور آج بڑی اچھی performance دی ہے۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں۔ رانا صاحب کے indecent الفاظ کو حذف کیا جاتا ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اس مسلم لیگ پارٹی کے ٹکٹ سے الیکشن لڑا ہے اور اپنے عوام سے اور اپنے حلقے کے لوگوں سے مینڈیٹ لے کر یہاں آیا ہوں اس وقت سے میرے خیالات میں، میرے سٹینڈ میں ذرا قسم کی کوئی لغزش ہے، کوئی چیز ہے اور نہ ہی میں نے کوئی ایسا کام کیا ہے۔ یہ مجھے کوئی بھی لقب دے سکتے ہیں تو

---

* بحکم جناب چیئرمین الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جو دشنام طرازی ان کی طرف سے ہوتی ہے ہمارے لئے ایک تمغے کا باعث ہوتی ہے جو یہ باتیں کہتے ہیں۔ایک بات جو دونوں نے کی ہے کہ صدر صاحب نے کہا کہ تم میرے لئے نہیں بولتے ہو، یہ بات اگلے دن ہی اخباروں میں آ گئی تھی کہ انہوں نے خود manipulate کیا ہے یہ بات انہوں نے نہیں کہی لیکن میں ایک بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ (ن) لیگ کے صدر ان سے مایوس ہو کر بار بار انگلی بے نظیر کی طرف کر رہے ہیں۔ان کو وہ کہتے ہیں کہ تم نے چار سال میں میرے لئے کچھ نہیں کیا، تم نے مجھے صوبہ پنجاب میں مار دیا ہے، مجھے پاکستان کے اندر تباہ کر دیا ہے اب میں اپنی پرانی دشمن کے پاؤں پکڑ رہا ہوں۔خدا کے لئے میرے ساتھ بیٹھ جاؤ میثاق جمہوریت میں۔۔۔

جناب چیئر مین: چودھری صاحب! تشریف رکھیں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) شجاعت احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) شجاعت احمد خان: جناب چیئر مین! بات یہ کرنے والی ہے کہ بقول ان کے کہ ہماری سائیڈ سے کوئی بات کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ان سے یہ پوچھا جائے کہ کیا یہ پھل جھڑیاں جھڑ رہے ہیں۔کیا یہ پاکستان کی اکانومی یا بجٹ کے بارے میں کوئی مثبت تقریر کر رہے ہیں، کیا یہ کوئی تجاویز پیش کر رہے ہیں۔ان کے سر پر ایک "ہوا" سوار ہے وہ پرویز مشرف کا ہے۔حالانکہ ان کو یہ کریڈٹ دینا چاہئے کہ ایسا عظیم انسان جس نے جمہوریت کی طرف قدم بڑھایا اور انہی کی وساطت سے یہ لوگ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔سوٹ پہن کر آ جاتے ہیں اور یہاں پر وقت ضائع کرتے ہیں اور جب ہم بات کرتے ہیں تو ہمیں کہتے ہیں کہ یہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔

جناب چیئر مین! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جو وقت آنے والا ہے یہ ثابت کرے گا کہ جو ترقیاتی کام، جو ملک کی اکانومی کو uplift ملی ہے۔ہر قسم کی سڑکیں بنی ہیں، سکول بنے ہیں، جن کی چھتیں لیک کرتی تھیں۔میرا حلقہ گاؤں کا ہے اور میں کوئی غلط بات نہیں کر رہا۔رانا ثناء اللہ صاحب کو میرے ساتھ بھیجیں اور میں ان کو بتاؤں گا کہ کتنے سکول وہاں پر بنے ہیں، کتنی سڑکیں بنی ہیں۔۔۔

جناب چیئر مین: شکریہ

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت بات ہو رہی تھی کہ جنرل مشرف صاحب نے ریلی جو اسلام آباد میں تھی۔۔۔

جناب چیئرمین: صدیقی صاحب! یہ irrelevant ہے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! اسلام آباد میں جو ریلی تھی اس میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ کراچی میں بھی عوام نے طاقت دکھائی ہے۔ مطلب ان کے یہ لفظ تھے on record ہیں۔ میں نے خود سنے تھے انہوں نے کہا تھا کہ کراچی میں بھی عوام نے طاقت دکھائی ہے اس لئے آپ اس کو درست کر لیں کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ یہاں پر بھی عوام نے طاقت دکھائی ہے اور کراچی میں بھی عوام نے طاقت دکھائی ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، شیخ صاحب! آپ ایک منٹ میں wind up کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں بجٹ کے بارے میں wind up کرنے والا ہوں لیکن ان کو میری باتیں ناگوار گزر رہی ہیں۔ میں آخری بات کر کے اپنی تقریر کو wind up کرتا ہوں کیونکہ جو باتیں اب ہو رہی ہیں یہ ان کی طبع پر ناگوار گزر رہی ہیں اور چودھری صاحب بہت پریشان ہیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت آخری سانس لے رہی ہے اور لاء منسٹر صاحب کو پتا ہے کہ جو نزعی بیان ہوتا ہے وہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ ان کا جو نزعی بیان ہے ان کو چاہئے کہ وہ سچا دے دیں اور اس بات کو تسلیم کر لیں کہ آپ کی کارکردگی کو آپ کے Boss نے آپ کی پارلیمانی پارٹی میں criticize کیا اور آپ کے Boss کی کارکردگی کو پوری دنیا میں criticize کیا جا رہا ہے۔ لوگوں کو خون کی ہولی میں نہلایا گیا، چیف جسٹس آف پاکستان کے استقبال کو ختم کرنے کے لئے فیصل آباد کے اندر جو غنڈہ گردی کی گئی، جو پولیس گردی کی گئی اور جو لاہور کے اندر پولیس گردی کی گئی اور جو راجہ صاحب نے بیٹھ کر باقاعدہ اس تمام پولیس گردی کو manage کیا اور لاہور میں، میں نے پوائنٹ آف آرڈر raise کیا تھا کہ عزیز پہلوان جو کہ وفات پا چکے ہیں، جن کی بیٹی کی اس ماہ کے آخر میں شادی ہے، پولیس گردی کی انتہا یہ ہے کہ ڈی ایس پی اور ایس ایچ او ان کے گھر میں داخل ہو کر اس بیٹی کو لے جا کر تھانے میں سات گھنٹے رکھا جاتا ہے اور اس کے بعد اسے رہا کیا جاتا ہے اور پھر

میرے بھائی کہتے ہیں کہ آپ غیر متعلقہ ہوتے ہیں تو آپ جو بجٹ آج اس پولیس کو مزید دینا چاہ رہے ہیں وہ اس لئے دینا چاہ رہے ہیں کہ قوم کی بہو اور بیٹیوں کو ان کے گھروں سے اس طرح اٹھایا جائے۔ میں نے یہ گزارش راجہ صاحب سے بھی کی تھی اور آج انہوں نے بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں کہا ہے کہ ہم اس کی انکوائری کروا رہے ہیں اور ایک آدھ روز میں انکوائری رپورٹ آنے کے بعد اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ اگر ہم یہ بات کہتے ہیں کہ یہاں پر ظلم و بربریت کا بازار گرم ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ بجٹ سے صوبہ کے عام آدمی کو کوئی ریلیف نہیں مل رہا بلکہ لوگ جھولیاں اٹھا کر ان کے لئے بددعائیں کر رہے ہیں اور ان کا وقت نزدیک ہے کہ ان کی رخصتی ہونے والی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! آج خوش قسمتی سے آپ چیئر کر رہے ہیں تو آپ کا بھی تعلق وکلاء برادری سے ہے اور میرا بھی اس برادری سے تعلق ہے اور محترم راجہ صاحب کا تعلق بھی اسی برادری سے ہے۔ وکلاء برادری جو تحریک اس ملک میں عدلیہ کی آزادی کے لئے چلا رہی ہے تو اس میں فیصل آباد کے حوالے سے اس پوری تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لئے اور وکلاء کو خریدنے کے لئے راجہ صاحب نے سپیکر ہاؤس میں مذاکرات کئے اور ان مذاکرات کے نتیجے میں یہ اعلان کیا کہ ہم آپ کو لاہور ہائی کورٹ کا بنچ دیں گے اور آپ کا یہ مطالبہ تسلیم کریں گے لیکن اس کے لئے آپ 16-جون کو چیف جسٹس کی ریلی منسوخ کر دیں۔ بہر حال وہ 16-جون کی ریلی تو منسوخ نہیں ہو سکی اور وہ ہو گئی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ راجہ صاحب نے وکلاء برادری میں سے ہوتے ہوئے اس برادری کی تحریک کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی اور دوسرا پھر انہوں نے ایک وعدہ کیا تو میری ان سے یہ گزارش ہے کہ وہ ریلی تو ہو چکی ہے تو بنچ کے متعلق انہوں نے جو بات کی تھی تو میں سمجھتا ہوں کہ ان سے اس بارے میں جواب لے لیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ فیصل آباد کے تقریباً دو ہزار وکلاء اور پورے ڈویژن کی ایک کروڑ آبادی کا یہ مسئلہ ہے اور آپ بھی اس برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور محترم راجہ صاحب سے اس بات کا جواب لیں کہ یہ سپیکر ہاؤس میں دو تین دن کیا کرتے رہے ہیں؟

جناب چیئرمین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں آج بات نہیں کرنا چاہ رہا تھا اور میرا خیال تھا کہ جب کل باقی دوست بات کریں گے تو میں بھی آخر میں کرلوں گا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ آج بجٹ پر بحث کا تیسرا دن ہے لیکن ان تین دنوں میں ماسوائے تنقید کے کوئی دوسرا کام نہیں کیا گیا۔ حالانکہ جس دن لیڈر آف دی اپوزیشن نے بات کی تھی تو میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر یہ کہا تھا کہ اپوزیشن کے متعلق عوام کا جو ایک مجموعی تاثر ہوتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ یہ ایک شیڈو گورنمنٹ ہے اور مثال کے طور پر حکومت کا اگر کسی ایک چیز پر مؤقف آتا ہے، کسی بھی issue پر حکومت کا مؤقف آتا ہے تو وہاں پر اپوزیشن کی طرف سے جو مؤقف ہے اس کو شیڈو گورنمنٹ کے مؤقف کے طور پر لیا جاتا ہے اور بجٹ کے متعلق عام طور پر تاثر یہی لیا جاتا ہے کہ اگر حکومت نے بجٹ بناتے وقت کوئی کوتاہی یا غلطی کی ہے تو اپوزیشن اس کو پوائنٹ آؤٹ کرے گی اور اس کے متبادل تجویز دے گی۔ مثال کے طور پر 150۔ارب روپیہ ہم نے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے لئے رکھا تو ان کو متبادل تجویز دینی چاہئے کہ نہیں یہ 150۔ارب روپے نہ رکھیں بلکہ آپ اس کو 200۔ارب روپے کر دیں یا 100۔ارب روپے کر دیں اور اس کی وجوہات یہ یہ ہیں۔ کوئی اس قسم کی تجویز نہیں آئی۔ میں نے تو یہ ایک مثال دی ہے کوئی تجویز اپوزیشن کی طرف سے اس حوالے سے آئی ہو کہ انہوں نے بجٹ میں یہ کوتاہی کی ہے۔

جناب چیئرمین! زراعت اس صوبے کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور جو کچھ حکومت نے زراعت کے لئے کیا تو کیا ان کی طرف سے کوئی متبادل تجویز آئی کہ اس میں اضافہ کیا جائے۔ کیا ہم نے لوکل گورنمنٹ کے لئے جو پیسے رکھے، تجویز آئی کہ نہیں اس کو بڑھا دیا جائے۔ میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ کوئی متبادل تجویز نہیں آئی اور یقین کیجئے کہ میں انتہائی وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں اور پوری اپوزیشن بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ انہوں نے قوم کو بحیثیت مجموعی مایوس کیا ہے کوئی متبادل تجویز نہ دے کر اور وہ خود محسوس کرتے ہیں اور جو اخبارات لکھ رہے ہیں وہ اپنی جگہ پر ہے۔ جو ایک عام آدمی پنجاب کا محسوس کر رہا ہے وہ اپنی جگہ پر ہے لیکن اپوزیشن خود محسوس کرتی ہے کہ ہم نے متبادل تجاویز نہ دے کر پنجاب کے عوام کو مایوس کیا ہے۔ اب یہاں پر بات بجٹ کی ہو رہی تھی تو یہاں پر ہم نے کراچی کا ذکر شروع کر دیا اور ہم نے فیصل آباد کی ریلی کا ذکر شروع کر دیا اور ہم نے اسلام آباد کی ریلی کا ذکر شروع کر دیا۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ یہ سیاسی ایونٹ ہیں ٹھیک ہیں آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب چیف جسٹس صاحب کا لاہور کا ایونٹ آیا تھا تو اس وقت یہ کہا جا رہا تھا کہ شاید خدا نخواستہ خدا نخواستہ اب حکومت جانے والی ہے۔ 26/28 گھنٹے لگ گئے اور جس دن وہ ایونٹ ختم ہوا it became non-event اس لئے کہ وہ چیف منسٹر چودھری پرویز الٰہی کی بردباری کی وجہ سے، صبر کی وجہ سے، تحمل کی وجہ سے کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی گئی۔

جناب چیئرمین! بد قسمتی سے کراچی کا ایک واقعہ ہو چکا تھا اور اسی معزز ایوان میں ہمارے بھائیوں نے یہ کہا کہ کراچی میں جو خون کی ہولی کھیلی گئی ہے اب اس کو فیصل آباد میں دوبارہ کھیلنے کا پروگرام بنا لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس نے ہماری مدد کی اور اللہ تعالیٰ نے ہماری دعاؤں کو قبول کیا، اللہ تعالیٰ نے ہماری محنت کو قبول کیا، اللہ تعالیٰ نے ہماری مثبت سوچ کو قبول کیا اور فیصل آباد کا ایونٹ بھی خیریت سے گزر گیا، نہیں تو یہ لوگ ایک issue چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا issue آئے کہ سارا معاملہ ختم ہو لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شیخ صاحب بھی کہہ رہے تھے کہ ساڑھے چار سال سے آپ ہمیں چپ کرا رہے ہیں یا ان کے ارشادات کو آپ حذف کروا دیتے ہیں تو ساڑھے چار سال سے یہ اس ہاؤس کی بات نہیں کی ہے، چیئر کی بات نہیں ہے۔ ساڑھے چار سال سے آپ نے قوم کے ساتھ کیا کیا ہے۔ ساڑھے چار سال سے آپ مسلسل یہ فرما رہے ہیں کہ حکومت جا رہی ہے، حکومت جا رہی ہے۔ یہ آخری بجٹ ہے اور بس اور اگلے مہینے ختم ہونے والا ہے، فلاں تاریخ کو ختم ہونے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نیتوں کے حال بہتر جانتا ہے اور انسان کو ملتا وہی کچھ ہے جو اس کی نیت ہوتی ہے۔ اگر نیت صاف ہے تو اس کا پھل ضرور ملتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ آج ساڑھے چار سال گزر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ جس اسمبلی کو آپ نے روز اول سے تسلیم نہیں کیا آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہی اسمبلی اپنے پانچ سال مکمل کر رہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارا ایک تسلسل ہے۔

جناب چیئرمین! اب رہی بات آپ کی فیصل آباد ریلی کی تو آپ نے کہا تھا کہ خون کی ہولی کھیلی جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے معاملہ خیریت سے گزر گیا۔ اب میں ایک سیاسی ورکر ہونے کے ناتے مجھ سے بھی سوال کیا جاتا ہے اور میں یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ رانا ثناء اللہ صاحب، ارشد بگو صاحب، شیخ اعجاز صاحب اور یہ دوسرے جو بھی سیاسی لوگ ہیں اور سیاسی لوگوں سے ایک بنیادی سوال آج ایک عام آدمی یہ کر رہا ہے اور سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ

آج اگر وکلاء سڑکوں پر آ گئے ہیں تو عوام ان کے پیچھے لگ گئے ہیں اور سیاستدان جو گزشتہ ساڑھے چار سال سے سڑکوں پر مارے مارے پھر رہے ہیں، ان کی خاطر لوگ سڑکوں پر کیوں نہیں آئے ؟ یہ ایک عام سوال ہے جو آج لوگ پوچھ رہے ہیں اور ایک عام آدمی نے مجھ سے بھی یہ سوال کیا ہے یار کیا وجہ ہے کہ وکلاء کی تحریک میں لوگ شامل ہو گئے ہیں اور سیاستدانوں کے پیچھے لوگ نہیں آئے ؟ کوئی بھی سیاسی پارٹی، میں کسی کا نام نہیں لیتا بلکہ میں اپنے آپ کو شامل کر رہا ہوں کہ سیاستدانوں کے پیچھے لوگ نہیں آئے اور وکلاء کے پیچھے آ گئے۔

جناب چیئرمین! بنیادی وجہ کا ذکر آپ کے اس بجٹ میں ہے کہ گزشتہ ساڑھے چار سال کے دوران موجودہ حکومت نے لوگوں کی بہتری کے لئے پروگرام دیا اور جو منہ سے کہا اس کو پورا کر کے دکھایا اور یہ اس بجٹ میں موجود ہے اور اس کے برعکس اپوزیشن نے جو کچھ کہا اس سے انحراف کیا۔ انہوں نے قائدین کی واپسی کا کہا اور ساڑھے چار سال گزرنے کے باوجود آج تک وہ وعدہ پورا نہیں کر سکے، انہوں نے استعفوں کا کہا لیکن ساڑھے چار سال گزرنے کے باوجود آج تک اسمبلیوں سے استعفٰے نہیں دیئے اور میں یقین کے ساتھ اس معزز ایوان میں آج یہ بات انتہائی وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ان موجودہ اسمبلیوں کی مدت ایک سال بڑھا دی جائے تو یہ پھر بھی استعفٰے نہیں دیں گے اور یہ ان اسمبلیوں کا حصہ رہیں گے۔ یہ بالکل رہیں گے کیونکہ انہیں اپنی سیٹیں عزیز ہیں اس لئے عوام کو ایک بڑا واضح فرق نظر آیا کہ ایک طرف وہ قیادت ہے جو commitment پوری کر رہی ہے ایک طرف وہ قیادت ہے جو commitment پوری نہیں کر رہی تھی تو لوگوں نے پھر ایک issue پر کہا کہ چلیں جو شخص گورنمنٹ کے ساتھ یا کسی issue پر جس نے کوئی سٹینڈ اٹھایا ہم اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ اور پولیٹیکل لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ آپ سے مایوس ہو کر لوگوں نے ایک راستہ اختیار کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی کو کوئی کریڈٹ نہیں جاتا اگر آج بھی پولیٹکل پارٹی نے اس قسم کی ریلیوں میں طریق کار اختیار کیا ہوا ہے کہ ایک جگہ ایک receive کرتا ہے، دوسری جگہ دوسرا receive کرتا ہے، تیسری جگہ تیسرا receive کرتا ہے۔ آج بھی یہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے نہیں ہو سکے اور عوام کو ایک united posture نہیں دے سکے جس کا ACP منہ بولتا ثبوت ہے کہ باوجود کوششوں کے باوجود لاکھ خواہشات کے اور آج جو خاص طور پر اخبار میں آیا ہے کہ باری لے لیتے ہیں پہلے توں فیر میں پہلے توں فیر میں۔۔۔(نعرہ ہائے تحسین)

معزز ممبران: شیم، شیم، شیم۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! کیا یہ political approach ہو سکتی ہے؟ جب میرے بھائی عوام کی بات کرتے ہیں جب میرے بھائی یہ بات کرتے ہیں کہ فیصلہ عوام کا ہے تو کیا عوام نے ہی کہا ہے کہ پہلے توں تے فیر میں؟ عوام نے تو یہ نہیں کہا میں سمجھتا ہوں کہ اگر فیصلہ عوام پر چھوڑنا ہے تو پھر عوام کا فیصلہ الیکشن میں ہو گا جو کہ اپنے وقت پر ہوں گے۔ اب بات آتی ہے میرے بھائی نے کہا تھا وکلاء کے بنچ کی چونکہ انہوں نے سپیکر صاحب کے متعلق کہا تو Speaker has every right بطور سپیکر نہیں بلکہ بطور member of this House اور بطور representative of Faisalabad وہ ایک عوامی نمائندے ہیں ان کا فیصل آباد سے تعلق ہے۔ اگر کوئی ان کو فیصل آباد سے آ کر ملتا ہے اس کی بات سننا اس کے ساتھ negotiate کرنا ان کا حق ہے۔ میں رانا صاحب سے عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ بھی وکیل ہیں، میں بھی وکیل ہوں اور ارشد بگو صاحب بھی وکیل ہیں کیا یہ بات کوئی سیاسی کارکن کر سکتا ہے کہ ایک یونٹ سے دو دن پہلے جب اس event کا اتنا tempo بھی بنا ہو تو کوئی کسی کو کہہ سکتا ہے کہ وہ یونٹ کینسل کر دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ politically کیا ایک نارمل شخص بھی کسی سے اس بات کا مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن یقین جانئے کہ آج بھی میں دیانتداری کے ساتھ یہ محسوس کرتا ہوں کہ فیصل آباد کا بنچ بننا چاہئے اور اس کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں consensus develop کرنا چاہئے۔ رانا صاحب! آپ بھی وکیل ہیں آپ کا بھی فیصل آباد سے تعلق ہے میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ فیصل آباد میں بنچ بننا چاہئے، فیصل آباد کے دوستوں کا یہ مؤقف درست ہے کہ یہ صرف وکیلوں کا مؤقف نہیں ہے بلکہ اس سے دو ڈویژنز کا مفاد وابسطہ ہے لیکن آج بھی ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس معاملے consensus develop کر کے اس کا کوئی حل ہونا چاہئے۔ آپ یقین کیجئے کہ آج اگر گورنمنٹ، میں پھر اس بات کو دہرانا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ وکلاء کے اس issue کو اور بنچ کے issue کو ہم criticize نہیں کرنا چاہتے لیکن آج اگر وکلاء میں پھوٹ ڈالنا چاہیں، دھڑے قائم کرنا چاہیں یا کوئی بات کرنا چاہیں تو ہم ویسے شوشہ چھوڑ سکتے ہیں کہ ہم فیصل آباد بنچ قائم کرنے کا اعلان کرتے ہیں لاہور والے مخالفت کریں گے اور فیصل آباد والے حمایت کریں گے تو بجائے اس کے کہ ایک اچھا initiative، قابل تعریف initiative consider کیا جائے اگر وہ کسی انتشار کا شکار ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ درست بات نہیں ہو گی اس لئے میں آپ سے چونکہ آپ کا لاہور

سے بھی تعلق ہے، آپ لاہور بار کے ممبر ہیں اور میں آپ سے استدعا بھی کرتا ہوں کہ آئیں مل کر اس میں consensus develop کریں between لاہور اور فیصل آباد بار۔ اگر لاہور بار اس کی مخالفت نہ کرے یقین کیجئے اگر سب سے زیادہ اس کی مخالفت ہو رہی ہے تو وہ لاہور بار کی طرف سے ہو رہی ہے۔ لاہور کے وکلاء یہ نہیں چاہتے ہیں کہ فیصل آباد میں بار ہو اور میں اس حد تک رانا صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھ سے زیادہ آپ کے علم میں ہونا چاہئے کہ فیصل آباد کی بار نے وہاں پر باقاعدہ ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کا جو سیکرٹری جنرل ہے وہ ہمارے فنکشن میں نہیں آئے گا۔ انہوں نے باقاعدہ ریزولیوشن پاس کیا ہے اس لئے آج بھی یہ ریکارڈ پر موجود ہے کہ لاہور ہائی کورٹ بار یا سیکرٹری جنرل جو ہیں انہوں نے 788 کے تحت آپ کے وہاں پر کوئی وکیل ہیں مجھے اس وقت ان کا نام یاد نہیں ہے ان کے خلاف پرچہ درج کروایا ہوا ہے اور وہ بے چارہ bail before arrest پر ہے اس لئے میں یہ محسوس کرتا ہوں اور یہ بات نیچرل ہے آپ کی ہمدردی بھی فیصل آباد کے وکیلوں کے ساتھ ہو گی لیکن جہاں پر بات criminal cases تک آئی ہوئی ہے وہاں گورنمنٹ یہ محسوس کرتی ہے کہ اس consensus کو develop کیا جائے اور آئیں مل کر، میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ سپیکر صاحب سے میں بھی بات کروں گا آپ بھی بیٹھیں ارشد بگو صاحب کو بٹھائیں اور جو ہمارے دوست وکیل ہیں ان کو بٹھائیں فیصل آباد سے وکیلوں کو بلائیں consensus develop ہو گا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس سلسلے میں پیشرفت کرنے کے لئے تیار ہیں اور بالکل تیار ہیں۔ میں آپ کو چیف منسٹر صاحب کے behalf پر یہ گارنٹی دیتا ہوں، آپ کو اعتماد دیتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ consensus کے بعد ہم اس سلسلے کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ برادری جو آج ایک طرف اپنی unity کا تاثر دے رہی ہے ہم کوئی اس قسم کی movement کریں تو وہ discredit ہمیں جائے کہ انہوں نے ان بھائیوں کو علیحدہ کرنے کے لئے یہ کیا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ہمیں مل کر آگے بڑھ کر کام کرنا چاہئے۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ وکلاء کا یہ جو issue ہے آپ بھی اسی برادری سے ہیں، میں بھی اسی برادری سے ہوں یہ انشاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ جس طرح جا رہا ہے معاملہ عدالت میں ہے جو عدالت فیصلہ کرے گی گورنمنٹ کو بھی وہ قابل قبول ہو گا، وکلاء کو بھی قابل قبول ہو گا اور تمام فریقین کو بھی قابل قبول ہو گا اس لئے اس issue کو کسی پولیٹیکل پارٹی کے کریڈٹ کے کھاتے

میں نہیں ڈالنا چاہئے اس لئے کہ خود اگر politicize کر کے ہم کریڈٹ لینے کی کوشش کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک کوارٹر نہیں دو کوارٹر نہیں بلکہ ہر کوارٹر سے جو وکلاء اور اس فورم سے ہیں ان کی طرف سے ہمیشہ اس بات کی تردید آتی ہے کہ اس کو politicize نہ کیا جائے اس لئے میری یہ استدعا تھی کہ اس کو politicize نہ کریں باقی ہمارے آپس میں معاملات چلتے رہیں گے۔ انشاء اللہ بجٹ کے حوالے سے میں پھر اپنی گزارشات کروں گا۔ شکریہ

جناب چیئرمین! معذرت کے ساتھ میں ایک اور گزارش کرنا چاہتا تھا صبح میری ارشد بگو صاحب سے ملاقات ہوئی تھی تو انہوں نے مجھ سے جو Detention Orders تھے ان کے متعلق پوچھا تھا کہ اس وقت ان کی کیا پوزیشن ہے تو اس وقت میں آپ کے توسط سے معزز ایوان اور اپنے بھائیوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ صوبائی حکومت نے جو maintenance of public order کے تحت جتنے بھی Detention Orders جاری کئے تھے وہ تمام ہم نے withdraw کر لئے ہیں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: میں صرف ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ جو یہ چار دن بجٹ پر عام بحث کے لئے رکھے گئے تھے یہ سال کے بڑے اہم ترین دن ہیں ویسے تو ہر ممبر کا اپنا ذاتی حق ہے کہ وہ اپنے حصے کے ٹائم کو جس طرح صرف کرے اور جو باتیں چاہے یہاں discuss کرے لیکن زیادہ موزوں اور بہتر یہ ہو گا کہ بجٹ پر discussion کی جائے کیونکہ آپ جو مختلف آراء کے پولیٹیکل لوگ ہیں یہ کسی ایک رائے پر متفق ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کو convince کر سکتے ہیں تو اگر آپ لوگ اس کے لئے چاہیں تو میں اس ہاؤس کا جو ٹائم ہے اس کے بعد ایک زیرو ٹائم رکھ کر آپ کی جنرل ڈسکشن کروا سکتا ہوں۔ میرے خیال میں اگر اس ڈسکشن کو یہیں پر ہی ختم کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ آپ بڑے سینئر پارلیمنٹیرین ہیں اور راجہ صاحب بھی بڑے سینئر پارلیمنٹیرین ہیں آپ لوگ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ بہر حال میری رائے یہی ہے کہ اس بات کو یہاں ختم کیا جائے۔ رانا صاحب کی بات کے بعد ڈسکشن صرف بجٹ پر ہی ہو گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جو کسی بھی بھائی کی دل آزاری کا باعث بنے۔

جناب چیئرمین: درست ہے۔ جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئر مین! راجہ صاحب کی بات کی طرف آنے سے پہلے جو آپ نے فرمایا ہے کہ یہ چار دن بڑے انتہائی اہمیت کے حامل دن ہیں جن میں بجٹ پر ڈسکشن ہونی ہے۔ بات یہ ہے کہ ان دنوں کی اہمیت کو آپ جیسے بھی سمجھیں یہ بات آپ سے بھی اور راجہ صاحب سے بھی ہوتی رہی اور راجہ صاحب اس بات پر اس سال کے اوائل میں میرے ساتھ سو فیصد متفق تھے کہ جب تک آپ پری بجٹ ڈسکشن کے لئے اجلاس نہیں بلائیں گے اور تمام ممبرز سے input نہیں لیں گے اور ان کی آراء کے نتیجے میں بجٹ تشکیل نہیں پائے گا اس وقت تک یہ بیوروکریسی کا اور فنانس ڈیپارٹمنٹ کا فگرز کا گورکھ دھندا ہے، یہ لاکر آپ سب کے سامنے رکھ دیں اور اس کے بعد کہیں گے کہ انہوں نے پورا سال محنت کر کے جو فگرز تیار کی ہیں ان فگرز میں لوگ چار دن میں probe in کرلیں یہ بڑا مشکل ہے۔ راجہ صاحب اس بات پر متفق تھے کہ ہم پری بجٹ اجلاس بلائیں گے اور اس میں ساری ڈسکشن ہوگی اور ممبرز کی آراء کے مطابق بجٹ تشکیل پائے گا لیکن بہر حال بد قسمتی کہ یہ چوتھا یا پانچواں بجٹ ہے لیکن یہ کام نہیں ہو سکا اور جب تک یہ آنے والے ادوار میں بھی نہیں ہوگا اس وقت تک ممبران پر یہ الزام دینا کہ یہ محنت نہیں کرتے، یہ اس بات کا خیال نہیں کرتے، یہ کوئی تجاویز نہیں دیتے، یہ figures پر نہیں جاتے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل الزام برائے الزام ہے۔ اس کی جو proceedings ہو رہی ہیں جب تک آپ اس کی preparation میں لوگوں کو شامل نہیں کریں گے تب تک ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی آدمی آپ کو تجاویز دے سکے یا اس کے اوپر کوئی بہت بہتر طور پر اس کا احاطہ کر سکے۔ اب میں راجہ صاحب کی بات پر آتا ہوں جو انھوں نے میرے پوائنٹ آف آرڈر پر بڑی مفصل بات کی ہے۔ میں ان کا انتہائی مشکور ہوں اور میں appreciate کرتا ہوں بلکہ میں اپنی طرف سے ہی نہیں بلکہ فیصل آباد بار کی طرف سے انھوں نے جو یہ gesture دیا ہے کہ وہ ذاتی طور پر بھی فیصل آباد میں ہائی کورٹ کے بنچ بنانے کے حق میں ہیں اور انھوں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے بھی یہ بات کی کہ وہ بھی اس ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں کہ فیصل آباد میں ہائیکورٹ کا بنچ بننا چاہئے۔ میں ان کی اس بات کو appreciate بھی کرتا ہوں اور ان کا مشکور بھی ہوں کہ انھوں نے یہ بات بالکل واضح طور پر کہی، جہاں تک انھوں نے یہ بات کی ہے کہ جو لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن ہے وہ اس بات کی مخالف ہے، یقیناً ان کا تھوڑا بہت professional interest ہے ان پر یہ بات ناگوار ہو گی لیکن آپ یہ دیکھیں کہ اس کے against کتنے لوگ متاثر ہو رہے ہیں اور گورنمنٹ کے اوپر کسی قسم کا اس میں بار نہیں ہے۔ آئین

بالکل واضح ہے کہ on the advice of the Cabinet گورنر نے notify کرنا ہے کہ ہائی کورٹ کے بنچ کس کس جگہ پر ہونے ہیں۔ اس میں قطعی طور پر اس قسم کے consensus کی بات نہیں اگر آپ یہ سمجھتے ہیں اور جیسا کہ آپ نے on the floor of the House کہا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ فیصل آباد ڈویژن کی ایک کروڑ عوام کا مطالبہ ہے، فیصل آباد کی بار کا مطالبہ ہے اور وہاں کی تاجر تنظیموں کا مطالبہ ہے بلکہ سول سوسائٹی کا مطالبہ ہے تو آپ کو چاہئے کہ آپ اس معاملے میں غیر مشروط طور پر اور وکلاء کی اس تحریک کو اس معاملے میں لائے بغیر وہاں پر بنچ کے قیام کو عمل میں لائیں۔ یہ آپ کا ایک مثبت قدم ہوگا، جب آپ یہ عمل کر گزریں گے تو یہ تاریخ کا ایک حصہ ہوگا۔ اب یہ تو وقتی معاملات ہیں کہ یہ بڑا مشکل عمل ہوگا اور اس میں، میں سمجھتا ہوں کہ لاء منسٹر کی ایک بہت بڑی contribution ہوگی اور میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ انھوں نے آج جو سٹیٹمنٹ دی ہے یہ بھی ان کی بہت بڑی contribution ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا راجہ صاحب نے کہا کہ بطور سیاسی کارکن لوگ مجھے بھی کہتے ہیں اور دوسروں کو بھی کہتے ہیں، بالکل انھوں نے درست کہا کہ واقعی لوگ یہ کہتے ہیں کہ اپوزیشن لوگوں کو باہر نہیں لا سکی جبکہ اب جو وکلاء کی تحریک ہے اس کے ساتھ لوگ باہر آ گئے ہیں۔ ایک تو میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس حکومت میں راجہ بشارت صاحب کو یہ توفیق ہوئی، یہ جرأت ہوئی کہ انھوں نے آج پہلی دفعہ یہ تسلیم کیا ہے کہ اس تحریک میں لوگ شامل ہیں اور واقعی شامل ہیں اس میں کوئی شک والی بات بھی نہیں ہے۔ حکومت کے باقی لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی راجہ صاحب کی نظر سے دیکھیں، ان کے وژن سے دیکھیں اور اس بات کے اوپر تھوڑا سا غور کریں کہ اس تحریک میں لوگ اور پبلک شامل ہیں۔ اب وہ کہہ رہے ہیں کہ سیاستدان کیوں نہیں آگے لا سکے یا اپوزیشن کیوں نہیں آگے لا سکی؟ اس بات کو تسلیم کرنے میں جیسے راجہ صاحب نے بڑی straight forward بات کی ہے۔ میں نے اپنی پارٹی کی قیادت سے بھی بات کی اور میں خود ذاتی طور پر یہ رائے رکھتا ہوں کہ بات یہ ہے کہ لوگوں کو باہر لانے کے لئے اور لوگوں کو کسی تحریک میں شامل کرنے کے لئے لیڈر شپ کی ضرورت ہوتی ہے، لیڈر شپ کے بغیر لوگ باہر نہیں آتے اور اپوزیشن کی قیادت لوگوں کو میسر کیوں نہیں ہے؟

معزز ممبران حزب اقتدار: لیڈر شپ باہر بیٹھی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: وہ لمبی بحث ہو جائے گی کہ کون کس کو آنے نہیں دے رہا، کون غیر آئینی میری بات مکمل تو ہونے دیں ناں۔اب یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔اب راجہ صاحب! میری بات کو مکمل ہونے دیں۔۔۔(قطع کلامیاں)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: بات یہ ہے کہ آپ اپنے دل کی باتیں کہیں۔لیڈر شپ جو ہے وہ باہر بیٹھی ہے اور ان کے بغیر لوگ موجودہ حکومت کی مخالفت میں باہر نہیں آنا چاہتے۔وہ آئیں، جرأت کریں، آئیں۔اپنی لیڈر شپ سے کہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: راجہ صاحب! آپ تو کہہ رہے ہیں کہ لیڈر شپ باہر بیٹھی ہے، میں کب کہہ رہا ہوں کہ باہر نہیں بیٹھی، میں بھی تو یہی بات کہہ رہا ہوں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ جرأت کریں تو آئیں۔بھئی! انھوں نے تو جرأت کی تھی اور وہ آئے تھے۔آپ یہاں پر on the floor of the House, on behalf of the Punjab Govt. یہ بیان دیں کہ لیڈر شپ آئے اور یہاں پر آکر، وہ ٹھیک ہے کہ اگر ان کے اوپر مقدمے ہیں تو آپ ان کو جیل لے جائیں، آپ ان کو عدالت لے جائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: معاہدہ کر کے گئے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: کوئی معاہدہ نہیں ہو سکتا، کوئی معاہدہ نہیں ہو سکتا۔ میری بات سنیں۔پاکستان پینل کوڈ میں آپ مجھے وہ پروویژن دکھادیں کہ پاکستان پینل کوڈ کے تحت کسی بھی مجرم کو خواہ اس کا قتل کا جرم ہو، وہ غدار کیوں نہ ہو؟اسے موت کی سزا تو دی جا سکتی ہے لیکن اس کا fundamental right اس ملک میں رہنے کا snatch نہیں کیا جا سکتا۔آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ معاہدہ کر کے گئے ہیں۔کل کو آپ کسی آدمی کو فائر مار کر اس کو قتل کر دیں اور اس کے بعد معاہدہ نکال لیں کہ اس نے میرے ساتھ معاہدہ کر لیا تھا کہ مجھے قتل کر دیا گیا تو میرے اوپر مقدمہ نہ بنایا جائے۔بات یہ ہے کہ کسی طور پر بھی fundamental rights کے متعلق آئین بالکل واضح ہے اور fundamental rights میں جو سب سے پہلا right ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو by birth پاکستانی ہے وہ پاکستان میں جہاں چاہے رہ سکتا ہے۔وہ جو چاہے کاروبار کر سکتا ہے اور آپ کس طرح سے کسی آدمی کو یہ سزا دے سکتے ہیں یا کس طرح سے حکومت ایک آدمی کے ساتھ معاہدہ کر سکتی ہے کہ وہ اس کو ملک میں آنے نہ دے یا ملک سے باہر بھیج دے؟ پھر ایک قیدی جو چودہ ماہ سے

ایک حکومت کی قید میں ہو، اٹک قلعہ میں ہو وہ معاہدے کا فریق ہو کیسے سکتا ہے؟ کوئی ایسا معاہدہ جس میں independent opinion نہ ہو وہ معاہدہ لاء کی نظر میں wide ہے اس لئے کوئی معاہدہ نہیں ہے، کسی معاہدے کی کوئی آئینی، کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے اور آپ کی حکومت جو ہے یا آپ کے جو جنرل مشرف ہیں وہ زبردستی غیر قانونی، غیر آئینی طور پر لیڈر شپ کو روکے ہوئے ہیں اور جب اس ملک کے عوام بھی طاقت بنیں گے تو پھر لیڈر شپ تو آئے گی لیکن جو انھوں نے بات کی میں اس کو درست تسلیم کرتا ہوں کہ لیڈر شپ جو ہے، یہ اب جو چھبیس گھنٹے یا بائیس گھنٹے کے ریکارڈ قائم ہو رہے ہیں، اسلام آباد سے لاہور تک یا اسلام آباد سے فیصل آباد تک، راجہ صاحب! میری بات آپ نوٹ کر لیں کہ یہ چھبیس اور بائیس گھنٹے کے ریکارڈ جو ہیں یہ لاہور ائرپورٹ سے لے کر داتا صاحب تک یہ چھبیس گھنٹے کا ریکارڈ ٹوٹ جائے گا جس دن میاں نواز شریف لاہور میں آیا۔ یہ میں آپ کو بتادوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: وہ دن آئیں۔

رانا ثناء اللہ خان: آئیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: کب آئیں گے؟

رانا ثناء اللہ خان: آپ روک رہے ہیں۔ آپ اتنے بے قرار نہ ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ آئیں گے۔ آپ اتنے اداس نہ ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں صرف اتنی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اس سے پہلے بھی اسی معزز ایوان میں، اسی floor پر ان کے لئے ایک شعر پڑھا تھا کہ:

تیرے وعدوں پر کہاں تک میرا دل فریب کھائے
کوئی ایسا کر بہانہ کہ میری آس ٹوٹ جائے

میں نے یہی کہا تھا کہ ساڑھے چار سال سے سن سن کے یقین کریں کہ خدا کی قسم ہم سوچ میں مبتلا ہیں کہ پتا نہیں کس جرأت کے ساتھ اور پتا نہیں کہ کس عزم کے ساتھ اور کس حوصلے کے ساتھ repeatedly میں اب اگر کچھ کہوں گا تو پھر وہ غیر پارلیمانی لفظ ہو جائے گا۔ میں نہیں کہنا چاہتا لیکن یہ کس کو سناتے ہیں؟ ورکر ان کا آج ان سے پوچھتا ہے کہ یار! کب آئیں گے۔ چھوڑو اور اس بات کو مکاؤ۔ یقین کریں کہ ورکر دل سے یہ بات نکال چکا ہے کہ کس نے آنا ہے یا نہیں آنا؟ ہمیں

یقین ہے کہ کسی نے نہیں آنا۔

جناب چیئرمین! میں رانا صاحب سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ عدالتیں بھی موجود ہیں، سارے فورم موجود ہیں، آج تک کیوں نہیں جاتے؟ مطلب اس بات کو issue کیوں نہیں بناتے کہ ایک دفعہ attempt کریں، میں سمجھتا ہوں کہ بار بار attempt کریں۔ آپ کو کس نے روکا ہے؟ لیکن کوئی کرے تو سہی ناں، کوئی آگے چلے تو سہی؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ آپ کے کہنے پر کسی نے نہیں آنا۔ وہ آپ کے کاندھوں پر بوجھ ڈالتے ہیں، ابھی بھی رانا صاحب جو کہہ رہے ہیں کہ جب ہم مضبوط ہوں گے، کتنے مضبوط ہوں گے، ساڑھے چار سال سے تو آپ ان کے انتظار میں کھڑے ہیں اور ساری زندگی تو آپ نہیں کھڑے ہو سکتے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! دیکھیں۔۔۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں کافی بحث ہو گئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! نہیں۔ آج میں سمجھتا ہوں راجہ صاحب بڑی فارم میں ہیں اور سچ بول رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! ڈسکشن کو شروع کرائیں۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! آپ دونوں فارم میں ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! راجہ صاحب ماشاء اللہ آج بڑا سچ بولنے کی فارم میں ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! انھوں نے 12 گھنٹے، 16 گھنٹے اور پھر 26 گھنٹے کی بات کی ہے۔ یہ انجن کی خوبی نہیں ہے، یہ سارے کا سارا کمال ڈرائیور کا ہے اور ڈرائیور کون ہے وہ بھی آپ کو پتا ہے۔ ایک چھوٹا سا سیکشن اسلام آباد سے لے کر چکوال تک کا ہے میں اس کے بارے میں سوال ان کے سامنے رکھتا ہوں۔ ایک limited access road ہے، دونوں طرف جالیاں لگی ہوئی ہیں، کوئی نہیں آ سکتا۔ کوئی چھوٹا موٹا جانور بھی اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ راستے میں کوئی reception نہیں تھی۔ پون گھنٹے کا سفر ہے، ساڑھے چھ گھنٹے میں طے کیا۔ وہ ڈرائیور راستے میں کیا کرتا رہا ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! اب میں ان کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: راناصاحب!ہر سوال کا جواب ضروری نہیں ہوتا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین!اب ان کو تو شاید پتا نہیں ہے، ویسے فیصل آباد کے حوالے سے ان کو پتاہے کہ پل ڈنگرو جہاں سے فیصل آباد کی حدود شروع ہوتی ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: میں اسلام آباد سے چکوال تک کی بات کر رہا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: میں وہ بھی بتاتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ موٹروے کے حوالے سے ٹیلیویژن پر تھوڑی بہت ان کی footage چلی بھی ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ جب وہ چکوال سے نکلے ہیں تو سینکڑوں لوگ پیدل ان کے ساتھ تھے۔ موٹروے پر بھی لوگ پیدل ان کے ساتھ تھے، چنیوٹ سے لوگ ان کی گاڑی کے ساتھ پیدل آئے ہیں اور اس بات کی تصویریں موجود ہیں۔ اب ان لوٹوں کو اس بات کی سمجھ نہ آئے تو اس کا میں کیا کر سکتا ہوں؟

جناب سپیکر!اب میں راجہ صاحب کی بات پر آتا ہوں کہ راجہ صاحب آج ماشاء اللہ بڑی فارم میں ہیں اور یہ بڑا سچ بول رہے ہیں۔ مجھے ویسے پہلے ہی ان پر شک تھا۔ آج انھوں نے وہ معشوقوں والا شعر پڑھا ہے کہ "میری آس نہ ٹوٹ جائے" راجہ صاحب!آپ کی آس انشاء اللہ تعالیٰ نہیں ٹوٹے گی۔ وہ واپس آئیں گے اور جب وہ واپس آئیں گے تو آپ لوگ سب کے سب ادھر مال روڈ پر ہی ہوں گے۔ آپ لوگوں نے ان کا استقبال کرنا ہے۔ بالکل آپ کی آس نہیں ٹوٹے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی سال اور اس الیکشن سے پہلے وہ اس ملک میں آئیں گے ۔ جب political leadership آئے گی تو انشاء اللہ تعالیٰ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے جو اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اس تحریک میں لوگ شامل ہیں، اس پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سید عبدالعلیم شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: لوگ آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: یہ لوگ جنرل پرویز مشرف کو کیوں نظر نہیں آرہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں ایوان صدر کی بالکونی میں کھڑا تھا مجھے تو کوئی بندہ ہی نظر نہیں آیا۔ بھئی!جنرل مشرف کو آپ بتائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین!پھر ان کو بُرا لگے گا۔ جب چیف جسٹس کا کہیں پروگرام ہوتا ہے تو ہمارے انتہائی محترم قابل احترام سیاست دان واسکٹیں پہن کر صبح سویرے پہنچ جاتے ہیں۔ انھوں نے 9 بجے نکلنا ہوتا ہے، ابھی وہ واش روم میں ہوتے ہیں لیکن یہ باہر فوٹو بنوانے

کے لئے پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ یار خدا کے لئے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں، خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر تحریک چلائیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئر مین! اگر راجہ صاحب کو لوگ نظر آتے ہیں تو پھر یہ اپنے صدر کو بھی بتائیں۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے بندے نظر نہیں آتے۔ بات یہ ہے کہ وکلاء کی تحریک کے ساتھ لوگ ہیں چلئے یہی بات درست ہے اور اگر سیاسی کارکن یا سیاسی جماعتوں کا رول نہیں ہے تو پھر آپ کیوں بدنامی لیتے ہیں، کیوں لوگوں کو پکڑتے ہیں؟ آپ نے آج جو آرڈرز واپس لئے ہیں۔ وہ کس کے ہیں؟ آپ نے سینکڑوں لوگوں کو گرفتار کیا اور ہزاروں کی تعداد میں سیاسی کارکنوں کے گھروں میں ریڈ کئے۔ آپ کس کے لئے لوگوں کو سیالکوٹ سے پکڑتے ہیں اور میانوالی جیل بھیج دیتے ہیں۔ لاہور سے پکڑتے ہیں اور ڈیرہ غازی خان جیل میں بھیج دیتے ہیں۔ اگر کوئی سیاست دانوں کے ساتھ نہیں ہے، سیاسی جماعتوں کے ساتھ نہیں ہے یا سیاسی کارکنوں کے ساتھ نہیں ہے تو پھر آپ یہ گندا اور بدنامی کا کام کیوں کرتے ہیں؟

جناب چیئر مین: شکریہ۔ رانا صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ علیم صاحب! ذرا مختصر بات کریں۔

سید عبدالعلیم شاہ: جناب چیئر مین! میں آج ایک بڑے اہم issue کی طرف بات کرنا چاہتا ہوں جو ساڑھے چار سال سے چل رہا ہے اور ابھی بھی ڈسکس ہوا ہے۔

جناب چیئر مین: ساڑھے چار سال گزر گئے ہیں اور تھوڑا ٹائم رہ گیا۔ آپ اس issue کو چھوڑیں۔

سید عبدالعلیم شاہ: اس وقت سب سے اہم issue یہی چل رہا ہے اور اس پر ہمارے کافی سارے دوست بڑے پریشان ہیں اور بڑی محنت بھی کر رہے ہیں۔ اس بات کا ہمیں چیلنج بھی کرتے ہیں کہ میاں نواز شریف صاحب، شہباز شریف صاحب، معاہدہ ہوا یا نہیں ہوا۔ ہم کہتے ہیں ہوا اور یہ کہتے ہیں کہ نہیں ہوا، کورٹس میں آنا بھی، جانا بھی سب کچھ ہو رہا ہے۔

جناب چیئر مین: میرا خیال ہے کہ آپ اس issue پر بات نہ کریں۔

سید عبدالعلیم شاہ: جناب چیئر مین! میں شہباز شریف اور نواز شریف صاحب کو پاکستان آنے کا صرف طریقہ بتا رہا ہوں۔ یہ قصہ ہی ختم ہو کہ وہ آنا نہیں چاہتے، وہ آئیں انہیں کس نے روکا ہے؟ بقول ان کے کہ ان کا کوئی معاہدہ نہیں ہے اور fundamental rights میں جس طرح رانا صاحب کہہ رہے ہیں کہ وہ آ سکتے ہیں۔ چلیں مان لیا کہ انہیں پولیس یا گورنمنٹ واپس بھیجتی ہے۔

لانچز چلتی ہیں اور لانچ کے ذریعے میاں صاحب آ جائیں۔ وہ آئیں ہم دبئی سے لانچ کرا دیتے ہیں۔ وہ آئیں اور آ کر کسی شہر میں چھپ جائیں، صبح stay order لے لیں۔ ہم ان کو گوادر سے اتار لیتے ہیں لیکن آئیں تو سہی۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ اب میں جناب کرنل محمد عباس چودھری صاحب کو بجٹ پر تقریر کرنے کے لئے دعوت دیتا ہوں۔ کیا وہ تشریف رکھتے ہیں؟ تشریف نہیں رکھتے۔ شاید وہ جا چکے ہیں۔ محمد اشرف بٹ صاحب! اب صرف بجٹ پر بات ہو گی، سیاسی باتیں بہت ہو چکی ہیں۔

انجینئر محمد اشرف بٹ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ بجٹ ایک ایسی دستاویز ہے جو سابق معلومات اور مستقبل کے اہداف و تخمینہ جات پر مشتمل ہوتی ہے۔ بجٹ کسی بھی حکومت کی سابق کارکردگی اور ترجیحات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اچھا اور متوازن بجٹ اسے کہا جاتا ہے کہ جس کے اندر حکومت کی سابق کارکردگی کا اظہار ہوتا ہے اور اس میں کم و بیش تمام شعبوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی ترجیحات کو مقرر کیا جاتا ہے اور اخراجات کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بجٹ کسی بھی حکومت کی سابق سال کی کارکردگی کا مظہر ہوتا ہے۔ اگر مقرر کردہ اہداف کو حاصل کیا جائے یا کر لیا گیا ہو تو حکومت کی کارکردگی بہتر تصور کی جاتی ہے۔

جناب چیئرمین! سال 2006-07 کے revised بجٹ پر اگر نظر دوڑائی جائے تو یہ بات بڑے ہی اطمینان سے کہی جا سکتی ہے کہ موجودہ صوبائی حکومت کو وفاق کی جانب سے Federal Divisible Pool کی مد میں حاصل ہونے والی رقم کے علاوہ پراونشل ٹیکس اور non-tax کی مد میں حاصل ہونے والی آمدنی تخمینہ سے زیادہ رہی۔ اسی طرح صوبائی حکومت کے مختلف اداروں کے اخراجات بھی کم و بیش ہدف کے مطابق رہے جو کہ ایک بہتر expenditure management کی مثال ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پچھلے سالانہ ترقیاتی پروگرام کا تخمینہ 100۔ارب روپے تھا اور اس کا revised estimate 137۔ارب روپے کا ہے۔ ہدف سے 37 فیصد زیادہ رقم کی فراہمی حکومت کی اس commitment کا اظہار ہے جس کے ذریعے وہ صوبہ کے عوام کا معیار زندگی بلند کرنے اور روزگار کی فراہمی کی کوششوں میں مصروف ہے۔

جناب سپیکر! بجٹ 2007-08 کے مطابق جنرل ریونیو receipts کا 72 فیصد فیڈرل ٹرانسفر سے حاصل ہو گا اور یہ وہ رقم ہے جو وفاقی حکومت مختلف direct اور indirect taxes کی

مد میں حاصل کرتی ہے اور اسے آبادی کی بنیاد پر صوبوں کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے۔ پچھلے سال کی نسبت اس مد میں تقریباً25 فیصد اضافے کا تخمینہ ہے جو کہ نہایت ہی خوش آئند بات ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ملک جلال الدین ڈھکو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، انجینئر محمد اشرف بٹ!

انجینئر محمد اشرف بٹ: جناب چیئرمین! وفاق کی جانب سے اتنی بڑی ترسیل یقیناً صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف اور مرکز میں مسلم لیگی حکومت کی بہتر مالی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ جس کے نتیجہ میں سال2007-08 میں سالانہ ترقیاتی پروگرام کا حجم 150۔ارب روپے تک ہوگا جو پچھلے سال کی نسبت پچاس فیصد سے زیادہ ہے۔ اتنی خطیر رقم کے استعمال سے ایک طرف جہاں صوبہ ترقی کی منازل طے کرے گا اور صوبے کے عوام کا معیار زندگی بلند ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ صوبہ کے اندر بے روزگاری میں کمی کا باعث بھی بنے گا۔

جناب چیئرمین! بجٹ 2007-08 میں پچھلے سال کی نسبت سوشل سیکٹر کی مد میں 57 فیصد کا اضافہ کیا گیا ہے۔ سوشل سیکٹر کے جو مختلف حصے ہیں اس کے اندر تعلیم کو نہایت ہی زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی اہمیت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا لہذا تعلیم کے شعبے کے اندر مزید ترقی دینے اور پنجاب کے عوام کی شرح خواندگی کو بہتر کرنے کے لئے پچھلے سال کی نسبت 72 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب جس نے پچھلے تقریباً4 سال سے جو اپنی پالیسیاں دی ہیں ان کی بدولت صوبے کے اندر تعلیم کا معیار بہتر ہوا ہے۔ صوبہ کے اندر مختلف کالجز اور سکولز کی up-gradation کی گئی ہے۔

جناب والا! یہاں پر missing facilities کے حوالے سے بات ہوئی ہے کہ صوبے کے اندر مختلف سکولوں میں missing facilities بھی مہیا کی گئی ہیں۔

جناب والا! اب میں شعبہ صحت کے حوالے سے بات کروں گا کہ کسی بھی معاشرے کو اس وقت تک ترقی یافتہ معاشرہ نہیں کہا جا سکتا جب تک اس معاشرے میں رہنے والے افراد کو صحت کی بنیادی سہولتیں مہیا نہ کی جائیں۔ بجٹ2007-08 میں صحت کے شعبے میں 51 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی عکاسی ہے کہ وزیراعلیٰ چوہدری پرویزالٰہی صاحب کی صوبائی حکومت صوبے کے تمام افراد کو صحت کی بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔ بنیادی مراکز صحت اور رورل ہیلتھ سنٹرز کی حالت کو بہتر کرنا اور ان میں ڈاکٹروں اور ادویات کی فراہمی بھی اس

حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ میں یہاں پر وزیر خزانہ صاحب کو ایک تجویز دینا چاہوں گا کہ ہمارے صوبہ پنجاب کے اندر ایسے بے شمار افراد ہیں جو بیماری کی صورت میں اس قابل نہیں ہیں کہ وہ اپنا علاج کروا سکیں اور انھیں مفت ادویات بھی میسر نہیں ہیں۔ حکومت نے ایمر جنسی کی حد تک ایک بہت بڑا انقلابی قدم اٹھایا اور ایمر جنسی میں ادویات کی فراہمی کو یقینی بنایا لیکن میری تجویز ہے کہ ایسے مستحق افراد جن کا کوئی روزگار نہیں ہے یا عمر کے اس حصے میں ہیں کہ وہ کوئی ملازمت نہیں کر سکتے یا جن کی کمائی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے ان کے لئے ادویات کی مفت فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ میں سمجھتا ہوں حکومت کے اس قدم سے غرباء اور ایسا طبقہ جن کی آمدنی کم ہے ان میں جو احساس محرومی پیدا ہوتا ہے اس کا تدارک ہو سکے گا۔

جناب چیئرمین! پینے کا صاف پانی اور صاف ماحول ہر شہری کا بنیادی حق ہے اور ہر حکومت کا فرض ہے کہ وہ بلاتفریق تمام شہریوں کو یہ سہولیات پہنچائے۔ شہروں کے علاوہ دیہاتوں میں پینے کا صاف پانی اور نکاسی آب کی بہتری کے لئے پچھلے سال کی نسبت 25 فیصد تک کے اضافے کی تجویز ہے۔ حکومت کی ان کوششوں سے نکاسی آب اور فراہمی آب کے معاملے میں خاطر خواہ تیزی آئے گی اور عوام کا معیار زندگی بلند ہو گا۔

جناب والا! واٹر سپلائی اینڈ سینی ٹیشن کے سلسلے میں میری ایک تجویز ہے کہ نکاسی آب کی جو رقم رکھی گئی ہے اگر اس کو بڑھایا جائے تو پورے صوبہ اور بالخصوص شہری علاقوں میں نکاسی آب کے جو مسائل ہیں ان سے نمٹا جا سکے گا۔ ہر سال کروڑوں روپے کی سڑکیں صرف اسی وجہ سے ٹوٹتی ہیں کہ پانی کا نکاس بہتر نہیں ہوتا اور پھر بار بار ان سڑکوں کو بنایا جاتا ہے اور بار بار وہ ٹوٹتی ہیں۔

جناب والا! اس سال بجٹ میں انفراسٹرکچر کی بہتری کے لئے پچھلے سال کی نسبت 20 فیصد اضافہ کیا گیا ہے اور 32۔ ارب روپے سے زائد رقم مختص کی گئی ہے۔ بلا شبہ یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جس سے صوبہ کے اندر شاہرات، پل، پبلک بلڈنگز اور شہری ترقی کے منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان قدرتی وسائل سے مالا مال ملک ہے یہاں کے لوگ بڑے محنتی ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت اربوں روپے مہیا کر رہی ہے وسائل بھی مہیا کر رہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیکھنے والی بنیادی بات یہ ہے کہ کیا یہ رقم پوری طرح خرچ بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ پچھلے سال ڈویلپمنٹ کے لئے 100۔ ارب کا بجٹ تھا اور اس سال 150۔ ارب کا ہے تو کیا یہ رقم حقیقی معنوں میں خرچ بھی کی جا رہی ہے یا لوگوں کی جیبوں میں جاتی ہے۔

جناب والا! آج کل پاکستان کو سب سے بڑا درپیش مسئلہ کرپشن کا ہے۔ پاکستان کے اندر وسائل کی کمی نہیں۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے لیکن ہمارا سب سے بڑا مسئلہ کرپشن کا ہے۔ یہ 150۔ارب روپے ہوں، چاہے 200۔ارب روپے ہوں اگر وہی لوگ ان کو خرچ کریں گے جو آج تک خرچ کرتے آرہے ہیں۔ جن کے ذریعے یہ کام ہو رہا ہے تو میرے خیال میں اس سے خاطر خواہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے چونکہ ہم سالہا سال سے دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ سڑکیں بنتی ہیں پھر ٹوٹتی ہیں۔ کام ہوتے ہیں پھر خراب ہو جاتے ہیں۔ اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ ہمارے کام کرنے والی مشینری اس قابل نہیں ہے، وہ دیانتدار نہیں ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب سے بڑی خرابی ہے۔ اگر وسائل تھوڑے ہوں لیکن ان کو اچھی طرح سے manage کیا جائے اور انھیں دیانتداری سے استعمال کیا جائے تو ان سے زیادہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ اگر وسائل زیادہ بھی ہوں لیکن نیت صاف نہ ہو اور دیانتداری نہ ہو تو معاشرے میں بہتری نہیں لا سکتے۔

جناب چیئر مین! اب میں پروڈکشن سیکٹر کے حوالے سے بات کروں گا۔ اس میں زراعت کی مد میں ڈویلپمنٹ بجٹ میں ایک خاطر خواہ اضافہ کر کے اسے 1100 ملین روپے سے بڑھا کر 2800 ملین روپے کیا گیا ہے۔ زراعت کا شعبہ جو پہلے ہی خاصا زیر عتاب ہے اس پر زرعی انکم ٹیکس کا بوجھ بھی ڈالا گیا ہے۔ زرعی انکم ٹیکس کا حجم 1761 ملین بنتا ہے اگر اس کو پچھلے سال کی مختص شدہ رقم کے ساتھ ملا دیں تو کم و بیش یہ اتنا ہی بنتا ہے جتنا اس دفعہ بجٹ میں تخمینہ رکھا گیا ہے۔ یہ تقریباً 175۔ارب روپے بنتا ہے اگر ہم اس کو waive off کر دیں یا زرعی ٹیکس کو ختم کر دیں تو میرے خیال میں ہماری دیہی آبادی کے لئے ایک اچھا پیغام ہوگا۔ وہ لوگ جن کی آمدنی کم ہے اور ان کا سارا دار و مدار قدرت پر ہوتا ہے، آسمان اور موسم پر ہوتا ہے۔ لہذا میری تجویز ہے کہ زرعی ٹیکس ختم کیا جائے۔ میں اس کے ساتھ ساتھ یہ چاہوں گا کہ کسی بھی ملک اور کسی بھی معاشرے میں ماحول کو بہتر بنانے کے لئے درختوں کی بہت بڑی اہمیت ہے لیکن ہمارے ملک میں درختوں کو بڑی تیزی سے ختم کیا جا رہا ہے اور ماضی میں بھی کیا گیا۔ صحت مند ماحول پیدا کرنے کے لئے درخت نہایت ضروری ہیں۔ اس مد میں بجٹ میں پچھلے سال کی نسبت صرف 20 ملین کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ نہایت ہی کم ہے لہذا وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ Forestry کے لئے زیادہ رقم رکھی جائے تاکہ ہم ملک پاکستان اور بالخصوص صوبہ پنجاب میں ایک اچھا ماحول پیدا کر سکیں۔

جناب چیئرمین: بٹ صاحب! دو منٹ میں wind up کریں۔

انجینئر محمد اشرف بٹ: جی، درست ہے۔ اب میں ہیومن ریسورس ڈویلپمنٹ پر بات کرنا چاہوں گا۔ پاکستان ان ملکوں کی فہرست میں شامل ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ شاید یہ ایک واحد ملک ہو جہاں پر 50 فیصد سے زائد لوگ 25 سال سے کم عمر کے ہیں۔ اس حساب سے ہمارے پاس ایک بہت بڑا ہیومن ریسورس موجود ہے لیکن میرے خیال کے مطابق اس کی ڈویلپمنٹ کے لئے وہ کام نہیں کیا جا رہا جو ہمیں کرنا چاہئے۔ آج ہمیں skilled لوگوں کی کمی کا سامنے ہے۔ ہمارے پاس foreign investment تو آ رہی ہے لیکن اسے handle کرنے کے لئے ہمارے ہاں لوگ نہیں ہیں۔ لہذا میری گزارش ہے کہ افرادی قوت کو بہتر بنانے اور انھیں کارآمد کرنے اور بالخصوص انھیں ہنر مند بنانے کے لئے بجٹ کے اندر اضافہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین! ٹورازم ایک ایسا سیکٹر ہے جسے بہتر کر کے ہم اپنے صوبے کی آمدنی بڑھا سکتے ہیں اور وزیر خزانہ سے میری استدعا ہو گی کہ ٹورازم کے حوالے سے کچھ ایسے اقدامات کئے جائیں جن سے صوبہ پنجاب کے جو خوبصورت علاقے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نوازے ہیں ہم انھیں expose کر سکیں اور لوگوں کو attract کر سکیں۔

جناب چیئرمین! آخر میں، میں بیت المال کے حوالے سے بات کروں گا کہ بیت المال کی مد میں خاطر خواہ اضافہ ہیں ہوا اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ بیت المال کی مد میں اس طرح سے اضافہ کیا جائے کہ جو نادار اور بیوہ خواتین ہیں یا ایسے لوگ جن کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لئے وسائل نہیں ہیں وہ اس مد سے استفادہ کر سکیں۔ آخر میں وزیر خزانہ جناب حسنین بہادر دریشک اور اپنے قائد چودھری پرویزالٰہی وزیر اعلیٰ پنجاب کو ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: چودھری عبدالغفور صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب اشتیاق احمد مرزا!

جناب اشتیاق احمد مرزا: جناب چیئرمین! شکریہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا بجٹ 2007-08۔۔۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ تشریف رکھیں۔ معزز اراکین سے گزارش ہے کہ پانچ پانچ منٹ میں اپنی بات مکمل کر لیں کیونکہ وقت بہت تھوڑا ہے۔

جناب اشتیاق احمد مرزا: جناب والا! آپ کی مرضی ٹائم بڑھالیں اور ابھی تو عام بحث کے لئے کل کا دن بھی ہے۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب اشتیاق احمد مرزا: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ صوبائی وزیر خزانہ نے بجٹ 2007-08 جو پیش کیا ہے یہ اس صوبائی اسمبلی کا پانچواں بجٹ تھا اور مسلسل پانچواں بجٹ پیش ہونے کے پس پردہ جو محرکات ہیں کہ اس کی وجہ وردی ہے یا وزیر اعلیٰ پنجاب کے مسلسل یہ نعرے ہیں کہ ہم باوردی صدر آئندہ بھی ہر بار منتخب کرتے چلے جائیں گے۔ میں ان وجوہات کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ مختصر بات یہ کرنا چاہوں گا کہ یہ جو پانچواں بجٹ پیش ہوا ہے اس میں جو خوش آئند چیز مجھے نظر آئی ہے اور غالباً ایک سال پہلے بھی میں نے اس بات کی نشاندہی کی تھی کہ پورے سال کی آمدن اور اخراجات کا تعلق ہوتا ہے اور عام بحث کے لئے صرف دو دن دیئے جاتے ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت اچھی بات ہے کہ عام بحث کے لئے چار دن رکھے گئے ہیں اور یہ پانچ سالوں میں پہلی دفعہ ہوا ہے۔ بجٹ میں جو ریونیو محاصل تقریباً 356۔ارب روپے ہیں۔ جو مجوزہ بجٹ کا حجم ہے وہ پیش کیا گیا ہے اور جو جاری اخراجات ہیں وہ غالباً 243۔ارب روپے کے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ جو صوبائی وزیر خزانہ صاحب نے بجٹ کے حوالے سے جو تقریر کی تھی وہ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے انتخابی بجٹ اور الیکشن بجٹ پیش کیا ہے۔ جب ہم پانچ سال کو collectively دیکھتے ہیں تو ایک چیز جو سامنے نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ جو current revenue receipts ہیں، میں پانچ سال کے حوالے سے بات کر رہا ہوں وہ کوئی غالباً 1200 سو یا 1250۔ارب روپے ہیں۔ جو current revenue expenditure ہیں یہ پانچ سال کی collectively بات ہے۔ یہ تقریباً 900۔ارب روپے بنتے ہیں یا 950۔ارب روپے بنتے ہیں۔ یہ جو figures ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے ایک بات بڑی واضح ہے کہ پنجاب کی جو سول بیوروکریسی ہے تنخواہوں کی مد میں یا مختلف مدات میں جو اخراجات ہوئے ہیں وہ تقریباً 900۔ارب روپے ہوئے ہیں اور پانچ سالوں میں ترقیاتی کاموں کے حوالے سے جو رقوم provide کی گئی ہیں وہ صرف 300۔ارب یا 350۔ارب روپے ہیں۔ میں یہ بات صوبائی وزیر خزانہ کے نوٹس میں لاؤں گا کہ میں current revenue receipts اور صرف current revenue expenditures کی بات کر رہا ہوں

اور جو capital receipts ہیں اور جو capital expenditures ہیں میں ان کی بات نہیں کر رہا۔ایک بات جو اس سے واضح ہوتی ہے کہ پانچ سالوں میں جس میں آئندہ آنے والا سال بھی شامل ہے۔جو پنجاب میں ترقیاتی کاموں کے حوالے سے بات ہے وہ صرف 300 یا 350۔ارب روپے کی بات ہے۔مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ پنجاب کے اندر پانچ سالوں میں مثلاً تعلیم کے حوالے سے یہ بہت بات کرتے ہیں، روزگار کے حوالے سے بھی بہت بات کرتے ہیں کہ جناب! سالانہ ساڑھے چودہ لاکھ نوکریاں یا روزگار کے مواقع provide کئے ہیں۔اگر ان figures کو آپ collectively دیکھتے ہیں تو یہ تقریباً ستر اسی لاکھ کے انہوں نے روزگار کے مواقع فراہم کئے ہیں۔میرے اپنے حلقہ نیابت جس میں تقریباً ایک لاکھ تیس ہزار ووٹرز ہیں جس کی آبادی سات آٹھ لاکھ کے قریب ہے وہ میرے سامنے ہے وہاں پر تو کسی کو روزگار کے مواقع فراہم نہیں کئے گئے۔پتا نہیں پنجاب کے کون سے علاقوں میں یہ روزگار کے مواقع ہیں کہ جن کا عام پنجابی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ہاں ایک بات بڑی clear ہے آج سے پانچ سال پہلے جو سڑکوں کے اشارے ہیں وہاں پر پہلے گداگر دو ہوتے تھے اب پانچ سالوں کے بعد وہاں پر گداگروں اور بھکاریوں کی تعداد 50،100 کے قریب ہو چکی ہے۔اگر انہوں نے پنجاب کے لوگوں کو بھکاریوں کی صورت میں اگر روزگار کے مواقع فراہم کئے ہیں تو مجھے اس سے کوئی انکار نہیں ہے لیکن باعزت روزگار کے حوالے سے میں انتہائی معذرت خواہ ہوں کہ پنجاب کا ایک عام آدمی پس کر رہ گیا ہے۔

جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ خوشحالی کے یہ دعوے کرتے ہیں۔میں ایمانا قرآنا بات کرتا ہوں کہ آج پنجاب میں پینے کا صاف پانی جو ان کی پہلی بجٹ تقریر میں ترجیح تھی، پینے کے صاف پانی کی بات تو دور کی بات آج پنجاب کے لوگوں کو پینے کا گندہ پانی بھی نہیں مل رہا۔اس کی ذمہ داری وفاق پر عائد ہوتی ہے یا پنجاب پر عائد ہوتی ہے کہ کشمیر کے اندر سے جو دریا ہماری زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے آتے ہیں ان پر جو ڈیم بنائے جا رہے ہیں ہندوستان کی مدد سے افغانستان کے اندر دریائے کابل پر جو ڈیم بنایا جا رہا ہے مجھے جو future پاکستان کا نظر آ رہا ہے وہ ایک صحرا نظر آ رہا ہے۔اس کے حوالے یا ترقی کے حوالے سے جو یہ بات کرتے ہیں وہ سراسر بے بنیاد ہے۔

جناب چیئرمین! جہاں تک خوشحالی کی یہ بات کرتے ہیں میں ایک بات جانتا ہوں اور وہ مختصر سی ہے۔اس کے لئے ماہر معاشیات ہونا ضروری نہیں ہے کہ کوئی آدمی ماہر معاشیات ہو تو پھر ہی وہ بات کر سکتا ہے۔انہوں نے اپنی پہلی بجٹ کی نشری تقریر میں یہ کہا تھا کہ ہم نے افراط زر پر قابو پا لیا ہے لیکن افراط زر ہوتا کیا ہے ؟آج پنجاب کیا پورے پاکستان میں جو بنیادی سکے ہیں وہ ختم ہو چکے ہیں۔ایک چونی کی value نہیں ہے چونی کا سکہ اس وقت نہیں چل رہا۔آٹھ آنے کا سکہ بھی نہیں چل رہا ایک روپے کا سکہ نہیں چل رہا۔/2روپے کا سکہ بھی نہیں چل رہا۔اس وقت جو آپ کا بنیادی یونٹ ہے وہ دس روپے ہے جو کہ ایک روپے کے برابر ہو گیا ہے۔اس ایوان میں بیٹھا ہوا ہر شخص اس بات کی تائید کرے گا کہ آپ جیب سے ایک ہزار روپے نکالیں تو وہ دو گھنٹے کے اندر ختم ہو جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! جو خوشحالی کے یہ دعوے کر رہے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں۔دوسری بات میں اسی بجٹ کے حوالے سے کروں گا کہ 356۔ارب روپے کا جو بجٹ کا حجم انہوں نے پیش کیا ہے اور ترقیاتی کاموں کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کہ ہم 150۔ارب روپے لگائیں گے۔یہ اظہر من الشمس بات ہے کہ 150۔ارب روپے میں سے کم از کم 30 سے 35 فیصد کرپشن کی نذر ہو جاتا ہے اور اس کے بعد پیچھے جو ان کے پاس رہے گا وہ 80 یا 90۔ارب روپے رہے گا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ جیسے یہاں پر رانا صاحب نے بھی بات کی تھی کہ pre budget اجلاس ہونے چاہئیں تاکہ معزز ممبران اسمبلی کو یہ بات معلوم ہو کہ پنجاب کے غریب عوام کے خون پسینے کی جو کمائی ہے وہ کہاں پر جا رہی ہے اور کس طرح خرچ ہو گی۔

جناب چیئرمین! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس میں بیٹھا ہر شخص پنجاب کی خدمت کے لئے اس ہاؤس میں آیا ہے۔ہر شخص یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ پنجاب اور اس کے لوگوں کی خدمت کرے لیکن کچھ ایسی نادیدہ طاقتیں ہیں، قوتیں ہیں جو لوگوں میں شعور پیدا نہیں ہونے دیتیں۔ میں آپ کی وساطت سے پنجاب کے لوگوں کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ یہ 356۔ارب۔۔۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت 15 منٹ کے لئے extend کیا جاتا ہے

جناب اشتیاق احمد مرزا: جناب چیئرمین آپ کی وساطت سے پنجاب کے لوگوں کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ یہ 356۔ارب روپے پنجاب کے لوگوں کی جیبوں سے نکلے گا اور یہ 356۔ارب۔۔۔

MR CHAIRMAN: I welcome the delegation of Peoples Republic of Algeria in the Punjab Assembly.

(اس مرحلہ پر الجزائر کے پارلیمانی وفد کے اراکین ہاؤس
کے اندر سپیکر لابی میں تشریف لائے)

جناب اشتیاق احمد مرزا: جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے پنجاب کے لوگوں کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے لوگو! یہ 356- ارب روپیہ آپ کی جیبوں سے نکل رہا ہے- یہ پیسا پنجاب کے لوگوں کی جیبوں سے نکلتا ہے جس میں سے 243- ارب روپیہ سول بیوروکریسی کے چکروں میں لگ جائے گا اور 30/40- ارب روپیہ کرپشن کی نذر ہو جائے گا اور اس کے بعد جو ground realities ہیں ان میں وہ 60/70- ارب روپے 8/9 کروڑ کی آبادی پر خرچ ہو گا جہاں ایجوکیشن کے مسائل ہیں اور صحت کے مسائل ہیں وہ اونٹ کے منہ میں زیرے کے مترادف ہے-

جناب چیئرمین! خوشحالی کا دعویٰ کرنے والوں کو میں ایک بات یاد کرانا چاہتا ہوں کہ آج سے کتنے سال پہلے 1974 جب ذوالفقار علی بھٹو شہید کی حکومت تھی تو کراچی میں ایٹمی بجلی گھر لگا تھا- اس کے بعد آج تک پس پردہ یا سامنے رہ کر جن لوگوں نے حکومت کی ہے تو آپ 2007 میں پاکستان کا یہ حال اور مستقبل دیکھ لیں کہ لاہور، اسلام آباد اور راولپنڈی، جو اسلام آباد کا جڑواں شہر ہے وہاں پر 8/8 گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے- آپ وسطی پنجاب چلے جائیں وہاں پر 22/22 گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے- یہ کون سی خوشحالی کے دعوے کر رہے ہیں- انہوں نے کون سا ایسا کام کر دیا ہے کہ جس کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ ہم آئندہ الیکشن میں اپنی کارکردگی کی بنیاد پر جائیں گے- ہاں! ان کی کارکردگی وہ ضرور ہے کہ انہوں نے ہمیشہ جمہوریت کا خون کیا ہے اور ان لوگوں کا ساتھ دیا ہے کہ جنہوں نے رات کے اندھیرے میں جمہوریت پر شب خون مارا ہے- میں اس کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں- بڑی مہربانی-

MR. CHAIRMAN: Thank you very much. Dr. Muhammad Siddique!

DR. MUHAMMAD JAVED SIDDIQUI: Thank You. I also welcome the Parliamentary Delegation of Algeria from the opposition side in the Punjab Assembly.

جناب چیئر مین! آپ نے مجھے موقع دیا، بہت شکریہ۔ مجھے بجٹ پڑھنے کے بعد ایک شعر یاد آیا۔ میں اپنے پیارے، خوبصورت، نوجوان اور پیارے چھوٹے بھائی حسنین بہادر دریشک کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

ایڈے غربت دے صدمے نصیباں ڈتن
اوڈوں فرقت دی سانول سزا ڈے گیا
کوئی پچھے تے ہاہ بے مہابے کنوں
بخت کیا ڈیونا ہاہ تے کیا ڈے گیا
تے ہاڑھ مجبور ہاہ اپنی فطرت کنوں
میکوں ساون وی تتی ہوا ڈے گیا
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئر مین! پچھلے سال کے بجٹ میں Annual Development Programme 100- ارب روپے کا تھا۔ اس مرتبہ کے بجٹ میں پنجاب حکومت 150- ارب روپے کیا ہے یعنی انہوں نے اس بجٹ کے Annual Development Programme میں 50 فیصد اضافہ کیا ہے جس کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس عظیم کارنامے پر حکومت پنجاب مبارکباد کی مستحق ہے۔ آج تقریباً بجٹ کی یہ آخری تقریر ہے۔ ان کی طرف سے کئی مرتبہ یہ اعتراض آتا ہے کہ اپوزیشن صرف منفی باتیں کرتی ہے اور تعمیری تجاویز نہیں دیتی۔ میں اپنی پوری budget speech کے دوران شاید کوئی ایک یا دو فقرے سیاسی کروں لیکن باقی اپنی تقریر کو بجٹ کے اعداد و شمار اور تجاویز تک ہی محدود رکھنے کی کوشش کروں گا۔

جناب چیئر مین! اپوزیشن ممبر ہونے کے ناتے میرے فرائض میں شامل ہے کہ حکومت نے جہاں جہاں جو کچھ کمی رکھی ہے، کوتاہی کی ہے میں اسے پڑھوں، سمجھوں اور پھر اس point کو raise کروں اور ساتھ ساتھ proposal دوں کہ حکومت پنجاب نے فلاں فلاں جگہ یہ کمی رکھی ہے اس کو دور کرے۔ حکومتی بنچز کا یہ فرض ہوتا ہے کہ ان کی حکومت نے اپنے بجٹ میں جو اچھے کام شامل کئے ہیں انہیں وہ appreciate کریں۔ اگر میں صرف ان کی اچھائیوں کو appreciate کرنا شروع کر دوں تو میرا کردار اپوزیشن کی بجائے ایک حکومتی نمائندے کا ہو جائے گا لیکن ہم دونوں کا ایک اپنا اپنا فرض ہے لیکن اس کے باوجود بھی میں آج کی اس بجٹ تقریر کے دوران یہ

کوشش کروں گا کہ جو کچھ حکومت نے کیا ہے وہ بھی آپ کے سامنے رکھوں اور جو کچھ انہوں نے نہیں کیا، وہ بھی آپ کے سامنے رکھوں اور پھر فیصلہ اس ایوان اور پنجاب کی عوام پر چھوڑ دوں کہ وہ decide کرے کہ اگر حکومت نے اچھا کام کیا ہے تو وہ انہیں آنے والے الیکشن میں ووٹ دیں اور اگر حکومت نے اچھا کام نہیں کیا تو یقیناً اپنے ووٹ کے بیلٹ کے ذریعے اپنے عدم اعتماد کا اظہار کریں۔

جناب چیئرمین! آپ کو معلوم ہے کہ میرا تعلق گندم اور کاٹن پیدا کرنے والے کسانوں کے علاقے محروم پنجاب کی سرائیکی بیلٹ سے ہے۔ محرومیوں کو اجاگر کرنا میرا فرض بنتا ہے۔ میں نمائندہ منتخب ہو کر آیا ہوں مجھے لوگوں نے اس لئے ووٹ نہیں دیئے کہ میں ایوان میں جا کر وفاداریاں بدلوں، مشیر بنوں، وزیر بنوں، پارلیمانی سیکرٹری بنوں، مفادات حاصل کروں، سرکاری گاڑیاں لوں، سرکاری گھر لوں، اپنے بھائی کو ضلع ناظم بنواؤں۔ مجھے اور ہم سب کو عوام نے سب سے پہلا بنیادی حق یہ سونپا ہے کہ میں نمائندہ ہوں جہاں سے میں آیا ہوں میں نے اس علاقے کا حق نمائندگی ادا کرنا ہے۔ اگر حکومت تعمیری کام کر رہی ہے تو اس کو appreciate کرنا ہے اور اگر کوئی کمی رہ گئی ہے تو اس کو واضح کر کے انہیں راغب کرنا ہے اور ان سے درخواست کرنی ہے کہ کم از کم ان محرومیوں کو دور کریں تاکہ ہمارے مسائل حل ہوں۔

میں عجب یہ رسم دیکھی مجھے روز عید قرباں
وہ ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

جناب چیئرمین! شاعر کہتا ہے کہ میں نے ایک عجب رسم دیکھی ہے کہ عید کے دن جو قصائی مجھے ذبح کرتا ہے وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا۔ بجٹ کے اندر صورتحال یہ ہے جو میں ابھی بیان کرنے جا رہا ہوں وہ آپ سن لیں، فیصلہ یہ ہاؤس کرے گا۔ اس کے بعد بھی اگر یہ ہاؤس decide کرے کہ وسائل کا رخ جنوبی پنجاب کی طرف موڑ دیا گیا ہے تو یقیناً پھر میں سمجھوں گا کہ جن کتابوں سے پڑھ کر میں نے یہ سارے اعداد و شمار بتائے ہیں، میرے اپنے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے کہ جس سے میں information لوں۔

(اس مرحلہ پر الجزائر کے پارلیمانی وفد کے اراکین سپیکر گیلری
سے اٹھ کر ہاؤس سے باہر تشریف لے گئے)

جناب چیئرمین! یہ ضرور ہے کہ میں نے ان کتابوں کو پڑھا ہے اور پڑھنے کے بعد یہ

نوٹس بنائے ہیں۔ان کتابوں میں انگریزی میں لکھا ہوا ہے میں نے اردو میں لکھے ہیں اور وہی بیان کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے اپنی بات کا آغاز صحت کے شعبے سے کرتا ہوں۔ صحت میں موجودہ حکومت کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے بے انتہا کارنامے سرانجام دیئے ہیں اور خواتین ممبران، وزراء اور چیف منسٹر بھی گاہے بگاہے ملتان کے کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ کے قیام کو پچھلے چار سال سے اپنا ایک سنہری کارنامہ گردانتے ہیں۔ میں بھی پچھلے دو سالوں سے مبارکباد دے چکا ہوں۔اس سال بھی دی تھی کہ آپ کی مہربانی ہے۔دوسرے سال بھی مبارکباد دی تھی اور اب تیسرے سال بھی دے رہا ہوں لیکن آپ اعداد و شمار کو ملاحظہ فرمائیں کہ اگر ان تین ڈویژنوں کے اندر ایک ارب روپے کا ایک main project کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ اگر بنایا گیا ہے تو اس کے مقابلے پر وزیر آباد میں 1200 ملین کا بن رہا ہے، فیصل آباد میں 1300 ملین کا بن رہا ہے۔ یہ کوئی ایسا اچھوتا کارنامہ سرانجام نہیں ہوا جو صرف ملتان کی دھرتی پر تو کیا گیا ہو کہیں اور نہ ہو۔ وہ راولپنڈی میں بھی ہے، لاہور میں بھی ہے، وزیر آباد میں بھی بنا رہے ہیں اور فیصل آباد میں بھی بنا رہے ہیں۔ چلو پھر بھی ہم نے دو مرتبہ پہلے ان کا شکریہ ادا کیا، اب بھی شکریہ ادا کر دیتے ہیں۔آپ یہ دیکھیں کہ اس کے مقابلے پر صرف لاہور میں کیا ہو رہا ہے یعنی ملتان کو ایک ارب روپے کا پراجیکٹ دے کر ہر بندہ کھڑا ہو کر یہ کہتا ہے، دیکھیں! ہم نے جنوبی پنجاب کو کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ دیا۔اب آپ دیکھ لیں کہ صرف لاہور میں کیا ہو رہا ہے۔ پوسٹ گریجوایٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ لاہور 1071 ملین روپے، کینسر ہسپتال لاہور 1000 ملین روپے، پیڈیاٹرک ہسپتال لاہور 2244 ملین روپے، سروس انسٹیٹیوٹ میڈیکل سائنسز لاہور 1244 ملین روپے، جنرل ہسپتال کو 1000 ملین روپے، میو ہسپتال 1400 ملین روپے، equipments کی تیاری کے لئے پراجیکٹ لاہور میں 1000 ملین روپے، سروسز ہسپتال لاہور 1000 ملین روپے۔ بھئی! آپ خدا کا خوف کریں ایک پراجیکٹ دینے کے بعد آپ نے یہ ہزاروں ملین کے منصوبے ایک لاہور میں مرکوز کر دیئے اور پھر آپ کہتے ہیں کہ وسائل کا رخ جنوبی پنجاب کی طرف موڑ دیا ہے۔

جناب چیئرمین! جو کچھ حکومت کر رہی ہے وہ میں بیان کر رہا ہوں۔آپ کمال دیکھیں کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال کی اپ گریڈیشن کریں گے، یہ اچھی بات ہے۔ ڈی جی خان میں جس کا قریبی ضلع میرے پیارے بھائی وزیر خزانہ صاحب کا بھی ہے۔ڈی جی خان

میں جب ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال اپ گریڈ کرتے ہیں اور 437 ملین روپے کا منصوبہ ہے تو 07-2006 میں 10 ملین روپے دیا ہے اور 08-2007 میں کہتے ہیں کہ 20 ملین روپے دیں گے جبکہ منصوبہ 437 ملین روپے کا ہے۔

چودھری محمد عظیم گھمن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: گھمن صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ جی، گھمن صاحب!

چودھری محمد عظیم گھمن: جناب چیئرمین! صدیقی صاحب جنوبی پنجاب کا فرما رہے ہیں۔ ہم جب سے پیدا ہوئے ہیں، پڑھے ہیں لکھے ہیں دیکھا ہے کہ صوبہ پنجاب ایک ہی ہے۔ مجھے یہ اعتراض ہے کہ یہ جنوبی پنجاب کا نام لیتے ہیں اور تعصب کی بات کرتے ہیں۔ ان کا معتصبانہ رویہ ہے۔ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔

جناب چیئرمین: میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! اگر گورنمنٹ آف پنجاب کی کتاب میں بیسیوں جگہ سدرن پنجاب کا لفظ ہو تو پھر کیا موصوف مجھ سے یا ہاؤس سے معافی مانگیں گے۔ گورنمنٹ آف پنجاب کی کتاب میں بیس جگہوں پر سدرن پنجاب لکھا ہوا ہے اور میں اگر وہ دکھا دوں تو پہلے جا کر اپنے چیف منسٹر صاحب کو سمجھائیں، پہلے وزیر خزانہ کو سمجھائیں پہلے گورنمنٹ آف پنجاب کو سمجھائیں کہ سدرن پنجاب کیوں ہے۔ اب سدرن پنجاب ایک حقیقت ہے۔ اب تعصب اپر پنجاب کر رہا ہے اور ہم نہیں کرنے دیں گے۔ انھوں نے ہمارے خزانوں کو لوٹا ہے اور ہماری کاٹن کو، ہماری گندم کو ہمیں لاہور کی سڑکوں سے بو آتی ہے۔ اگر حقوق مانگنا تعصب ہے تو ہم ان لوٹوں کو لٹیروں کو ڈاکوؤں کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہمیں literate کرے۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ حق مانگنے کو تعصب کی بات کہتے ہیں۔ ہم حق مانگے گے اگر نہیں دو گے تو چھینیں گے اور اگر ہمیں نہیں رکھنا چاہتے تو ہمیں علیحدہ صوبہ چاہئے۔ آپ ہمیں علیحدہ کر دیں ہم ایسے پنجابی غاصبوں کے ساتھ رہنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں جو حق نہیں مانگنے دیتے حق مانگتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تعصب کرتے ہو۔ تمھارے اندر سننے کی جرأت نہیں ہے یہ ہمارے دیئے فنڈ کے اوپر ڈاکے مار رہے ہیں اور جب ہم بات کرتے ہیں تو ہمیں بات نہیں کرنے دیتے اور ہمیں بولنے تک نہیں دیتے۔

چودھری محمد عظیم گھمن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: گھمن صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ جی، گھمن صاحب!

چودھری محمد عظیم گھمن: جناب چیئرمین! سدرن پنجاب کا documentary نام ہے۔ وہ فنانشل ڈویژنز کے حوالے سے ہے صوبہ ایک ہی ہے۔ یہ جو دوسری بات کر رہے ہیں تو یہ debate کر لیں اور دن مقرر کر لیں کہ کس نے کتنے حکمرانوں کی صورت میں جس کا یہ جنوبی پنجاب نام لیتے ہیں، اس علاقے سے صوبے کے گورنر رہے، کتنے وزرائے اعلیٰ رہے اور کتنا اقتدار ان کے پاس رہا اور صدر بھی وہاں کے رہے لیکن ان لوگوں کے اپنے لوگوں نے اپنی جہالت کو قائم رکھنے کے لئے کچھ نہ کیا۔ میرے اندازے کے مطابق پہلے وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی صاحب ہیں جو کہ پوٹھوہار کے علاقے سے یا اس علاقے سے ہو کر آئے ہیں اور جنھوں نے ان کو اتنے فنڈز دیئے ہیں کہ دونوں کو برابر اکٹھا کیا ہے۔

جناب چیئرمین: میں اپنی اس بارے میں رولنگ دیتا ہوں کہ پنجاب ایک ہی ہے اور جنوبی شمالی کوئی نہیں ہے۔ جی، صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! لودھراں میں کہتے ہیں کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال 400 بلین روپے سے بنانا ہے۔ اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ 2010 میں مکمل ہو گا۔ ڈی جی خان کا ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال بھی 2010 میں جا کر مکمل ہو گا۔ یہ 2003 سے یہ شروع ہے جبکہ شیخوپورہ میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کی بات آتی ہے تو اس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ اس کی بلڈنگ مکمل ہو چکی ہے۔ ملتان میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ 2003 میں چیف منسٹر نے ملتان میں اناؤنس کیا تھا کہ ہم 200 بستروں کا ہسپتال بنائیں گے اور یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ 08-2007 میں 5 ملین روپے رکھا ہے۔ 400 ملین روپے یعنی 40 کروڑ روپے کے منصوبے میں سے کہتے ہیں کہ 08-2007 میں آپ کو 50 لاکھ روپے دیں گے جبکہ 40 کروڑ روپے کا منصوبہ ہے اور یہ 2010 میں جا کر مکمل ہو گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! کتاب سامنے ہے اس کے اندر دیکھ لیں کہ شیخوپورہ کا جو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہے وہ under completion لکھا ہوا ہے completed نہیں لکھا ہوا۔ وہ ongoing scheme ہے۔ یہ کتاب میں سے دیکھ لیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! بلڈنگ بن گئی ہے۔ اگر آپ مجھے وقت دیں تو میں صفحہ بھی نکال کر دکھا دیتا ہوں۔ آپ تعلیم پر دیکھیں کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے پڑھا لکھا پنجاب بنانا ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں آپ نے پڑھا لکھا گجرات اور لاہور بنانا ہے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ آپ نے سات یونیورسٹیوں کے بل یہاں سے پاس کروائے ہیں۔ یونیورسٹیاں لاہور میں ہیں، گوجرانوالہ میں ہیں، گجرات میں ہیں، فیصل آباد میں ہیں، راولپنڈی میں ہیں اور سرگودھا میں ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت 15 منٹ کے لئے مزید بڑھایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: اب اس کے بعد سات یونیورسٹیاں پہلے اس ہاؤس سے منظور کرواتے ہیں اور ایک بھی یونیورسٹی آپ نے جنوبی پنجاب کو نہیں دی لیکن اس کے باوجود آپ یہ دیکھیں کہ آپ نے دو اور انٹرنیشنل سٹینڈرڈ کی یونیورسٹیاں لاہور سیالکوٹ موٹروے کے اوپر قائم کرنی شروع کر دی ہیں۔ آپ نے ہزاروں ایکڑ پر مشتمل انڈسٹریل ایریا سیالکوٹ میں بنانا شروع کر دیا ہے اور اب ہمیں یہ کہتے ہیں کہ آپ یہ کرتے ہیں۔ آپ یہ اندازہ کریں کہ ٹرائیبل ایریا کی ایک پوری تحصیل ہے اس کے اندر کوئی ہائر سیکنڈری سکول نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم نے "پڑھا لکھا پنجاب" بنانا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ 218 سکول بنا رہے ہیں جن میں ایک فیصل آباد میں 28 سکول آپ up grade کر رہے ہیں اور ملتان میں ایک ہے ڈی جی خان میں دو ہیں پورے سدرن پنجاب میں 218 میں سے آپ نے تین ڈویژنز ملتان، بہاولپور اور ڈی جی خان کے اندر 28 تعلیمی منصوبے رکھے ہیں جبکہ 190 آپ نے اپر پنجاب میں رکھے ہیں۔ اس کو چھوڑ دیں ضلع فیصل آباد میں 28 ہیں، ضلع گجرات میں 32 ہیں اور تین ڈویژنز کے 15 اضلاع میں 28 منصوبے ہیں۔ اب بھی آپ کہتے ہیں کہ آپ پڑھا لکھا پنجاب بنا رہے ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ میں حق بھی نہ مانگوں۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ نے ہائر ایجوکیشن کے لئے 10۔ارب روپے رکھے ہیں میں اس کو appreciate کرتا ہوں کہ آپ نے ہائر ایجوکیشن کے لئے پیسے رکھے ہیں وہ قابل تحسین قدم ہے لیکن آپ دیکھیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے کہ 101 منصوبوں میں سے 20 جنوبی پنجاب کو دیئے ہیں۔ اس میں گوجرانوالہ ڈویژن کو 28 دے دیئے ہیں آپ کتابوں میں پڑھ لیں اور گن لیں۔ میں لاہور کی بات نہیں کرتا کہ یہ کہتے ہیں کہ صوبائی دارالحکومت ہے اس کی بات نہ کیا کریں ایک گوجرانوالہ ڈویژن میں 28 ملتان، بہاولپور ڈیرہ غازی خان تین ڈویژنز کے اندر 20 منصوبے یہ ساری باتیں میں اپنی سدرن پنجاب کے بھائیوں کو سنانا چاہتا ہوں کہ جن کے پاس اتنی فرصت نہیں ہے

کہ وہ کتابیں کھول کر کم از کم پڑھ سکیں۔ میں ان کو گائیڈ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اپنے حقوق کی خاطر مہربانی کریں اور اپنی حکومت کے آگے ڈٹ جائیں اور ان سے اپنا حق مانگیں اگر نہیں دیتے تو چھینیں۔ ان سے بات کریں کہ کیوں پڑھے لکھے پنجاب کا نعرہ لگا کر تم ہمارے علاقے ملتان، بہاولپور اور ڈی جی خان کو کیوں محروم کرنا چاہتے ہو۔

جناب چیئرمین! واٹر سپلائی کے منصوبے پینے کا پانی ہے۔ 4-ارب روپے کی لاگت سے 4042 بلین روپے کی لاگت سے یہ جو منصوبے بنا رہے ہیں ان میں سے 3400 بلین روپے اپر پنجاب کو دیتے ہیں اور 650 بلین روپے جنوبی پنجاب کو دیتے ہیں یعنی 1/6 حصہ دیتے ہیں حالانکہ وہ علاقے ایسے ہیں کہ جہاں پر 15/15 میل تک پینے کا پانی نہیں ہے۔ وہاں پر عورتیں صبح ایک ایک، دو دو گھنٹے کا سفر کر کے ٹوبے سے جا کر پانی پیتے ہیں۔ ایسے بے شمار علاقے ہیں کہ جہاں پر انسان اور جانور ایک ہی جگہ پر ذخیرہ کردہ پانی کو پیتے ہیں۔ وہاں پر زیادہ ضرورت ہے یا لاہور، فیصل آباد اور گجرات کو زیادہ ضرورت ہے نہیں۔ پانی کی ضرورت ادھر ہے اور فنڈنگ کا استعمال آپ کے سامنے ہے۔ میں آپ کو ایک اور مثال دیتا ہوں کہ اسی طرح 1533 ملین روپے کی لاگت سے یہ بھی واٹر سپلائی کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ آپ اس میں یہ دیکھیں کہ 1533 ملین روپے کے منصوبوں میں سے 1433 ملین روپے کے منصوبے اپر پنجاب میں بنائے جا رہے ہیں اور تین ڈویژنز میں 100 ملین روپے سے بنائے جا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! جنوبی پنجاب کی آبادی ساڑھے تین کروڑ کی ہے اور اپر پنجاب کی آبادی پانچ کروڑ کی ہے۔ آپ کا ڈیڑھ گنا حصہ بنتا ہے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ اگر ہمیں 100 ملین روپیہ دیا ہے تو آپ 150 لو لیکن آپ 1433 ملین روپے پینے کے پانی کے لئے لیتے ہو اور ہمیں 100 ملین روپے دیتے ہو جو دو منصوبے ہیں کہ بہاولنگر میں 30 ملین روپے کا اور رحیم یار خان میں 70 ملین روپے کا اور باقی سارا سدرن پنجاب کی چھٹی۔ میری مراد یہ ہے کہ یہ وہ اعداد و شمار ہیں کہ بھئی! جو میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور میری دست بدستہ اپیل ہے اور جب میں یہ باتیں کرتا ہوں تو آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ میں تعصب کی بات کرتا ہوں۔ میں آپ کو حلفاً کہہ رہا ہوں کہ لاہور میرے صوبے کا حصہ ہے، گجرات، فیصل آباد میرے صوبے کا حصہ ہیں۔ میری لاہور کے اوپر جان قربان کہ یہ میرے ملک کا حصہ ہے ہمیں پیارا ہے۔ بھئی میں تعصب پیدا نہیں کرتا بلکہ جو تعصب پیدا ہو رہا ہے اس کو ختم کرنے کی بات کرتا ہوں۔ وہاں شاعر کہتا ہے کہ:

میں ترسی میری روہی ترسی ترسی ہے ہرجائی
میں کوں آکھ ناں پنج دریائی

یہ شاعر کہتا ہے میں تو نہیں کہتا۔

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب چیئرمین! ڈاکٹر صاحب اپنے علاقے کے حقوق کے لئے باتیں کر رہے ہیں، حق مانگنا کوئی بری بات نہیں ہے۔ یہاں پر یہ کھڑے ہو کر کہنا کہ یہ لوگ کتابیں نہیں پڑھتے اور میں کتاب پڑھ کر آیا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ ہر کوئی کتابیں پڑھتا ہے۔ یہ کہنا کہ ہم appreciate بھی کرتے ہیں اور آج یہ اپوزیشن بنچ پر کھڑے ہیں اور حکومتی بنچوں سے جو کچھ یہ ڈیمانڈ کر رہے ہیں تو میں انہیں یہ کہوں گا کہ یہ اپنا رول اس طریقے سے ظاہر کریں اور اگر یہ حقوق کی بات کرتے ہیں تو سب سے پہلا حق یہ اپنی پارٹی لیڈر بے نظیر بھٹو سے مانگیں جنہوں نے پورے ملک کو بنجر کیا ہوا ہے، جب کالا باغ ڈیم کا نام لیتے ہیں تو وہ مخالفت کرتی ہے یہ وہاں کیوں نہیں بولتے، وہاں احتجاج کیوں نہیں کرتے اور وہاں اس پارٹی سے چھٹی کیوں نہیں کرتے جو کالا باغ ڈیم کی مخالف ہے جس کی وجہ سے پورا ملک بنجر ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے پورے ملک میں لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے اس وقت صنعتیں بگڑ رہی ہیں، جس کی وجہ سے ہڑتالیں ہو رہی ہیں، لوگ باہر نکل رہے ہیں، کراچی اور یہاں پر کیا ہو رہا ہے، وہاں ان کو غیرت نہیں آتی، کیا یہ ان سے بات نہیں کر سکتے؟ یہ وہاں کھڑے ہو کر اپنی پارٹی کی لیڈر کے ساتھ بات کریں کہ آپ کے اس رویے کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہو رہا ہے، آپ ملک کی لیڈر ہیں، آپ ملک کی بات کیوں نہیں کرتیں، آپ کیوں ہٹ دھرمی کا شکار ہوئی ہیں، کیوں سندھ کے لوگوں کو تعلیم دیتی ہیں کہ آپ کھڑے ہوں اور کالا باغ ڈیم نہ بننے دیں۔ جو یہ بات کرتے ہیں ہم ان کا ساتھ دیں گے اگر یہ اپنی پارٹی سے استعفیٰ دیں اور اپنی پارٹی لیڈرشپ کو یہ کہیں کہ کالا باغ ڈیم بنانے کا اعلان کرے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: بگو صاحب! تشریف رکھیں۔ پہلے ہی کافی ٹائم ہو چکا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ میں نے پہلے بھی یہ عرض

کیا تھا کہ یہ بجٹ سیشن ہے اور یہ ہماری روایات ہیں کہ یہاں پر جو فاضل ممبران بجٹ پر تقریر کرنا چاہتے ہیں ان کو موقع دیا جاتا ہے۔ شاہ صاحب کو بھی یا دوسرے دوستوں کو بھی موقع دیا جائے گا۔ اگر ان کو صدیقی صاحب کی تقریر پر اعتراض ہے تو بے شک انہی کی تقریر پر اپنے وقت پر تنقید کریں لیکن اب انہیں تقریر کرنے دیں، ان کو ہر بات کرنے کا حق ہے۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! ٹائم کی کمی کے پیش نظر آپ confined رہیں، آپ بجٹ تقریروں پر confine رہیں۔ صدیقی صاحب! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ کو مانگنے کا طریقہ ہی نہیں آتا۔ آپ تعصبانہ نظریئے سے مانگتے ہیں، آپ جنوبی پنجاب اور شمالی پنجاب کو چھوڑیں، بجٹ پر بات کریں اور دو منٹ میں wind up کریں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! اگر interruption ہو گی تو پھر میرا ٹائم کیسے پورا ہو گا؟

جناب چیئرمین: ساڑھے تین بج رہے ہیں اور کافی ممبرز ابھی رہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین!

ہزاراں مٹکے ویچ گئے ہن ہزار ساغر پوتج گئے ہن
اساں جو منگے تے ساکوں آکھن ونڈ تج گئے ہن ونڈ تج گئے ہن

وہ میرے بھولے اور سادے سے بھائی ہیں ان کی بات کا جواب میں پھر کبھی دوں گا کیونکہ وہ مجھے اس موضوع سے ہٹانا چاہتے ہیں لیکن میں نہیں ہٹتا۔

جناب چیئرمین: صدیقی صاحب! پلیز دو منٹ میں wind up کریں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! 40۔ارب روپے سپیشل انفراسٹرکچر میں رکھے گئے ہیں۔ 150۔ارب روپے کا بجٹ ہے اور ان میں سے 40۔ارب روپے صرف دو منصوبوں کے لئے نکال کر دیئے گئے ہیں، 40۔ارب روپے ایک خطیر رقم ہے جو لاہور کی رنگ روڈ کے لئے اور لاہور سیالکوٹ موٹروے کے لئے یعنی کہتے ہیں کہ 30 فیصد حصہ دو۔ باقی آپ تقسیم کرتے ہیں اس پر بھی ہم چپ ہیں۔ جب ایک مد میں 7.5۔ارب روپے رکھتے ہیں تو اس میں آپ دیکھیں کہ 167 منصوبے حکومت پنجاب نے اس لاگت سے بنائے ہیں جن میں 134 اپر پنجاب میں ہیں، 33 لوئر پنجاب میں ہیں اور کمال یہ ہے جو میں on going بات کر رہا ہوں کہ ایک گوجرانوالہ ڈویژن میں

34 منصوبے ہیں اور ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان یعنی تین ڈویژنوں میں صرف 33 منصوبے ہیں۔ اس میں یہ بھی دیکھ لیں ایک پروگرام چیف منسٹر ایکس ریلیٹڈ پروگرام ہے جو تقریباً 4۔ارب کی لاگت سے ہے اس میں بڑی دلچسپ کیفیت یہ ہے کہ 437 منصوبے بنائے ہیں جن میں سے 330 اپر پنجاب میں اور 107 جنوبی پنجاب میں رکھے ہیں لیکن کمال یہ ہے کہ گوجرانوالہ ڈویژن میں 106، ملتان، بہاولپور، ڈیرہ غازی خان میں 107 ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ملتان میں ایک، مظفر گڑھ میں دو، لیہ میں تین، لودھراں میں ایک، ڈسٹرکٹ سیالکوٹ میں چالیس ہیں، یہ میں نہیں کہتا یہ کتابیں کہتی ہیں۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ ایک low income housing scheme ہے یہ سکیم وہاں ہوتی ہے جہاں غربت نسبتاً زیادہ ہو تو یہ کہتے ہیں کہ ہم 60 کروڑ کی لاگت سے low income housing schemes بنا رہے ہیں جو 10 لاکھ کی ملتان میں اور 10 لاکھ کی لودھراں میں باقی 59 کروڑ 80 لاکھ روپے اپر پنجاب میں لگا رہے ہیں، کوئی خدا کا خوف کریں۔ یہاں سیاحت کے منسٹر میاں اسلم اقبال صاحب بیٹھے ہیں ان کی منسٹری واحد محکمہ ہے جس میں انہوں نے تقسیم کرتے وقت پہلے منصوبوں کی distribution دیکھی ہے وہ بالکل حق کے مطابق ہے اور اس پر میں اعتراض نہیں کر رہا۔ جہاں جہاں نہیں دیا گیا اس حوالے سے میں عرض کر رہا ہوں کہ پنجاب میں 455 بلڈنگز بنائی گئی ہیں، 367 اپر پنجاب میں ہیں اور 88 تین ڈویژنوں میں ہیں اور ایک ضلع لاہور میں 134 بلڈنگز بنائی جا رہی ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ صوبائی دارالحکومت ہے ہم مانتے ہیں اور سر آنکھوں پر لیکن ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان کے 15 اضلاع کے اندر 88 اور ایک ضلع لاہور کے اندر 134 بلڈنگز بنائی جا رہی ہیں۔

جناب چیئرمین! میں بلدیات کی بات کرتا ہوں، انہوں نے کہا کہ ہم 1381 ملین کی لاگت سے upgradation of model villages کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ماڈل ولیجز دس اضلاع چکوال، اٹک، راولپنڈی، گوجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ، حافظ آباد، فیصل آباد اور جہلم میں بنا رہے ہیں۔ ان دس اضلاع میں سے نو اضلاع اپر پنجاب کے ہیں اور جنوبی پنجاب کے تین ڈویژنوں میں سے وہاڑی کے اندر صرف ایک منصوبہ بن رہا ہے۔ یعنی ایک گاؤں تین ڈویژنوں میں اپ گریڈ ہوگا یہ ہمارے ساتھ کیا مذاق ہے کیا ہمارا ایریا ایگریکلچر ایریا نہیں ہے؟

جناب چیئرمین! ہماری طرف بے روزگاری کا طوفان ہے۔ سندر اسٹیٹ لاہور میں اتنے

100 مربع پر بن رہی ہے، سیالکوٹ کے موٹروے کے اوپر تین تین ہزار ایکڑ پر انڈسٹریل زون بن رہا ہے، فیصل آباد کے اندر پتا نہیں کوئی M3 یا کونسا انڈسٹریل زون ہے جو اتنے لاکھ ایکڑ پر ہے۔ ملتان میں 1954 سے جو انڈسٹریل اسٹیٹ کی مین خریدی تھی اس میں ایک انچ کا اضافہ نہیں کیا گیا۔ چیف منسٹر صاحب نے ایک مہربانی فرمائی ہے کہ انہوں نے وہاں سیوریج بچھایا ہے، سڑکیں ٹھیک کرائی ہیں اور انہوں نے اس کو بہتر کر کے نیا فی بنا کر ایڈورٹائز کیا ہے جسے میں مانتا ہوں لیکن میری آپ سے request ہے کہ جنوبی پنجاب کی طرف بڑا صنعتکار نہیں جا رہا۔ اب حکومت پنجاب کا چیف منسٹر جو اس صوبے کا سربراہ ہے اس کا حق بنتا ہے کہ اس کے صوبے کا وہ حصہ جہاں پر صنعتکار، انڈسٹریلسٹ انوسٹمنٹ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور وہاں بے روزگاری کا طوفان بڑھ رہا ہے اس کی طرف کوئی توجہ دیں اور کوئی incentive دے کر، مفت پلاٹ دے کر، کوئی بجلی میں چھوٹ دے کر یا گیس کے ریٹ میں کمی کر کے یعنی کسی نہ کسی مد میں سبسڈی دیں۔ کاٹن ہم پیدا کرتے ہیں اور سارا ٹیکسٹائل زون فیصل آباد کے اندر بنتا ہے اس سے ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ میں یہ چاہ رہا ہوں کہ بڑھتے ہوئے بے روزگاری کے طوفان کو کنٹرول کرنے کے لئے آپ کم از کم صنعتکاروں کو incentive دے کر کوئی رعایتی پیکج دے کر اس طرف لے کر جائیں تاکہ وہاں جا کر معاملات بہتر ہوں اور وہاں پر بے روزگاری کا طوفان ختم ہو سکے۔

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: ٹائم کی کمی کے پیش نظر آپ پلیز تشریف فرمائیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! میری آخری بات یہ ہے کہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا ساڑھے سات ارب روپیہ 2003 میں حکومت پنجاب نے بھیجا ہے، کس کے لئے، لاکھ کوئی کہتا رہے مگر یہاں پر لکھا ہوا ہے کہ Southern Punjab Basic Urban Development Project ایشین ڈویلپمنٹ بنک نے مانا ہے، ورلڈ بنک نے مانا ہے جنوبی پنجاب کو، کوئی کیسے جھٹلا سکتا ہے اور آپ نے ان سے قرضے لئے ہیں وہ ایک حقیقت ہے اب اس کا 2003 کا پیسا 7.5۔ارب روپیہ جنوبی پنجاب کی 21 تحصیلوں کے لئے اور ملتان سٹی کے لئے واٹر سپلائی اور سیوریج کی مد میں آ چکا ہے۔

جناب چیئرمین: ہاؤس کا وقت 15 منٹ کے لئے extend کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! آپ utilization of funds دیکھیں اس میں، میں یہ نہیں کہہ رہا کہ سارا قصور حکومت پنجاب کا ہے، اس میں اور بہت سے عوامل ہیں میں تو آپ کو پوائنٹ آؤٹ کر رہا ہوں کہ آپ اپنی حکومت کے اثر و رسوخ کو استعمال کرتے ہوئے ان فنڈز کی utilization کو speed up کرنے کی کوشش کریں اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ 2007، کے بجٹ میں سے 7.5۔ارب میں سے 2۔ارب روپے خرچ ہوا ہے۔ وزیر خزانہ اس بات کو نوٹ فرمائیں کہ 7.5۔ارب میں سے صرف 2۔ارب روپے خرچ ہوا ہے باقی ایک ارب 08-2007 میں خرچ ہوں گے، باقی دو ارب 09-2008 میں خرچ ہوں گے، پھر 2010 میں 2300 ملین روپے خرچ ہوں گے تو یہ مذاق نہیں ہے یعنی 2003 کا پیسا 7.5۔ارب روپیہ پڑا ہے۔ گورنمنٹ پیسے دے رہی ہے، اس پر ہم سود بھر رہے ہیں، مارک اپ پڑ رہا ہے اور کہتے ہیں کہ 8 سالوں میں utilization of funds ہو گی۔ میرے بھائی اس سے قومی ضیاع ہوتا ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ سردار فتح محمد خان بزدار!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! بس آخری بات یہ ہے کہ اگر یہ ایسا کریں گے تو بول بالا تو حکومت پنجاب کا ہو گا میرا نہیں ہو گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب میری باتوں کو منفی انداز میں لینے کی بجائے مثبت انداز میں لے تاکہ وہاں پر ترقی کا عمل ہو اور بے روزگاری ختم ہو۔

جناب چیئرمین: شکریہ

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: آپ بجٹ پر تقریر فرمانا چاہتے ہیں۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب چیئرمین! صدیقی صاحب کی تقریر ختم ہو چکی ہے اور بڑے جوش اور ولولے کے ساتھ تقریر فرمائی ہے۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں نے، جن حکمرانوں نے ہمارے اس خطے کو ترقیاتی کاموں سے محروم رکھا یہ آج بھی ان کے پیروکار ہیں، انہی کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ کیا یہ اپنا احتساب کرنے کے لئے تیار ہیں؟

جناب چیئرمین: شکریہ

وزیر ٹرانسپورٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب چیئرمین! صدیقی صاحب جو بھی بات کرتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ میرے اچھے دوست ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کل انہوں نے ایک وعدہ کیا تھا کہ شاہ محمود قریشی جو ہیں جو انہوں نے کہا اگر وہ تردید نہیں آئی تو میں استعفیٰ دوں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ لازمی اس پر عمل کریں گے۔ آج ابھی تک تردید نہیں آئی تو یہ اپنی بات پر عمل کریں اور یہ یہاں کہیں کہ ہاں میں حاضر ہوں اور میں استعفیٰ دیتا ہوں۔ پھر میں کہوں گا کہ ان کی بات ٹھیک ہے ورنہ ان کی کوئی بات بھی ٹھیک نہیں ہے۔ (شور وغل)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ صبح جناب سپیکر کی رولنگ آ گئی تھی انہوں نے صبح یہ رولنگ دے دی تھی کہ کل تردید آئے گی کیونکہ ان کے جو ذمہ داران تھے انہوں نے کہہ دیا تھا لہٰذا اس issue کو دوبارہ نہ چھیڑا جائے۔ جب رولنگ آ جائے اس کے بعد ہاؤس میں دوبارہ discussion نہیں ہو سکتی۔

جناب چیئرمین: چلیں ٹھیک ہے۔ جی، سردار فتح محمد بزدار!

سردار فتح محمد خان بزدار: جناب چیئرمین! بجٹ 08-2007 ایک اچھا بجٹ ہے جس میں ہر شعبہ کی ترقی کے لئے ریکارڈ رقم رکھی گئی ہے۔ اس بجٹ کو پیش کرنے پر حکومت پنجاب اور وزیر خزانہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ موجودہ حکومت کے دور میں جتنے ترقیاتی کام ہوئے اس سے پہلے کبھی نہیں کئے گئے۔ میرے حلقے میں دو تحصیلیں آتی ہیں ایک تحصیل تونسہ اور دوسری تحصیل ٹرائبل ایریا۔ ٹرائبل ایریا کے بارے میں میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں کہ پاکستان میں پنجاب میں سب سے backward ایریا ہے۔ اس کی حالت یہ ہے کہ شمال سے جنوب تقریباً 80 کلومیٹر کا سفر طے کرنا پڑتا ہے اسی طرح مغرب سے مشرق تک اتنا ہی فاصلہ ہے۔ اس علاقے میں کوئی روڈ نہیں ہے، بجلی نہیں ہے، تعلیم کی حالت خراب ہے، ہسپتالوں کی حالت خراب ہے، جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ ہمارے علاقے میں آئیں اور دیکھیں کہ اس علاقے کی کیا حالت ہے اس میں کوئی دلچسپی لے لیں۔ وہ وہاں پر تشریف لے آئے اور اپنی آنکھوں سے حالات کو دیکھا اور موقع پر انہوں نے اعلان کیا کہ دو سڑکیں بنائی جائیں گی۔ یہ سڑکیں بین الصوبائی روڈ ہیں جو کہ پنجاب اور بلوچستان

کو ملائیں گے۔ایک سڑک پر کام شروع ہو چکا ہے، دوسری پر کام شروع ہونے والا ہے۔

جناب والا! یہ علاقہ معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے، اس میں یورینیم ہے اور دوسری معدنیات ہیں، تیل اور گیس کے ذخائر موجود ہیں لیکن آمدورفت کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے اس علاقہ کے لوگ اب یہاں سے نقل مکانی کر رہے ہیں کیونکہ ان کو روزگار نہیں ملتا۔ان کی بھیڑ بکریاں ختم ہو چکی ہیں۔بے چارے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ہم حکومت سے یہ کہتے ہیں کہ مہربانی کرے اس سڑک کو جلد از جلد بنائے تاکہ یہاں پر اقتصادی کام شروع ہو سکے اور لوگ واپس آ جائیں۔اس کے بعد تحصیل تونسہ کا علاقہ ہے جو کہ نہایت ہی پسماندہ ہے۔اس علاقہ میں پہاڑ کے نیچے ایک علاقہ ہے جسے پچاد کہتے ہیں۔دوسرا نہری علاقہ ہے، تیسرا دریائی علاقہ ہے۔پچاد علاقہ نہایت ہی پسماندہ ہے اس میں نہر نہیں ہے، اس میں بجلی نہیں ہے، پینے کا پانی نہیں ہے، اس علاقے میں آمدورفت کے لئے بہت کم سڑکیں ہیں اس علاقے میں پینے کا پانی لوگ دور دور سے سفر کر کے لے جاتے ہیں۔اس علاقے کو پانی دینے کے لئے ہینڈ پمپس منظور کئے جائیں اور حکومت ہی کی طرف سے لگائے جائیں تاکہ دو دو، چار چار گھر آپس میں مل کر اس کو استعمال کریں۔جو واٹر سپلائی ماضی میں چل رہے تھے اور اب خراب ہو چکے ہیں ان کی مرمت کروائیں۔

جناب چیئرمین! یہاں کے لوگوں کو روزگار بہت کم ملتا ہے کیونکہ یہاں پر کوئی اقتصادی activity نہیں ہے لہذا گزارش کی جاتی ہے کہ اس علاقے میں بجلی کا جال بچھایا جائے اور لوگوں کو یہ اجازت دی جائے کہ یہاں پر انڈسٹری لگائیں کیونکہ پہاڑی علاقہ نزدیک ہے اس میں ایسی انڈسٹری جو کہ پہاڑی علاقہ سے پتھر بجلی مٹی اس سے related ہو یہاں پر کام کر سکیں کیونکہ جب تک کوئی اقتصادی ترقی نہ ہو، کارخانے نہ ہوں اس وقت تک ان لوگوں کی حالت بدل نہیں سکتی۔تحصیل تونسہ کے علاقے میں نصف آبادی کو بجلی کی سہولت میسر نہیں ہے براہ مہربانی! اس پر بھی توجہ دی جائے۔بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ ایم این اے صاحب جو سکیمیں لاتے ہیں وہ کسی حد تک آگے جانے سے رک جاتی ہیں وہ اس لئے کہ یہ فلاں کا علاقہ ہے، فلاں کا علاقہ ہے، اس کو بجلی نہیں دینی، یہ سسٹم نہیں ہونا چاہئے گورنمنٹ کی طرف سے یہ ہونا چاہئے کہ سب علاقوں کو سہولیات ملنی چاہئیں۔ہم نے ایم پی اے فنڈز سے جن بستیوں کو، آبادیوں کو بجلی دینے کی سفارش کی ہے، فنڈز مہیا کئے گئے ہیں ان پر یہ قدغن لگایا گیا ہے کہ یہاں آبادی تھوڑی ہے۔جب تک بجلی نہ ہو گی سڑکوں پر کوئی activity نہیں ہو گی، کارخانے نہیں لگ سکتے، کوئی facility نہیں ہو گی تو

یہ کام نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ بھی گزارش ہے کہ ایم پی اے کے فنڈ پر یہ restriction نہ ہو۔ کم از کم آٹھ دس گھر جہاں پر ہوں وہاں پر بجلی پہنچائی جائے۔

جناب چیئرمین! پھر اس کے بعد رود کوہیوں کو کنٹرول کرنے کا مسئلہ ہے۔ حکومت نے ان کو کنٹرول کرنے کے لئے فنڈز دیئے ہیں اور دو تین سال پہلے ان کا سروے بھی ہو چکا ہے لیکن اس پر کوئی کام نہیں ہوا۔ رود کوہی کا علاقہ بہت لمبا چوڑا ہے اور اس میں لاکھوں ایکڑ رقبے ہیں جو کہ بنجر پڑے ہیں۔ زمیندار اپنے خرچے پر ہر سال ان کی لٹھ بندی کرتے ہیں تاکہ پانی divert ہو کر کھیتوں کی طرف آ جائے لیکن وہ ٹوٹ جاتے ہیں اور ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا لہذا رود کوہیوں کو کنٹرول کرنے کے لئے فوری طور پر کام شروع کروایا جائے۔ گندھا جات اور ان کے سسٹم کو ریگولرائزڈ کرنے کے لئے فوری طور پر بنایا جائے اور ان پر عمل کیا جائے تاکہ لوگ یہاں سے نقل مکانی نہ کریں۔

جناب چیئرمین! پنجاب میں سب سے بیک ورڈ ایریا ٹرائیبل ایریا اور تونسہ تحصیل ہے جو بھی انفراسٹرکچر ہے وہ ناکافی ہے اور انفراسٹرکچر کے بغیر کوئی علاقہ ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک اس طرف توجہ نہیں دی جاتی تو یہ علاقہ ترقی نہیں کر سکتا لہذا ہم حکومت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ مہربانی کر کے اس علاقے کے ہر شعبہ، خصوصاً زراعت پر توجہ دی جائے، بجلی پر توجہ دی جائے، واٹر سپلائی پر توجہ دی جائے، خاص طور پر پہاڑی علاقوں میں چھوٹی بڑی سڑکوں کو تعمیر کیا جائے۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں چودھری پرویز الٰہی صاحب کا نہایت تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے دورہ کر کے علاقے کی ترقی کو شروع کروایا ہے۔ اس علاقے کی ترقی اب شروع ہو گی۔ پاکستان کو بنے ہوئے 60 سال ہو گئے اب ہماری ترقی کا پہلا سنگ بنیاد یہ ہے کہ چودھری پرویز الٰہی نے یہ کام شروع کروایا ہے اور اب ہم امید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ علاقہ بھی ترقی کرے گا اور ملک کے دوسرے حصوں کی طرح خوشحال ہو گا۔

جناب چیئرمین: اب محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ!

محترمہ زیب النساء قریشی: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ہزار بار نمودِ سحر ہوئی لیکن
کسی غریب کی دنیا میں روشنی نہ ہوئی

چمن کے رنگ و بو نے اس قدر دھوکے دیئے مجھ کو
کہ میں نے شوقِ گل بوسی میں کانٹوں پہ زبان رکھ دی

جناب چیئر مین! آج پھر حسب سابق بجٹ پیش کیا گیا اور یہی پاس کیا جائے گا۔ Figures کے حساب سے بڑی خوشنما باتیں سامنے آئیں لیکن جب معاشرے پر نگاہ دوڑائی جاتی ہے تو حالات خراب سے خراب تر نظر آتے ہیں۔ خودکشیاں، ڈاکے، چوریاں، چادر اور چار دیواری کا عدم تحفظ، سسکتی آدمیت، معاشرہ دو انتہاؤں کی طرف رواں دواں ہے۔ ہم وہ ثمرات اب تک حاصل نہ کر سکے جن کو حاصل کرنے کے لئے جا رہے تھے۔ کیا وجوہات ہیں؟ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس بجٹ میں عوامی نمائندوں کی عدم شرکت ہے۔

جناب چیئر مین! بجٹ بیوروکریسی بناتی ہے اور انہیں یہ بھی پتا نہیں ہوتا کہ آج کل عوام کے کیا مسائل ہیں؟ ان کا تو عوام کے ساتھ قریب کا واسطہ ہی نہیں ہوتا۔ عوامی نمائندے شرکت کریں گے اور اپنی آراء اس میں دیں گے کہ اس سال ہمیں کون کون سے اہداف حاصل کرنے ہیں تو پھر ہی بہتر نتائج نکلیں گے۔

جناب چیئر مین! دوسری بات یہ ہے کہ بہت کم عرصے میں بجٹ کا پاس ہو جانا اور پاکستان واحد ملک ہے کہ جہاں اتنی جلدی بجٹ کے اوپر بحث کر کے اس کو پاس کر دیا جاتا ہے۔ میں ایک مثال پیش کروں گی کہ امریکہ میں بجٹ کے لئے دو کمیٹیاں ہوتی ہیں۔ پہلے ایک کے سامنے بجٹ پیش کیا جاتا ہے اور پھر اس کا دوسری کمیٹی جائزہ لیتی ہے کہ جب اس بجٹ کو عوام پر لگائیں گے تو اس کے کیا نتائج نکلیں گے؟ لیکن ہمارے ہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے تو میں یہ سفارش کروں گی کہ ہمارے ہاں بھی اس طرح کی کمیٹیاں بنائی جائیں کہ جو اپنی سفارشات پیش کریں کہ اس دفعہ انہیں عوام کے لئے کیا بنانا ہے تاکہ معاشرہ خوشحال ہو۔

جناب چیئر مین! ترقی یہ نہیں ہے کہ ہم نئے شہر بنالیں، بڑی بلڈنگز بنالیں، ترقی اور خوشحالی یہ ہے کہ اس علاقے میں رہنے والے آسودہ زندگی بسر کر سکیں، امن محبت ہو اور کشمکش نہ ہو۔ میں یہ کہوں گی کہ بڑے شہروں کی بجائے چھوٹے علاقوں میں زیادہ سے زیادہ کالونیاں بنائی جائیں تاکہ لوگوں کو رہائش کی سہولت میسر آ جائے۔

(اس مرحلہ پر ملک نذر فرید کھوکھر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئر مین: جی، محترمہ!

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب چیئر مین! میں یہ سفارش کروں گی کہ کمیٹیاں بنائی جائیں جو بیرونی ممالک میں پنجاب کی اشیاء کو متعارف کروائیں اور ان ممالک کی ضرورت کے مطابق وہاں ہمارے مال کو جو ہمارے محنت کش تیار کرتے ہیں وہاں پر یہ متعارف کروائیں اور وہاں سے وہ آرڈر لے کر آئیں تو گھر میں بیٹھ کر خواتین، بچے، بچیاں اور بے روزگار افراد ان کو تیار کریں اور پھر ان کی سپلائی وہاں کریں تاکہ ان کو روزگار حاصل ہو۔

جناب چیئر مین! اب میں پولیس کی بات کرتی ہوں کہ پولیس کے فنڈز میں 9۔ارب روپے بڑھا دیئے گئے ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابھی ملک میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بہتر نہیں ہوئی۔

جناب چیئر مین: ہاؤس کا وقت مزید 15 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

محترمہ زیب النساء قریشی: سڑکوں پر چلنے والے تو کجا گھروں میں رہنے والے لوگ بھی اپنے آپ کو محفوظ خیال نہیں کرتے۔ میں یہ کہوں گی کہ رقم بڑھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ پولیس کلچر کو تبدیل کرنا پڑے گا، اس کے کردار کو تبدیل کرنا پڑے گا اور ان کو اس طرح سے تربیت دینی پڑے گی کہ وہ اپنا کردار تبدیل کر لیں۔ آج ڈاکو اور چور اتنے دیدہ دلیر ہو چکے ہیں کہ ملتان میں بھی ہمارے ہاں اکثر گھروں میں ڈاکے اور چوریاں ہوتی رہتی ہیں لیکن اب انہوں نے وہاں لڑکیوں کو بے آبرو کرنا شروع کر دیا ہے اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔

جناب چیئر مین! محکمہ تعلیم کی طرف سے پڑھے لکھے پنجاب کے دعوے کئے جاتے ہیں لیکن سروے رپورٹ کے اعداد و شمار کے مطابق پنجاب کے 56233 سکولوں میں سے 26902 سکولز چار دیواری سے محروم ہیں، 12336 سکولز پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں، 38414 سکولوں میں بجلی نہیں ہے، 31502 سکولوں میں بیت الخلاء نہیں ہیں جبکہ 4301 سکولوں کی عمارتیں نہیں ہیں۔ حافظ آباد میں 25 سے زائد سکول ہیڈ ماسٹر اور ہیڈ مسٹریس کے بغیر کام کر رہے ہیں تو کس طریقے سے آپ وہ نتائج حاصل کر سکیں گے اور ''پڑھا لکھا پنجاب'' پیش کر سکیں گے۔ تعلیمی پالیسیاں آئے دن تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ اس تعلیم سے کوئی خاطر خواہ نتائج کیوں نکل نہیں رہے۔ اساتذہ کا حال یہ ہے کہ وہ سڑکوں پر آ گئے ہیں اور ان کی کوئی عزت نہیں ہے پھر بتایئے کہ تبدیلی اور ترقی کیسے ہوگی اور تعلیم میں ان لوگوں کو لگا دیا جاتا ہے جنہیں اور کہیں نوکری نہیں ملتی تو میں یہ کہوں گی کہ اچھے اور قابل لوگ لگائے جائیں۔

جناب چیئر مین! دوسری بات پھر یہ ہے کہ ہمارے سکولوں کو کہا جاتا ہے کہ ان سکولوں کا مقابلہ کریں گے کہ جن کی پانچ پانچ ہزار روپے فیس ہے اور تمام تر سہولیات ہیں اور وہاں سے جو بچے پڑھ کر نکلیں گے تو وہ اس سرکل میں آ ہی نہیں سکتے اور وہ تو پیچھے ہی رہ جائیں گے۔ اس طرف توجہ کی جائے۔

جناب چیئر مین! صحت کے متعلق میں یہ کہنا چاہوں گی کہ صحت ایک انتہائی اہم حصہ ہے اور بہت زیادہ توجہ طلب ہے۔ پنجاب حکومت کو یہ یقینی بنانا چاہئے کہ ہر غریب آدمی کو ادویات فراہم کی جائیں، ان کا مفت آپریشن ہو اور آپ یہ کہیں گے کہ اتنے سارے اخراجات کیسے ہم کریں گے تو میں یہ کہوں گی کہ وی آئی پی کلچر کو ختم کر دیا جائے اور جو ادھر فضول خرچی ہوتی ہے وہ پیسا غریب لوگوں کو صحت مہیا کرنے کے لئے خرچ کیا جائے۔ اسی کے ساتھ میں یہ کہوں گی کہ ملتان میں چلڈرن کمپلیکس حکومت نے بنایا ہے اور اس کی پہلے بھی میں تعریف کر چکی ہوں اور پھر کرتی ہوں کہ یہ ایک حوصلہ افزاء اقدام ہے لیکن اس بجٹ میں اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ اس ہسپتال میں 450 مختلف خالی اسامیوں کو پُر کیا جائے اور ساتھ ہی میں یہ سفارش پیش کروں گی کہ چناب کلب میں ریسٹ ہاؤسز کو مریضوں کے لواحقین کے استعمال کے لئے فارغ کروائے جائیں تاکہ وہ وہاں بیٹھ جائیں۔ آپ کو پتا ہے کہ ملتان کے چلڈرن کمپلیکس میں بہت دور دراز سے لوگ آتے ہیں اور ملتان کی گرمی اپنی مثال آپ ہے تاکہ وہ سڑکوں پر پڑنے کی بجائے اور اس طرح پریشان ہونے کی بجائے ان ریسٹ ہاؤسز میں بیٹھ جائیں۔

جناب چیئر مین! دوسری بات میں یہ کہوں گی کہ ہیپاٹائٹس ایک مہلک مرض ہے جو بہت تیزی کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے اور اس کی روک تھام کے لئے حکومت کو بہت ضروری اقدامات کرنے چاہئیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یونین کونسل کی سطح پر عوامی شعور کو بیدار کیا جائے کہ ہیپاٹائٹس سے کس طرح بچا جائے۔ ہسپتالوں کے تھیٹر میں ہیپاٹائٹس کے مریضوں کے آپریشن کے لئے الگ آلات ہوں اس کا کوئی الگ انتظام ہو جو کہ ابھی تک نہیں ہے۔ اس کو یقینی بنایا جائے کہ گائنی آپریشن تھیٹر اور خاص طور پر لیبر رومز میں ہیپاٹائٹس کے مریضوں کے لئے الگ بندوبست کیا جائے کیونکہ سروے کے مطابق ایک رپورٹ پیش کی گئی ہے کہ اگر اس پر توجہ نہ کی گئی تو تمام لوگ ہیپاٹائٹس کی مختلف قسموں میں مبتلا ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! ایک بات میں یہ کہوں گی کہ خاندانوں کو جو -/500 روپے دینے کا کہا گیا ہے اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ ایک سیاسی رشوت ہے اور قوم کو بھکاری بنانے کے مترادف ہے کیونکہ یہ صرف اپنے ہی لوگوں کو نوازنے کے لئے تقسیم کئے جائیں گے۔ دوسرا میں یہ کہوں گی کہ دیہات اور شہر میں ہر ضرورت مند عورت کو آسان شرائط پر بلاسود قرضے دیئے جائیں تاکہ وہ عورتیں اپنا کوئی کاروبار کر سکیں اور ان عورتوں کو ٹریننگ دی جائے تاکہ وہ بہتر انداز میں کام کریں۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ بیرونی دنیا میں منڈیاں تلاش کی جائیں تاکہ ان کا مال باہر نکل جائے۔ میں ایک سفارش یہ کروں گی کہ حکومت اخبارات کے کارکنوں کی حالت زار پر بھی توجہ دے اور ویج بورڈ ایوارڈ کے نفاذ کی کوشش کی جائے تاکہ اخباری کارکنوں کو اس مہنگائی کے دور میں درپیش معاشی مسائل کا خاتمہ ہو سکے۔ بھٹہ مزدوروں کی رجسٹریشن مکمل کی جائے اور انہیں آسان شرائط پر قرضوں کا اجراء کیا جائے تاکہ وہ مل کر کام کریں اور ان کو پیشگی ادائیگی کا نظام اور جبری مشقت کا خاتمہ ہو اور ان کی حالت بھی بہتر ہو جائے۔ وہ اپنے بھٹے بھی خود بنائیں وہاں محنت کریں تاکہ وہ بھی ایک خوشحال زندگی بسر کر سکیں۔

جناب چیئرمین! میرے پاس ایک رپورٹ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ایشین ڈویلپمنٹ اور دیگر ذرائع سے حاصل کیا جانے والا بجٹ استعمال نہیں ہو سکا صرف کریڈٹ لینے کے چکر میں حکومت عوام کو مقروض کر رہی ہے اور پنجاب کا سماجی شعبہ اس میں سب سے زیادہ ناکام رہا ہے۔ تعلیم کے لئے مختص 7.58۔ ارب روپے میں سے صرف 35 لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ مذہبی امور کے ترقیاتی بجٹ میں سے ایک پیسا بھی خرچ نہیں ہوا۔ حکومت پنجاب نے گزشتہ بجٹ میں ترقیاتی اخراجات کی مد میں 117.125۔ ارب روپے رکھا تھا اور 31۔ جنوری 2007 تک کے لئے 88.32۔ ارب روپے ترقیاتی کاموں کا حدف مقرر کیا گیا تھا خود حکومت پنجاب کے اعداد و شمار کے مطابق 31۔ جنوری تک 85.13۔ ارب روپے خرچ ہوئے ہیں جو حدف سے 3۔ ارب روپے کم ہیں۔ عالمی اداروں کے قرضوں سے چلنے والا پڑھا لکھا پنجاب اور دوسرے پروگراموں کے ترقیاتی کاموں کے لئے بجٹ میں 7.58۔ ارب روپے رکھے گئے تھے 31۔ جنوری تک 4.41۔ ارب روپے خرچ ہونے کا اندازہ لگایا گیا تھا لیکن صرف 35 لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ پرائمری، ثانوی اور دیگر تعلیمی سرگرمیوں کے لئے تقریباً 1.788۔ ارب روپے رکھے گئے تھے جن میں سے 92 کروڑ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ پنجاب میں صحت کے لئے 4.181۔ ارب روپے رکھے گئے تھے

31۔جنوری تک ایک ارب روپے خرچ ہوئے ہیں۔ ٹرانسپورٹ اور تعمیرات میں 51۔ارب روپے کا حدف رکھا گیا تھا 31۔جنوری تک 29.81۔ارب روپے کی جگہ صرف 10۔ارب روپے خرچ ہوئے۔آبپاشی،زراعت،جنگلات اور ماہی گیری کے محکموں کے لئے کل 9.24۔ارب روپے کا حدف مقرر تھا جو 31۔جنوری تک 5.392۔ارب روپے خرچ ہونا تھے لیکن یہ محکمے 3.89۔ارب روپے خرچ کر سکے ہیں اور واٹر سپلائی کے لئے 5.20۔ارب روپے رکھے گئے تھے جو سات ماہ میں صرف 1.34۔ارب روپے خرچ ہوئے ہیں۔

جناب والا!میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ یہ تمام اخراجات کیوں نہیں کئے جبکہ آدھے سال میں اتنا خرچ کیا اور اتنا بچا دیا تو باقی کی رپورٹ کیا ہو گی؟ظاہر ہے کہ ان کا قرضہ اور ان کا سود بھی ہمیں برابر ادا کرنا پڑتا ہے لیکن اس کے فائدے ابھی تک عوام تک نہیں پہنچ رہے ہیں۔

میں اپنی بات اس شعر پر ختم کرتی ہوں کہ:

رہنا ہے تو اس شان سے دنیا میں رہو تم
حق بات کو تو دار کے تختے پر کہو تم
انسان ہو انسان کی معراج بھی سمجھو
کل جس کو سمجھنا ہے اسے آج ہی سمجھو

بہت بہت شکریہ

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی،فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین!کچھ دن پہلے میں نے باہر بھوک ہڑتال کی تھی اور آپ ہی کی مہربانی سے وزیر صاحب اور ارشد بگو صاحب تشریف لے گئے تھے اور مجھے اس وعدے پر واپس لے آئے تھے کہ آپ اندر آئیں اور اپنا مؤقف بیان کریں۔میں نے عرض کی اور آپ نے فرمایا کہ آپ، رضوی صاحب اور ارشد بگو صاحب اکٹھے جاکر لاء منسٹر صاحب کو مل لیں تو میں پرسوں سے لاء منسٹر صاحب کو ڈھونڈ رہا ہوں۔لاء منسٹر صاحب ساری عمر اسمبلی میں رہے ہیں وہ بھی نہیں مل رہے اور رضوی صاحب بھی نہیں مل رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس طرح ہے کہ آپ اور ارشد بگو صاحب مل لیں چونکہ لاء منسٹر صاحب کی موجودگی میں بات ہوئی تھی اس لئے آپ ان سے ملیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب! میں کہاں پر ملوں؟

جناب چیئرمین: وہ آپ کو کل مل جائیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب! مل ہی نہیں رہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: وہ کہیں گئے ہیں تقریباً چار پانچ بجے واپس آئیں گے تو مل لینا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب! واپسی پر وہ اپنے گھر جائیں گے یا چار پانچ بجے وہ چیمبر میں آئیں گے؟ اجلاس ختم ہو جانا ہے آپ مجھے حکم دے دیں میں کل پھر کم از کم وہیں بیٹھ جاؤں جی۔ میں دو تین دن بھوکا رہتا میرا فیصلہ ہو جانا تھا۔

جناب چیئرمین: کل وہ آپ کو انشاء اللہ مل جائیں گے۔

وزیر خزانہ: جناب چیئرمین! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب واپس اسمبلی چیمبر تشریف لائیں گے کیونکہ میں نے بھی ان کو ملنا ہے اگر معزز رکن چاہیں تو آج بھی مل سکتے ہیں وہ واپس تشریف لائیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! اب مجھے یہ خطرہ ہے کہ آج یہ بھی نہ غائب ہو جائیں۔

جناب چیئرمین: نہیں وہ آج مل جائیں گے۔ عابد چٹھہ صاحب!

MR ABID HUSSAIN CHATTHA: Mr. Chairman, Sir, it is indeed my proud privilege to have this noble opportunity to express my views on the Annual Budget Statement that has already been presented before this august House. Review of the budget documents and those of the previous years leads to this conclusion that there is a remarkable progress in terms of allocations of different funds in almost all the important sectors and departments of the provincial economy. There is a mark increase in the flow of funds and a record Rs.150 billion Annual Development Plan has been earmarked for this year. This leads to this conclusion that there has been a positive and affective

macro-management of economy both at the national and provincial levels which has lead to an inflow of funds with which a huge developmental and non-developmental actives are being adequately funded. However, there are a few matters of concern that I would like to...

MR CHAIRMAN: The time is extended for 15 minutes.

MR ABID HUSSAIN CHATTHA: ... Raise and give some suggestion Obviously my first reference would be towards the looming power crisis that has gripped the country and has worsely affected the economic progress, trade and business that has been going on and continuing for the last 5 years. Mr. Chairman, sir, if this load shedding is not curtailed and efforts are not made in order to bridge the demand and supply gap in terms of power generation, I think it will negatively affect the growth rate and the business activities within the country and obviously Punjab Government would be of no exception. Although the responsibility for power generation rests with the Federal Government but I believe that the Punjab Government should come forward with a very vibrant and dynamic power policy which has already been initiated and I was reading in the Budget Speech that 2 or 3 projects in the hydel sector on the canals of Punjab are being finalized. However, I think that the seriousness of the condition demands that the Punjab Government should set up a special cell immediately with the objective to tap the wide hydel resources that are available within Punjab and this special cell should tap all the prospective investors that are in the market who are willing to finance these

projects and set up these projects. I think the hurdles, the bureaucratic hurdles, the red redtapism should be eradicated in this side and a special emphasis should be made so that in a shorter period of time, small hydel projects are initiated on war-footings. The beauty of the power policy within the Punjab is that all these projects are less than 50 mega watts for which lengthily feasibilities are not required. Short feasibilities and quick expediting of the proposals can be done if a special cell is formed within the Irrigation and Power Department and all energies are spent to generate power so that this demand and supply gap is bridged and it can lead towards a positive impact on the overall economy of the Province. I would also highly appreciate that for the first time, direct proposals for direct financial assistance to the poorest of the poor have been included in the budget. Apart from this measure for the last many years funds from the Zakat & Bait ul Maal are also being given to the poor but there are a few major administrative problems in the distribution of funds. I think a lot of funds are being diverted towards the administrative expenses in the running of these departments which need to be curbed because in this age of modernization all you need is a highly sophisticated electronic software programme in which the recipients can be identified on ground and the names should be put in there so that direct transfers can be made instead of issuing cheques and having elaborate administrative departments on the ground, I think these funds which are reserved for the poor must be spent on the rehabilitation and for

direct financial aid which must pass on to the poor without administrative officers interferences because we need to support the poorest of the poor in an age where inflation is around 8 percent and the prices of essential items are increasing. I think we should come forward with an open heart and take decisions for the benefit of the poorest of the poor so that they can survive in this age where inflation is at a higher level. I would also propose that delicacy and more involvement of agencies in terms of this financial assistance towards the poor should be eliminated and all these funds should be pooled into one programme and this will help in curtailing the administrative expenses and would also help to reserve more resources which can directly be applied towards the benefit of the poor. Also at the ground level there should be a mechanism that the recepients of this financial aid, their list should be displayed at the Union Council Offices so that public transparency should come in and the people of each village should know the people who are getting this financial assistance so that bogus entries should be eradicated and the real recepients should be identified. Another cause of concern for which I would like to give some suggestions is towards the execution and implementation of various schemes. Mr. Chairman, sir, this has been an issue, since the inception of Pakistan. In the past, the funds were not adequate and also the procedures were outdated and cumbersome but now with modern age of technology I think reforms should be initiated in order to make sure that all the money that is reserved for developmental activities is spent

swiftly and transparently in the most efficient manner for the benefit of the people. This will increase the public confidence and it will also benefit the Government if funds reserved for developmental activities is spent transparently and efficiently. For this I think the procedures need to be revamped and especially the system of awarding of contracts should be revaluated and a swift mechanism should be proposed because I have noticed that a small development scheme can even take 7 to 8 months before the funds actually reach out to the spot where they are spent. Another shortcoming which I observed is that there are a number of executing agencies which are doing the same thing. For instance, sanitation schemes are being done by the Union Councils themselves; they are also being done by the Tehsil Councils; they are also being done by the District Governments through the ADLG Office and at times even at the Federal level through Pak PWD. I think that there should be some mechanism that all these developmental activities are coordinated and there should be a development committee at the district level having representatives from all the tiers of the Government which can coordinate the developmental activities and this duplicacy of executing agencies should be curtailed so that it should be known at the grass root level that which is the sole agency which is responsible for a particular development work and so that its affective accountability can also take place. I think there is a need of the hour that people's representation at that level should be increased and people should be involved in the developmental activities by forming development

committees, constituting of the local inhabitants which can monitor the development works and which can report back to the Government agencies and to the representatives regarding the quality and efficient use of such resources. This is also important because for the last five years there has been a huge increase in the development funds for which the credit goes to the present Government but the capacity at the ground has not been developed to utilize those funds. So there is a need to concentrate in enhancing the capability and the capacity of the Government at that level so that all these funds are executed in a proper and efficient manner. At this point, I would also like to float to the Government to consider that there should be a scheme initiated by the Government at the ground root level where Union Complexes are built. What I mean by these complexes, is where all those facilities are being provided at the Union level can easily and affectively be hosted there. For example, the Patwari who gives the revenue records may have his office there; a police chowki should be hosted in the same premises; the facilities which the Union Council extends. The Union Council's office can be based there. Now the Federal Government is proposing to set up Utility Stores. Such Utility Stores can be based there. It can become a hub where the surrounding villages and people within the same Union Council can have a recourse because today these facilities are scattered from village to village and there is a shortage of Government buildings and Government land where they can be put together under one roof or at least under one walled premises. So such a

scheme can be very useful. Even the Parwaries who are posted at the Patwar Circles they do not have their offices within that Patwar Circle and usually most of them make their own offices at the city level or at the district headquarter. So the people still have to travel and locate where the Government functionaries are based.

MR CHAIRMAN: Chattha Sahib please wind up now.

MR ABID HUSSAIN CHATTHA: Ok. I will take five minutes more. I think that this is an important year. This is an election year and the election has to take place and it is important because political stability is the essence of economic development and unless we cannot achieve political stability, the fruits of economic development cannot be realized to their optimum level. So I earnestly hope that these elections will usher a new era of political stability and what political stability has been seen in the last five years will continue in the same manner so that the fruits of economic development continue to pass at the same speed and at the same level to the people of Pakistan. I hope that the new elections lead to a real and complete transition to democracy and the parliamentary supremacy is more affectively established specially the parliamentary committees become more powerful so that they become a symbol of monitoring the true aspirations of the people of Pakistan.

Lastly, Mr. Chairman, lot of funds had been placed last year and even in this budget for police reforms and for improving the law and order situation. I think it is the

fundamental duty of every Government to secure the life, liberty and property of the people and I believe that on ground achievements are still to be seen that how these reforms come up mostly in traffic and in curbing of menaces like dacoity and abduction for ransom and all that. For that the Government's writ needs to be more affectively established and ruthless accountability is the need of the hour to ensure that proper law and order situation prevails and this brings the dividends of economic prosperity and political stability to the people. Thank you Mr. Chairman. In the end I conclude with the Faiz Poetry.

آیئے عرض گزاریں کہ نگار ہستی
زہر امروز میں شیرینی فردا بھر دے

جناب چیئرمین: محمد اجمل چیمہ صاحب!

وزیر صنعت: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! شکریہ آپ نے مجھے وقت دیا تاکہ میں بھی کچھ بجٹ کے بارے میں کہہ سکوں۔ اس وقت پنجاب گورنمنٹ نے جو بجٹ پیش کیا ہے یقینی طور پر یہ ایک متوازن بجٹ ہے۔ موجودہ حالات میں اس سے بہتر بجٹ بنانا یا پیش کرنا میں سمجھتا ہوں ممکن نہیں تھا۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس میں ہر شعبے پر توجہ دی گئی ہے۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت آدھا گھنٹہ اور بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر صنعت: میں صرف اپنے محکمہ کے حوالے سے آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں زیادہ تر بات انڈسٹریز پر کروں گا کہ پنجاب حکومت نے اس سے پہلے انڈسٹری کے لئے کیا کیا ہے اور آگے ہمارا انڈسٹریز کے بارے میں کیا پروگرام ہے۔

جناب والا! پچھلے سال محکمہ انڈسٹریز کے لئے 18 کروڑ روپے رکھے گئے تھے۔ اس سال انڈسٹریز کے لئے 40 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ تقریباً 122 فیصد کا اضافہ ہے۔ اس کے علاوہ TEVTA کے لئے پہلے صرف چند کروڑ روپے مختص کئے جاتے تھے اس سال تقریباً 1600 کروڑ

روپے ٹیوٹا کے رکھے گئے ہیں۔ پنجاب حکومت نے دونوں محکموں کا یہ جو بجٹ بڑھایا ہے صرف اس لئے بڑھایا ہے کہ اس محکمہ کی جو پہلے کارکردگی تھی وہ بہت اعلیٰ تھی۔ پچھلے چار سالوں میں اللہ کے فضل سے انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ نے جو کام کیا ہے اس کے ذریعے روزگار کے بہت سے نئے مواقع پیدا ہوئے ہیں۔ اس حوالے سے میں آپ کو چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ لاہور میں ہم نے ایک سندر انڈسٹریل اسٹیٹ بنائی ہے جو تقریباً 1600 ایکڑ پر محیط ہے۔ اس میں اس وقت تک 10۔ارب روپے کے قریب investment ہو چکی ہے۔ اس وقت صوبے میں انڈسٹریز لگانے کی ڈیمانڈ اتنی زیادہ ہے کہ جب ہم نے یہ منصوبہ شروع کیا تو خیال تھا کہ یہ تین چار سال میں مکمل ہو گا لیکن اللہ کے فضل سے پہلے چھ ماہ میں ہی ہمیں اتنی درخواستیں آ گئیں کہ ہمارا پورے کا پورا انڈسٹریل اسٹیٹ لوگوں نے انڈسٹری لگانے کے لئے خرید لیا۔ اس وقت تک وہاں تقریباً 40 فیکٹریاں کام شروع کر چکی ہیں۔ جب یہ ساری فیکٹریاں مکمل ہو جائیں گی تو انشاء اللہ یہاں پر تقریباً 10 لاکھ لوگوں کو روزگار ملے گا۔

جناب چیئرمین! اسی طرح فیصل آباد کے قریب ایک ٹیکسٹائل سٹی بنایا گیا ہے جو کہ 3 ہزار 5 سو ایکڑ پر محیط ہے۔ وہاں پر بھی یقینی طور پر تقریباً 20 لاکھ لوگوں کو روزگار کے مواقع ملیں گے۔ وہاں بھی تیزی سے کام ہو رہا ہے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ وہاں پر foreign investment بہت آ رہی ہے۔ چائنیز وہاں فیکٹری لگا رہے ہیں، جرمن وہاں فیکٹری لگا رہے ہیں جس کے ذریعے ملک میں بہت سی latest technology بھی آئے گی اور انشاء اللہ تعالیٰ export کا کام بھی بہت بڑھے گا۔

جناب چیئرمین! میرے دوست ڈاکٹر صاحب ابھی یہاں پر بیٹھے تھے شاید اب چلے گئے ہیں۔ میں صرف ان کو بتانا چاہتا تھا کیونکہ وہ کہہ رہے تھے کہ جنوبی پنجاب میں حکومت پنجاب نے کیا کیا ہے؟ ہم نے جنوبی پنجاب کے لئے خصوصی پروگرام رکھا تھا۔ ملتان انڈسٹریز اسٹیٹ کا انھوں نے ذکر کیا ہے لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ اس کی upgradation کرنے بعد وہ یقینی طور پر سارے کا سارا انڈسٹری اسٹیٹ fulfill ہو گیا۔ اس کے بعد ہم نے اس کے ساتھ 600 ایکڑ کا ایک اور نیا پلاٹ لیا ہے جس پر اس وقت تیزی کے ساتھ انڈسٹریز لگنا شروع ہو گئی ہیں۔

علاوہ ازیں وہاں پر جو علاقائی مصنوعات ہیں ان کو export کرنے کے لئے، انھیں فروخت کرنے کے لئے ہم نے mango packing کا ایک بہت اچھا پراجیکٹ لگایا ہے جس میں

latestمشینری installکی گئی ہے۔ جہاں پرmango treatہو کرexportہو سکے گا۔ یہ ایک بہت بڑا منصوبہ ہے جو کہ پنجاب حکومت نے وہاں پر لگایا ہے۔ اس سے بہت زیادہ لوگوں کو روزگار ملے گا اور وہاں پرexportبھی بڑھے گی۔ وہاں پر جوhand loomsہیں ان کے لئے ایک سپیشل پراجیکٹ بنایا گیا ہے کہ وہاں کی productionکو export کیسے کیا جائے اور اس کی انٹرنیشنل مارکیٹ میں کیسے مارکیٹنگ کی جائے۔ اس حوالے سے بھی ہمیں اللہ کے فضل سے بہت سی کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ اسی طرح آپ لاہور میں آ جائیں۔ یہاں پر کوٹ لکھپت انڈسٹریل اسٹیٹ تھی۔ وہ تقریباً گڑھے بن چکے تھے۔ وہاں لوگوں کے لئے جانا مشکل تھا۔ اللہ کے فضل سے پنجاب گورنمنٹ نے تقریباً 40 کروڑ روپے کی لاگت سے اس انڈسٹریل اسٹیٹ کو اب ماڈرن انڈسٹریل اسٹیٹ بنا دیا ہے اور وہاں اب productionبہتر طریقے سے ہو رہی ہے۔ وہاں کے لوگ یقینی طور پر یہ محسوس کر رہے ہیں کہ پنجاب گورنمنٹ نے ان کے لئے جو کام کیا ہے وہ یقینی طور پر ایک قیمتی تحفہ ہے۔

جناب چیئرمین! جب ہماری حکومت آئی تھی تو پنجاب میں بہت سے ایسے محکمے تھے جو کہ صرف انڈسٹریز کو بڑھانے،exportکو بڑھانے کے کام میں ایک رکاوٹ تھے۔ وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی صاحب کے حکم پر ہم نے پورے صوبے کی ریسرچ کروائی اور تجویز کیا کہ بہت سے محکمے ایسے ہیں کہ جن کو یا تو ختم کر دینا چاہئے یا انھیں تبدیل کر دینا چاہئے۔ اس میں سب سے بڑا محکمہ سوشل سکیورٹی کا تھا۔ بہت سے لوگوں کو یہاں پر شکایت تھی کہ سوشل سکیورٹی ڈیپارٹمنٹ کے لوگ ان کو جا کر بہت تنگ کرتے تھے۔ اس میں ایک education cess تھا اس کا خرچہ 10 کروڑ روپے تھا جبکہ اس کی آمدن صرف 5 کروڑ روپے تھی۔ وہ محکمہ ہی تقریباً ختم کر دیا گیا ہے۔ سوشل سکیورٹی ڈیپارٹمنٹ کا جو طریق کار تھا وہ تقریباً 40 سالہ پرانا تھا اسے ٹھیک کر کے فوری طور پر self-assessmentکا طریقہ اپنایا گیا جس سے محکمہ کی آمدن بھی بڑھی اور اس کے ساتھ ساتھ کام کرنے والے مزدوروں کا بھی بہت خیال رکھا جا رہا ہے۔ اللہ کے فضل سے اب ہمیں زیادہ آمدن آ رہی ہے جس کی وجہ سے مزدوروں پر زیادہ سے زیادہ پیسے خرچ ہو رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو بتاتا چلوں کہ پنجاب گورنمنٹ کی کوششوں سے مزدوروں کے لئے جو اقدامات کئے گئے ہیں ان کی وجہ سے اس وقت پنجاب کے سوشل سکیورٹی ہسپتالوں میں تقریباً 5 ہزار کے قریب bedsہیں۔ جب ہماری حکومت آئی تھی تو اس وقت پورے پنجاب میں

1400 کے قریب beds تھے۔ صرف اس حکومت کی بہتر management کی وجہ سے اتنی بڑی تعداد میں سوشل سکیورٹی کے ہسپتال بھی بڑھے ہیں اور وہاں بستروں کی تعداد بھی بڑھی ہے۔

اس کے بعد فیصل آباد کے قریب ایک value added city بنایا گیا ہے جہاں پر صرف finished products export کی جائیں گی۔ 80 ایکڑ پر محیط ایک city مکمل ہو گیا ہے وہاں لوگ تیزی سے فیکٹریاں لگا رہے ہیں اور بہت سے لوگوں نے وہاں پر production بھی شروع کر دی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب وہ مکمل ہو جائے گا تو اس سے صرف وہ Items export ہوں گی جو کہ بالکل مکمل ہیں۔ raw cloth export نہیں ہو گا، grey/finished cloth export نہیں ہو گا مکمل طور پر value added products export ہوں گی۔

اس کے علاوہ چھوٹی صنعتوں کو قرضہ دینے کے لئے ہمارا محکمہ سمال انڈسٹریز کارپوریشن ہے۔ جب ہماری حکومت آئی تھی تو ہمارے پاس اس وقت صرف 50 کروڑ روپے تھے آج اللہ کے فضل سے ہمارے پاس 3۔ارب روپیہ ہے۔ اس وقت ہم تقریباً 1500 چھوٹی صنعتیں اس صوبے میں معرض وجود میں لا چکے ہیں جو کہ سمال انڈسٹریز کارپوریشن کی کوششوں کی وجہ سے ممکن ہوئیں۔ اس سے اس وقت تک 30 ہزار لوگوں کو نئی jobs ملی ہیں۔ یہ بالکل چھوٹی چھوٹی صنعتیں ہیں، بالکل کاٹیج انڈسٹریز ہیں لیکن اللہ کے فضل سے ہمیں اس میں بہت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ہے اور ہم یہ بات دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس محکمہ کے return کا بہت اچھا طریق کار ہے۔ آپ بنکوں یا دوسرے اداروں میں چلے جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ لوگوں کے بہت زیادہ پیسے ڈوبے ہیں لیکن ہماری 90 فیصد return کامیابی سے ہمارے پاس آ رہی ہے اور پھر یہ قرضے ان لوگوں کو دے رہے ہیں جنہوں نے چھوٹی چھوٹی صنعتوں میں خرچ کرنے ہیں اور ان صنعتوں میں jobs بھی create ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ سلسلہ پوری طرح کامیابی سے چل رہا ہے۔

اس کے بعد ہم نے لاہور گوجرانوالہ میں Export Processing Zone بنایا ہے اس کی اس علاقے میں بہت زیادہ ضرورت تھی۔ اب یہ Export Processing Zone مکمل ہو گیا ہے اور وہاں پر بہت زیادہ انڈسٹری لگ رہی ہے اور لوگوں نے وہاں export کرنا شروع کر دیا ہے۔

جناب والا! ابھی فیصل آباد کے دوست تو ایوان میں موجود نہیں ہیں حالانکہ انھیں بہت زیادہ اعتراض ہوتا ہے کہ فیصل آباد کے بارے میں کیا کیا گیا ہے۔ فیصل آباد ٹیکسٹائل کا گڑھ ہے۔ وہاں ٹیکسٹائل کا بہت زیادہ بزنس ہے۔ پچھلے چار سالوں میں فیصل آباد میں 6۔ارب ڈالر کی نئی

مشینری لگی ہے۔پہلی گورنمنٹ نے یہ پابندی لگائی ہوئی تھی کہ آپ جب نئی مشینری درآمد کرتے تھے تو اس پر بہت heavy duty ہوتی تھی لیکن اب وفاقی حکومت نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ نئی مشینری پر ڈیوٹی zero rebate کردی جس وجہ سے اس ملک میں بہت سی نئی ٹیکنالوجی آئی ہے اور لوگوں نے انڈسٹری میں بہت زیادہ investment کی ہے۔اگر کچھ لوگ دعوی کرتے ہیں کہ ہمیں دکھایا جائے کہ واقعی انڈسٹری لگی ہے یا نہیں تو ہم صرف یہ بات بتاتے ہیں کہ اس وقت سوئی گیس اور بجلی کے کتنے انڈسٹریل کنکشن لئے گئے ہیں۔جب آپ ان کی تعداد دیکھیں گے تو یقینی طور پر ہر آدمی کو احساس ہو گا کہ واقعی اس ملک میں نئی انڈسٹری لگی ہے اور بہت سی نئی انڈسٹری لگ بھی رہی ہے۔کوئی آدمی بھی ضرورت کے بغیر بجلی اور گیس کا انڈسٹریل کنکشن نہیں لے سکتا چونکہ اس کے fix charges ہوتے ہیں اس لئے یہ confirm ہے کہ صرف ان لوگوں نے ہی یہ کنکشن لئے ہیں جنھوں نے واقعی یہ انڈسٹری لگائی ہے۔

جناب والا!حکومت پنجاب نے دو سال پہلے گھریلو کاٹیج انڈسٹری کو float کرنے کے لئے ایک کروڑ روپے سے بغیر شخصی ضمانت کے قرضہ کے اجراء کی سکیم شروع کی تھی۔جس کے تحت ہم نے لوگوں کو چالیس ہزار روپے کے حساب سے بغیر شخصی ضمانت پر قرضہ دینا شروع کیا تھا۔اس میں ہمیں بہت کامیابی ہوئی ہے اس لئے ہم اس بجٹ میں وہ پراجیکٹ 6 کروڑ تک لے گئے ہیں۔یقینی طور پر اس سے چھوٹے چھوٹے بہت روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے۔

جناب چیئرمین!اس کے علاوہ وفاقی حکومت اور پنجاب حکومت مل کر پنجاب کے لئے لاہور میں ایک بہت ہی اچھا پراجیکٹ Lahore Expo Centre بنا رہی ہے۔یہ 4۔ارب روپے کا پراجیکٹ ہے انشاء تعالیٰ یہ اس سال کے آخر تک مکمل ہو جائے گا اور پورے ملک کے لوگوں کو یہ سہولت ہو گی کہ وہ Expo Centre میں اپنی product show کر سکیں گے اور یہاں پر انٹرنیشنل قسم کے exhibitions ہوں گے۔پنجاب اور لاہور میں یہ بہت بڑی کمی تھی اس لئے وفاقی اور صوبائی حکومت نے مل کر یہ منصوبہ بنایا ہے اور آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب کے لوگوں کے لئے یہ ایک بہت بڑا تحفہ ہو گا۔

جناب والا!پہلے حکومت کے پاس صنعتوں کے بارے میں کوئی معلومات نہیں تھیں لیکن اب پنجاب میں جہاں جہاں بھی صنعتیں ہیں ان کا مکمل ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے۔اگر اب معلوم کرنا ہو کہ گوجرانوالہ میں کون سی صنعتیں ہیں،ڈسکہ میں کون سی ہیں،گجرات میں کون سی

ہیں، فیصل آباد میں کون سی ہیں اور ملتان میں کون سی صنعتیں ہیں تو اس کا پورا database ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر کسی کو بھی ضرورت ہو تو حکومت یہ معلومات فراہم کر سکتی ہے۔

جناب چیئر مین! ابھی میری بہن تقریر کر کے چلی گئی ہیں میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ لوگوں کی چھوٹی چھوٹی products کو کیسے export کیا جائے اور اسے کیسے بڑھایا جائے۔ ہم نے ایک ڈالر شاپ کا پروگرام شروع کیا تھا امریکہ میں ایک بہت بڑی تقریباً 80/70 بلین ڈالر کی انڈسٹری ہے وہاں پر کچھ ایسے سٹور ہیں جو وہ چیزیں بیچتے ہیں جن کی قیمت صرف ایک ڈالر کے قریب ہوتی ہے۔ وہاں سے ہم تقریباً 700 آئٹمز لائے اور لوگوں کے لئے یہاں display کئے جس میں فیصل آباد، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، لاہور اور باقی سب جگہوں پر بھی چیمبر آف کامرس میں وہ products display کیں اور انھیں بتایا کہ یہ وہ انڈسٹری ہے جس کے لئے بڑی رقم نہیں چاہئے بلکہ آپ چھوٹی چھوٹی رقم سے یہ products شروع کر سکتے ہیں اور یہ 100 فیصد exportable project ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس میں ہمیں بہت زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔ اب بہت سے لوگ یہ چیزیں خرید بھی رہے ہیں اور export بھی کر رہے ہیں۔ اس وقت ان نئی products کی وجہ سے ہماری ایکسپورٹ 10 ملین ڈالرز کی شروع ہو گئی ہے جو آنے والے وقتوں میں مزید بڑھے گی۔

جناب چیئر مین: پلیز! wind up کریں۔

وزیر صنعت: جی، درست ہے۔ اس کے علاوہ بھی حکومت پنجاب نے انڈسٹری کے لئے بہت سے پراجیکٹ شروع کئے ہیں جس وجہ سے روزگار کے بہت زیادہ نئے مواقع پیدا ہوئے ہیں۔ یہ بات یقینی ہے کہ نئے روزگار انڈسٹری کے float کرنے کے بعد ہی ہوں گے کیونکہ گورنمنٹ کے پاس تو limited jobs ہیں۔ حکومت پنجاب کے وژن 2020 میں بھرپور کوشش کی جارہی ہے کہ جہاں جہاں بھی cluster ہیں، جہاں جہاں بھی کسی قسم کی انڈسٹری ہے اسے وہاں ہی float کیا جائے۔ ہم سیالکوٹ میں سرجیکل انڈسٹری کو float کر رہے ہیں۔ سرگودھا میں کنو کی پیکنگ کو float کر رہے ہیں۔ وہاں پر پلاسٹک کے سوئچ بورڈ بنتے ہیں وہاں پر ہم نے ان کو composite centre بنا کر دیا ہے۔ لاہور میں آٹو موبائیل انڈسٹری بہت grow کر رہی ہے اس کے لئے حکومت پنجاب نے کوٹ لکھپت میں ایک سروس سنٹر بنا کر دیا ہے جہاں لوگ اپنی چھوٹی چھوٹی product تیار کر سکتے ہیں۔

جناب چیئر مین!اس سلسلے میں حکومت پنجاب کے پچھلے سالوں کے بجٹ بہت تیزی اور کامیابی کے ساتھ چلے ہیں۔ہم نے اس سال TEVTA میںskilled labourکی ٹریننگ کا بہت اچھا پروگرام شروع کیا ہے۔ہم نے کوشش کی اور پچھلے سال تقریباً16000ہزار لوگوں کو مختلف شعبوں میںtrainedکیا اور ہم نے اس سال صرفskilled trainingکے لئے اس کا بجٹ پچھلے سال سے تقریباً130فیصد بڑھادیا ہے۔اس مقصد کے لئے ہمارے پاس1680کروڑ روپے ہیں جو صرفskilled labourکے لئے رکھے ہیں۔ہمارا پروگرام ہے کہ انشاء اللہ ہم نے اس سال ایک لاکھskilled labourتیار کرنی ہے جو مختلف شعبوں میں جائے گی اور یقینی طور پر ان کے لئے روزگار کے مواقع موجود ہوں گے۔

جناب والا!میں آخر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا اور وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالہیٰ صاحب اور ان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے بہت اچھا بجٹ بنایا ہے۔شکریہ(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئر مین:شکریہ۔میاں محمد اسلم صاحب!

میاں محمد اسلم(ایڈووکیٹ):بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب چیئر مین!چونکہ ضلع رحیم یار خان پنجاب کا آخری ضلع ہے اس لئے میری باری بھی آخر میں آئی ہے۔

جناب چیئر مین:آپ کے بعد کچھ لوگ ہیں اس لئے آپ نے جانا نہیں۔

میاں محمد اسلم(ایڈووکیٹ):جی،ٹھیک ہے۔وزیر خزانہ صاحب نے جو اس سال کا بجٹ پیش کیا ہے اس پر بہت سارے دوستوں نے اظہار خیال کیا ہے۔کسی نے اس بجٹ کو غریب نواز بجٹ کہا ہے،کسی نے عوام دشمن بجٹ کہا ہے اور کسی نے عوام دوست بجٹ کہا ہے لیکن میں اس بجٹ کو معاشی یا عوام دوست بجٹ تو نہیں کہوں گا بلکہ سیاسی بجٹ کہوں گا کیونکہ پچھلے سال ترقیاتی بجٹ100۔ارب روپے تھا جسے اس سال بڑھا کر150۔ارب روپے کر دیا گیا ہے۔یہ الیکشن کا سال ہے یہ بجٹ صرف اس لئے رکھا گیا ہے کہ حکومتی ایم پی ایز کے حلقوں میں اسے خرچ کیا جاسکے۔

جناب والا!آپ دیکھیں کہ ہم اپوزیشن میں بیٹھ کر چار پانچ سال سے یہی کہہ رہے ہیں کہ حکومت نے ہمارے ترقیاتی فنڈز بند کئے ہوئے ہیں اور ہمارے فنڈز سرکاری ممبران کے حلقوں میںother thanخرچ کئے ہیں لیکن آج تک ہماری کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔میرا حلقہ289 تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان ہے۔حکومت نے تحصیل خانپور سے دو صوبائی وزیر لئے تھے لیکن

ایک کو مخدوم احمد محمود صاحب کی وجہ سے ہٹا دیا گیا وہاں سے ایک مرکزی وزیر بھی ہیں اور ایک پارلیمانی سیکرٹری ڈیفنس ہیں جو میرے ترقیاتی فنڈز استعمال کر رہے ہیں۔ مجھے آج تک missing facilities میں سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ محکمہ تعلیم میں کوئی حصہ نہیں ملا۔ گرلز سکولوں کی چار دیواریاں نہیں ہیں۔ بلڈنگز نہیں ہیں، سڑکیں نہیں ہیں اور بجلی تک نہیں ہے۔ ہمارے علاقے کو بلاوجہ اور دانستہ طور پر ترقیاتی فنڈز سے محروم رکھا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! وزیر خزانہ صاحب نے جو بجٹ بنایا ہے اس میں ان کے اپنے علاقے چاچڑاں سے راجن پور تک نشتر گھاٹ پل کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ ہمارے چولستانی علاقے سرائیکی علاقے کو نظر انداز کیا گیا۔ چولستان جس میں پینے کا پانی تک میسر نہیں ہوتا۔ اس علاقے کے لئے کم از کم ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا کوئی بندوبست کیا جاتا تو بہتر تھا یا چولستانی علاقے میں کوئی سکول وغیرہ کھولے جاتے تو وہ بھی بہتر تھا۔

جناب والا! ہمارے علاقے کی سیاسی طور پر بھی احساس محرومی ہے جس کو بری طرح سے نظر انداز کیا گیا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ ہمیں چار پانچ سال میں کیا ملا؟ یہی ملا کہ تھانے مقدمے پرچے اور ہمارے بچوں پر مقدمات ہمارے عزیز واقارب پر مقدمات ہم پر جھوٹے کیسیز جس کی بناء پر ہماری وہاں پر عزت افزائی نہ ہوئی۔

جناب چیئرمین! میں یہ عرض کروں گا کہ محکمہ آبپاشی کو دیکھ لیں کہ ہمارے ساتھ جو سرکاری حلقے ہیں ان کے موگے بڑے ہوں گے، ان کے سائز بڑے ہوں گے، ہمارے علاقوں میں نہروں میں پانی کی کمی ہو گی اور موگے بھی کم ہوں گے۔ اس کے علاوہ ہمارے علاقے میں سڑکیں بھی نہیں ہیں لیکن جو ساتھ والے حلقے ہیں، سرکاری حلقے ہیں ان میں سڑکیں دو کلو میٹر تین تین کروڑ روپے سے بنائی گئی ہیں۔ جو ہمارے ترقیاتی فنڈز ہیں وہ وہاں پر خرچ کر دیئے گئے ہیں۔ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے بھی ہمیں missing facilities میں سے کوئی حصہ نہیں دیا اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ یہ سیاسی بجٹ اس لئے بنایا گیا ہے کہ آئندہ آنے والے الیکشن میں اپنے وزراء کو، اپنے ایم پی ایز کو اور اپنے ایم این ایز کو support کیا جائے اس لئے میں یہی کہوں گا کہ یہ بجٹ جو ہے سیاسی ہے۔ پنشن میں صرف 15 فیصد اضافہ کیا گیا ہے اور تنخواہ میں بھی 15 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ ان کو چاہئے کہ مہنگائی کے پیش نظر اضافہ زیادہ کیا جائے۔ 100 فیصد جب مہنگائی بڑھی ہے تو کم از کم تیس فیصد پنشنوں میں اور سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جانا چاہئے

تھا۔اس کے علاوہ ترقیاتی فنڈز کے لئے جتنی رقم مختص کی گئی ہے اس کی بھی ہمیں یقین دہانی کروائی جائے تاکہ ہمارے حلقے میں بھی اور ہماری صوابدید پر یہ رقم خرچ کی جائے گی۔ شکریہ

جناب چیئرمین: اب میں ملک احمد سعید صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

ملک احمد سعید خان (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین!سب سے پہلے تو میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی صاحب کو،وزیر خزانہ پنجاب جناب حسنین بہادر دریشک صاحب کو اور ان کی پوری ٹیم کو جنہوں نے یہ شاندار اور عوام دوست بجٹ 08-2007 ہاؤس میں پیش کیا۔اس پر میں ان کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین! جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے۔بجٹ چاہے پنجاب کا ہو یا کسی کے گھر کا اس کی زندگی کے اندر ایک کلیدی کردار ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔اگر پچھلے ادوار کے ساتھ موجودہ دور حکومت کا موازنہ کیا جائے تو بلاشبہ پچھلے پانچ سال کے جو بجٹ بشمول یہ سال 08-2007 کا جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس میں ہر سال اضافہ کیا گیا اور عوام کو سہولیات فراہم کرنے کے لئے اور ان کے جو بنیادی مسائل ہیں ان کو حل کرنے کے لئے جو عملی کوششیں ہیں وہ ہمیں گراؤنڈ پر نظر آ رہی ہیں۔بجٹ کے حوالے سے جو ہمارے main محکمہ جات ہیں جیسا کہ صحت، تعلیم، امن و امان، بے روزگاری، تعمیر و ترقی اور زراعت کے حوالے سے چند ایک تجاویز جو ہیں وہ وزیر خزانہ صاحب کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ بلاشبہ اگر دیکھا جائے تو پنجاب کا جو بجٹ ہے وہ ایک ایسا بجٹ ہے جو اس سے پہلے تاریخ میں کبھی پیش نہیں کیا گیا۔Categorically چند ایک تجاویز ہیں۔سب سے پہلے ایجوکیشن سیکٹر کو اگر لیا جائے تو اس میں چودھری پرویزالٰہی صاحب کی مدبرانہ قیادت میں جو آج تک کام ہوئے ان میں سے missing facilities کے حوالے سے بے شمار سکولوں کے اندر چار دیواریاں ٹائلٹس، کلاس رومز اور دیگر سہولیات کی فراہمی جو ہے اس کو گراؤنڈ پر پچھلے چار سال کے دوران اور آئندہ جیسے آج کا بجٹ ہے اس میں بھی اس کے لئے پیسے رکھے گئے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ بچوں کو فری کتابیں فراہم کرنے کا جو پروگرام حکومت پنجاب کی طرف سے دیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ جو میٹرک تک فیس معاف کی گئی ہے وہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ قابل صد تحسین ہے لیکن اس میں بھی میری گزارش ہے کہ اگر ہم ایجوکیشن سیکٹر کے اندر تعلیم و تربیت کے حوالے سے کوئی ایسا پروگرام بنایا جائے کہ ہمارا جو سلیبس ہے اس میں فنی تعلیم کو اہمیت دیں اور شامل کریں۔اس سے آنے والے دنوں میں روزگار کے حوالے سے کافی پیشرفت ثابت ہو گی۔

جناب چیئرمین! ہیلتھ سیکٹر کو دیکھیں تو پچھلے ادوار کے اندر جو BHUs بنائے گئے تھے RHCs بنائے گئے تھے اور ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز اور تحصیل ہیڈکوارٹرز کی جو بلڈنگیں کھڑی کی گئیں وہ صرف بلڈنگز کی حد تک محدود ہو کر رہ گئیں ہیں لیکن موجودہ حکومت نے بلاشبہ یہ ان کو credit بھی جاتا ہے کہ وہاں پر ڈاکٹروں کی، نرسوں کی اور ادویات کی فراہمی کو یقینی بنا کر عوام کو صحت کی سہولت سے مستفید کیا اس کے لئے بھی میں مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ چودھری پرویزالہٰی صاحب کو اور وزیر خزانہ صاحب کو انہوں نے صحت کی مد میں جو پیسے رکھے ہیں اس سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہم امید کرتے ہیں کہ عوام کو صحت کی سہولیات بہم پہنچائی جائیں گی۔ اس سلسلے میں جناب والا! میری ایک چھوٹی سی گزارش ہے کیونکہ میرا تعلق ضلع قصور سے ہے تو ہمارا جو ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال ہے اس کے اندر کافی حد تک جو مسائل ہیں ان پر قابو پالیا گیا ہے لیکن ابھی اس کی حالت کو بہتر کرنے کے لئے کافی گنجائش ہے۔ اس کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے میں وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس ضمن میں خصوصی طور پر مہربانی فرمائی جائے۔

جناب چیئرمین! ایگریکلچر سیکٹر کی اگر بات کریں تو اس سیکٹر کے اندر بھی ابھی بے شمار کام کرنے کی ضرورت موجود ہے۔ دیکھا جائے تو ہمارے صوبہ پنجاب میں ایگریکلچر کو ریڑھ کی ہڈی کا درجہ حاصل ہے۔ اس مد میں، میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب کو مزید کوشش کرنی چاہئے کہ جو بیج ہیں اور جو highly profiled قسم کی اس وقت ہم import کر رہے ہیں کوشش کی جائے کہ جائے کہ یہیں پر ایسی لیبارٹری بنائی جائے جو ہمارے زمینداروں کو بہتر بیج بہم پہنچانے میں ہمارے لئے مددگار ثابت ہو۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ جو pesticides ہیں، زرعی ادویات ہیں ان کے حوالے سے میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ ان کے اوپر check and balance کا کوئی ایسا سلسلہ کار مرتب کیا جائے کہ جس سے جو زمینداروں کا نقصان ہو رہا ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔ جعلی ادویات فروخت کرنے والے جو ہمارے معاشرے میں ناسور بن چکے ہیں ان کے لئے یقینی طور پر سخت سزاؤں کا اجراء کیا جانا چاہئے اور ان کو کنٹرول کرنے کے لئے بھی عملی اقدامات کئے جائیں۔ اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ حکومت پنجاب کی طرف سے بجلی پر جو subsidy کا اعلان کیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ تیل اور کھاد کی قیمتوں کو بھی کنٹرول کرنے کے لئے اور ان کی قیمتوں میں کمی کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ وزیر خزانہ صاحب اس سلسلہ

میں عملی اقدامات بھی کریں گے۔

جناب والا! ہمارا نہری نظام دنیا کا بہترین نہری نظام ہے لیکن میں یہ کہوں گا کہ بد قسمتی سے وہ اس وقت عدم توجہی کا شکار ہے۔ اس کے لئے ہمارے پاس فنڈز بھی موجود ہیں لیکن اس کے مانیٹرنگ سسٹم کو بہتر کرنے سے اس سے بہتر رزلٹ حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی پالیسیوں کو بھی مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے پنجاب کے اندر کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دینے کے لئے ایک اہم اعلان کیا ہے اور ان غریب خاندانوں کے لئے جو غربت کی لائن سے نیچے کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ -/500 روپے سے ہم شاید وہ رزلٹ حاصل نہ کر سکیں جن کی توقع کی جارہی ہے لیکن کم از کم کسی حکومت نے اگر عملی اقدام کیا ہے تو ہمیں اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے اس لئے اس پر بھی میں انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین! یہ وہ چند گزارشات تھیں اور جو تجاویز میرے ذہن میں تھیں وہ میں نے وزیر خزانہ صاحب کے گوش گزار کی ہیں اور میں ان سے یہ امید کروں گا کہ وہ ان کو مد نظر رکھتے ہوئے موجودہ بجٹ کے اندر جو رقوم مختص کی گئی ہیں۔ ان کے پیش نظر ان تجاویز کو زیر غور رکھیں گے اور ان کے لئے کوئی عملی اقدامات بھی فرمائیں گے۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: سید نذر محمود شاہ صاحب!

سید نذر محمود شاہ: نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین! گو کہ بجٹ پر بحث کے آخری لمحات ہیں بہر حال میں سب سے پہلے جناب حسنین بہادر دریشک اور قائد پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو مبارکباد پیش کرنا چاہوں گا کہ جن کی قیادت کے اندر آج پنجاب ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ اگر ہم اس بجٹ دستاویز کا بغور جائزہ لیں تو یہ محسوس ہو گا کہ یہ ترقی کے سفر کا وہ تسلسل ہے جو کہ اس موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آ کر شروع کیا اور آج ماشاء اللہ یہ پانچواں بجٹ پیش کر کے ہم اور ہماری حکومت سرخرو ہوئی۔ جب ہماری حکومت نے عنان اقتدار سنبھالی تو پہلے بجٹ سے لے کر اس بجٹ تک وہ بنیادی مسائل کہ جن سے ہمارے صوبے کے عوام دو چار تھے ان مسائل کو address کیا گیا اور ان کے حل کے لئے کوششوں کا آغاز کیا گیا۔ ان میں development of infrastructure، تعلیم، صحت، زراعت، لاء اینڈ آرڈر اور ان جیسے دیگر مسائل جنہیں address کیا جانا نہایت مناسب تھا اور بہت

پہلے ہو جانا چاہئے تھا یا کسی وجہ سے وہ اہداف حاصل نہیں کئے جا سکے تھے جو کہ ہونے چاہئیں تھے انہیں بنیاد بنا کر کام کا آغاز کیا گیا اور آج الحمد اللہ ہماری حکومت اس بات پر مبارکباد کی مستحق ہے کہ پنجاب کا ترقیاتی بجٹ 13۔ارب روپے سے بڑھ کر آج 150۔ارب روپے تک ہو چکا ہے اور لاکھ باتیں ہوں لیکن آج پورے پنجاب کے عوام یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس دور کے اندر جو فقید المثال ترقی ہوئی ہے وہ پنجاب اور پاکستان کی تاریخ کے اندر پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ جس حلقے یا جس ضلع کے اندر چلے جائیں آپ کو ایک development activity نظر آئے گی۔ کہیں پر سڑکیں بن رہی ہوں گی، کہیں پر ہسپتالوں کی buildings renovate ہو رہی ہوں گی، کہیں پر سکول بن رہے ہوں گے اور کہیں پر Water Supply and sanitation کی سکیمیں بن رہی ہوں۔ یہ انسانی زندگی کی وہ بنیادی ضروریات تھیں کہ آج دنیا کو چاند کے اوپر پہنچے ہوئے 50 سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے آج بھی ہمارے پنجاب کے دیہاتوں کے عوام ان سہولتوں سے محروم تھے۔ یہ وہ سہولتیں ہیں جو ان لوگوں کا بنیادی حق تھیں اور میں اس بات پر موجودہ حکومت پنجاب اور وزیراعلیٰ پنجاب کو مبارکباد کا مستحق سمجھتا ہوں کہ انہوں نے کم از کم اس ترقی کے سفر کا آغاز کیا۔ گو یہ بات بھی کہی جاتی ہو گی کہ ابھی تک وہ مسائل حل نہیں ہوئے۔ ہاں، وہ مسائل حل نہیں ہو سکتے ان کو حل کرنے کے لئے ابھی بہت سی محنت، ابھی بہت سے وسائل، ابھی بہت سی ایسی چیزیں اور بہت سا وقت درکار ہے کہ 60 سال سے جو مسائل جمع ہوئے ہوئے تھے انہیں حل کرنے کے لئے بہت کچھ چاہئے لیکن ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ کم از کم اس ترقی کے سفر اور اس ترقی کے عمل کا ہم نے آغاز ضرور کر دیا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ اس پنجاب کے عوام کی ترقی کی منزل پر پہنچ کر ختم ہو گا۔

جناب چیئرمین! جہاں پر سڑکیں بنتی ہیں اس علاقے کے اندر ترقی کا عمل جاری و ساری ہو جاتا ہے۔ بے روزگاری میں فرق پڑتا ہے۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت 15 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

سید نذر محمود شاہ: جناب چیئرمین! بے روزگاری میں فرق پڑتا ہے اور اس سے متعلقہ جتنے بھی شعبہ جات ہیں ان کے اندر عوام کو relief محسوس ہوتا ہے۔ اسی طریقے سے اگر ہم تعلیم کا ذکر کریں تو تعلیم جو کہ کسی بھی ملک اور معاشرے کی ترقی کے لئے بنیادی ضرورت ہے۔ اس حکومت نے اقتدار میں آکر سب سے پہلے جو بہترین کام شروع کیا وہ تعلیمی اداروں کی بحالی کا کام تھا۔ ESR

Programmeکاآغاز تھا کہ جن کے ذریعے پنجاب کے اندر ان تعلیمی اداروں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کوششوں اور کاوشوں کاآغاز کیا گیا۔ گو کہ اس کے اوپر بہت زیادہ اعتراضات بھی اٹھائے گئے۔ پڑھا لکھا پنجاب کے نعرے کو مختلف طریقوں سےcriticizeبھی کیا گیا لیکن ہم تمام لوگ گواہ ہیں کہ ہمارے حلقوں کے اندر وہ ادارے اور وہ سکول کہ جن کے اندر ہمارے پنجاب کے غریب عوام کے بچے پڑھتے تھے وہ آج تک ان بنیادی سہولتوں سے محروم تھے۔ جس سکول کے اندر بچے کو بیٹھنے کے لئے جگہ میسر نہیں ہے، گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے اسے چھت میسر نہیں ہے، جس سکول کے استاد کو بیٹھنے کے لئے کرسی دستیاب نہیں ہے، جس سکول کے اندر پینے کا پانی دستیاب نہیں ہے، جس سکول کی چاردیواری موجود نہیں ہے وہاں پر ہم یہ کیسےexpect کریں کہ جہاں پر ہمارے بچوں کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے وہ وہاں پر پڑھ کر آج کی اس جدید ترقی اور جدید سکولوں کے طلباء کا مقابلہ کریں گے تو کم از کم اس حکومت نے اس پروگرام کے ذریعے ان سہولتوں کو مکمل کر کے ان کی تکمیل کے لئے ایک سفر کا جو آغاز کیا اس سے یہ ضرور ممکن ہوا کہ آج ہمارے وہ ادارے ایک ادارے کی شکل پیش کر رہے ہیں جو کہ کبھی مویشیوں کی چراگاہیں تھیں، جو کہ کبھی اجناس کے سٹور تھے آج اگر ہم وہاں جا کر دیکھیں تو کم از کم محسوس یہ ہوگا کہ یہ واقعی ادارے ہیں کیونکہ وہاں پر ہم نے سہولتیں فراہم کیں۔

جناب چیئرمین! اسی طریقے سے مثالیں پیش کی جاتی تھیں کہ مغربی ممالک کے اندر تعلیم مفت ہے، صحت مفت ہے یا وہاں پر یہ سہولتیں دی جارہی ہیں۔ ہمارے ناکافی وسائل کی وجہ سے گو کہ میں ان پر پچھلی حکومتوں کو بھی مورد الزام نہیں ٹھہراتا لیکن اس حکومت کو مبارکباد ضرور پیش کروں گا کہ انہوں نے ان وسائل کو اکٹھا کیا اور کوشش کی جس کے ذریعے یہ ممکن ہوا کہ پہلی جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک سب سے پہلے فیسیں معاف کی گئیں، پھر دسویں جماعت تک کتب کی مفت فراہمی کا فیصلہ کیا گیا۔

جناب چیئرمین! ایک غریب کا بچہ جب پہلی جماعت سے دوسری جماعت میں جاتا ہے تو سب سے پہلے جو فکر دامن گیر ہوتی ہے وہ اس کی درسی کتب کی فراہمی، اس کی یونیفارم، اس کے پہننے کا جوتا، اس کا بستہ تو کم از کم ہماری اس حکومت کو یہcreditضرور جاتا ہے کہ انہوں نے غریب کو اس ایک فکر سے آزاد کیا اور کم از کم اس کو درسی کتب مفت ملنی شروع ہو گئیں۔ اسی طریقے سے فیسیں معاف کی گئیں، بچیوں کے لئے خصوصاًSouthern Punjab کے اندر،

پسماندہ اضلاع کے اندر کہ جہاں پر بچیوں کا drop out rate بہت زیادہ تھا اس کو کم کرنے کے لئے ماہانہ وظائف کا اجراء کیا گیا جس سے یہ ممکن ہوا کہ وہاں پر ان بچیوں کو بھی زیور تعلیم سے آراستہ ہونے کا موقع ملا۔

جناب چیئرمین! صحت کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ صحت کے لئے اس شعبے کے اندر بھی ترقی کے بے پناہ اقدامات کئے گئے۔ موجودہ Health Sector Reforms Programme کے ذریعے یہ ممکن ہوا کہ ہمارے BHUs & RHCs جو کہ برسوں سے اجڑے ہوئے تھے ان کے اندر بھی آج کچھ رونق نذر آ رہی ہے۔ ہم ہمیشہ اس بات کا گلہ کرتے رہے کہ ہمارے BHU & RHC کے اندر ڈاکٹر حضرات نہیں جاتے۔ آج حالت یہ ہو گئی ہے کہ ہمارے DHQs خالی پڑے ہیں اور وہاں جانے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔ گورنمنٹ کے یہ ایسے اقدامات تھے کہ جن کے ذریعے حکومت نے یہ محسوس کیا کہ پنجاب کی 70 فیصد آبادی جو کہ دیہات کے اوپر مشتمل ہے جو عطائی اور ہومیوپیتھک ڈاکٹروں اور ایسے لوگ جن کے بنیادی کورسز نہیں ہیں وہ کریانہ سٹوروں کے اوپر بیٹھ کر ڈسپرین اور نیولجین بیچ رہے ہیں ان سے بچانے کے لئے ایک package کا اعلان کیا گیا اور حالت یہ ہے کہ ماشاء اللہ ہمارے اضلاع کے اندر BHU تقریباً بحال ہو چکے ہیں۔ پچھلے دنوں بہاولپور کی ایک رپورٹ سامنے آئی وہاں پر BHU 72 تھے جن میں 100 فیصد ڈاکٹرز تعینات ہو چکے تھے اور اب DHQ خالی ہوتے جا رہے ہیں اور لوگ BHU کے اندر جا کر کام کرنے کو prefer کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! زراعت کے حوالے سے سب سے پہلے ہماری حکومت نے زرعی ٹیکس کی معافی کا اعلان کیا۔ جس کے ذریعے سب سے پہلے یہ شور و غوغا اٹھا کہ یہ شاید زمینداروں اور جاگیرداروں کو relief دینے کے لئے اس کا فیصلہ کیا گیا ہے لیکن آپ نے بھی statistics دیکھے ہوں گے کہ اس سے اس پنجاب کے 97 فیصد غریب کاشتکاروں کو فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ پھر سب سے پہلے پنجاب بنک اور پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک نے اپنے شرح سود کے اندر کمی کی اور یہ ایک ایسا قدم تھا جو کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ اٹھایا گیا۔ ہر دور میں ہر سال شرح سود کے اندر اضافے ضرور کئے جاتے رہے لیکن کبھی کمی کا نہ سوچا گیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ credit بھی اس حکومت کو جاتا ہے اور پنجاب حکومت کو جاتا ہے کہ انہوں نے اس ایک نئے اور انوکھے عمل کا آغاز کیا کہ بعد میں وفاقی حکومت کو بھی اس کی تقلید کرنی پڑی اور ان کے بنکوں کو بھی اس کی شرح

سود کم کرنی پڑی۔

جناب چیئرمین! اسی طریقے سے کھالہ جات کی تکمیل ہوئی۔ Lazer Levellers سبسڈی ریٹ پر مہیا کئے گئے اور اب یونین کونسل سطح پر ایک Lazer Levellers مہیا کیا جا رہا ہے۔ اسی طریقے سے میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کی سب سے بہترین اور سب سے خوبصورت بات ٹیوب ویلوں کے بلوں کے ریٹ میں 25 فیصد سبسڈی ہے میں سمجھتا ہوں کہ غریب کاشتکار جو کہ پہلے مسائل کے انبار کے نیچے دبا ہوا ہے اس کی survival کے لئے یہ ایک بہت اچھا فیصلہ ہے۔ جس میں ہماری پنجاب حکومت بھی وفاقی حکومت کے برابر شیئر ڈال کر سبسڈی دے رہی ہے اس سے ہمارے صوبے کی زراعت انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ترقی کرے گی لیکن وہاں پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہماری جو بیج تیار کرنے والی لیبارٹریز کو زیادہ متحرک کیا جائے سیڈ کارپوریشن کو زیادہ متحرک کیا جائے۔ اس وقت جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسمبلیاں اور پارلیمانی ادارے قائم ہی اس لئے ہوئے ہیں کہ عوام کے معاملات کو صحیح طریقے سے حل کیا جا سکے۔ جب سے مجسٹریسی نظام ختم ہوا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ زراعت کے حوالے سے نقصان ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے ملاوٹ کرنے والے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر چیک اینڈ بیلنس ختم ہو چکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس چیک اینڈ بیلنس کو بحال کرنے کے لئے اور اس پر تھوڑا سا اثر ڈالنے کے لئے مناسب قانون میں ترامیم کرنی چاہئیں تاکہ جو سہولت اور سبسڈی حکومت دے رہی ہے وہ غریب کاشتکار تک ضرور پہنچے۔

جناب چیئرمین! لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں میرے کئی بھائیوں نے یہ بات کہی کہ پولیس اسٹیٹ بنانے کے لئے پولیس کو اتنے زیادہ فنڈز دیئے جا رہے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کے اس دور کے اندر جبکہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال نہایت ابتر ہے اور ہماری آبادی بہت بڑھ چکی ہے کرائم پہلے جو کبھی مویشی چوری اور گھروں کے اندر چوری تک محدود تھا آج وہ روڈ ڈکیتی اور جدید انداز کے اندر ڈکیتیاں ہو رہی ہیں ان کو counter کرنے کے لئے اور قابو کرنے کے لئے ایسے اقدامات کی سخت ضرورت تھی کہ جن اقدامات کے لئے ہماری حکومت نے take up کیا۔ پنجاب کے اندر پٹرولنگ پوسٹوں کا قیام میرے خیال میں نہایت مستحسن فیصلہ تھا کہ جس کی وجہ سے یہ ممکن ہوا کہ آج ہمارے پنجاب کے اندر جو ڈکیتیاں اور وارداتیں بڑھ رہی تھیں ان کو ماشاء اللہ کنٹرول کیا جا سکا ہے۔ اس سیکٹر میں جو فنڈز مختص کئے گئے تھے ان کے نتائج بھی سامنے آنا شروع ہو

گئے ہیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ یہ نتائج ضرور سامنے آئیں گے۔

جناب چیئر مین! آخر میں، میں وزیر اعلیٰ پنجاب، وزیر خزانہ کو اور ان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کروں گا کہ انھوں نے اپنی پچھلی روایت کو مد نظر رکھتے ہوئے انھوں نے اس دفعہ بھی ایک نہایت متوازن اور اچھا بجٹ پیش کیا ہے۔ میری دعا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب کے عوام اسی طریقے سے ترقی کی منازل طے کرتے رہیں گے۔ بہت شکریہ

جناب چیئر مین: شکریہ۔ جناب غلام مرتضیٰ صاحب!

جناب غلام مرتضیٰ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے اپنے اختیارات کو خوب استعمال کیا ہے کہ میں نے بڑی دیر سے چٹ بھیجی تھی اس کو آپ آخر پر لے گئے لیکن پھر بھی میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے موقع دے دیا اگر وہ بھی نہ دیتے تو شاید میں پھر بھی بے بس ہی رہتا۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے میں محترم وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پچھلے تین دن سے جو تقاریر ہو رہی ہیں ان میں حکومتی بنچوں سے ہر شخص نے مبارکباد دی ہے اور اپوزیشن کی طرف سے اعتراضات آئے ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کو صوبے کی پوری عوام تسلیم کرتی ہے اور خاص طور پر دو سیکٹر ایسے ہیں کہ جن کو روز اول سے نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ اگر تعلیم اور صحت کے شعبوں میں جا کر دیکھیں تو اس میں کوئی شک نہیں ہے اور میں ان figures میں نہیں جانا چاہتا جو پچھلے تین دن سے repetition ہو رہی ہے بار بار اس کو دہرانا بہتر نہیں ہے وہ on record بھی ہے اور ہر شخص نے اس کا ذکر کیا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ جو اپنے بچوں کی فیسیں ادا نہیں کر سکتے تھے اور اس وجہ سے ان کے بچے پڑھ نہیں سکتے تھے۔ ان بچوں کی ماؤں کو، والدین کو میں نے دعائیں دیتے دیکھا ہے۔ اسی طرح سے جن لوگوں کو صحت کی سہولتیں بالکل میسر نہیں تھیں یا وہ afford نہیں کر سکتے تھے ان کے لئے مفت ادویات کی فراہمی ان لوگوں پر احسان نہیں ہے یہ ان کا حق تھا جو کہ ان کو ملا ہے لیکن بڑی مدت کے بعد ملا ہے بہر حال ملا ہے تو اس کے لئے وہ چیف منسٹر صاحب کے لئے دعا گو ہیں اور میں بھی دعا گو ہوں کہ ان کی سربراہی میں ان کی قیادت میں یہ سارے اقدامات کئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح سے سپیشل ایجوکیشن سنٹر کو میں نے خود جا کر دیکھا ہے۔ میرا ایک چھوٹی سی تحصیل ہارون آباد سے تعلق ہے میں حیران ہوا کہ جس دن میں نے اس کے سپیشل

ایجوکیشن سنٹر کا دورہ کیا اور مجھے دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ان بچوں کے A to Z اخراجات ان کو گھر سے لے کر آنا اور گھر تک چھوڑ کے آنا، ان کی ادویات، ان کی کتابیں، ان کے لئے دودھ کے ڈبے تک وہاں فراہم کئے گئے ہیں یہ بھی کوئی معمولی اقدام نہیں ہے۔اس میں واقعی اس گورنمنٹ کو کریڈٹ جاتا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، آپ فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! حکومت کی دلچسپی کا یہ حال ہے کہ دو بندے ان کے بیٹھے ہوئے ہیں۔

وزیر سیاحت: جناب سپیکر! اپوزیشن کی دلچسپی کا بھی یہ حال ہے کہ یہ دو بندے بیٹھے ہوئے ہیں ہم تو پھر بھی ان سے زیادہ ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ ہماری ratio بھی نکال لیں اور ان کی بھی ratio نکال لیں۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ کہ آپ نے نوٹ کیا ہے۔ مہربانی۔ شاہ صاحب یہاں پر جو بھی بات کی جاتی ہے وہ ریکارڈ ہوتی ہے اور وہ تاریخ کا حصہ بن جاتی ہے اس لئے جتنے زیادہ سے زیادہ ممبران اظہار خیال کریں گے تو اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ضروری نہیں ہے کہ زیادہ لوگ بیٹھ کر سنیں۔ یہ بعد کی نسلیں بھی دیکھیں گی کہ ہمارے ممبران نے اس میں حصہ لیا اور انھوں نے بجٹ پر بحث کی تھی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! آنے والی نسلوں نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ انھوں نے خرچ کیا کیا ہے۔ ایک بندے نے بات کرنی ہے اور ایک نے سننی ہے دو بندوں کی بات ہے اور تیسرے کا یہاں پر کوئی کام ہے اور نہ کوئی ہاؤس میں موجود ہے اور خرچ اتنا ہو رہا ہے کہ اے سی چل رہے ہیں اور یہ سارے آفیشلز بیٹھے ہیں۔ ان بے چاروں نے صبح پھر یہاں آنا ہے۔

وزیر سیاحت: جناب چیئرمین! راجہ بشارت صاحب کا انتظار کر رہے ہیں۔ انھیں ہاؤس میں بیٹھنے کی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جیسے ہی راجہ بشارت صاحب آ جائیں گے یہ ادھر چلے جائیں گے۔ یہ فنڈز لینے کے لئے ان کا انتظار کر رہے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: میں فنڈز لینے کے لئے نہیں بیٹھا۔ ہمارا کوئی اور مسئلہ ہے اگر چار سال نہیں ملے تو مجھے ان پانچ چھ مہینوں کا بھی کوئی فکر نہیں ہے۔ میرا کوئی اور اپنے علاقے کا مسئلہ ہے جو میں نے اس دن عرض کیا تھا۔ یہ موجود ہوتے نہیں ہیں۔ یہ ہاؤس میں موجود ہوتے ہوئے بھی غیر حاضر ہوتے ہیں اس لئے ان کو پتا نہیں کہ میں کس لئے بیٹھا ہوں۔ انھیں وجہ تو صحیح پتا ہونی چاہئے۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ جناب غلام مرتضیٰ صاحب!

جناب غلام مرتضیٰ: محترم ممبر نے کہا ہے کہ مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ فکر ہونی چاہئے جن لوگوں نے منتخب کیا ہے ان کی توقعات آپ سے وابسطہ ہیں یہ آپ کا حق بنتا ہے۔ اگر گورنمنٹ آپ کو فنڈ دیتی ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کا کسی پر احسان ہے یہ لوگوں کی امانت ہے اور لوگوں تک یہ پہنچانا ہم لوگوں کا فرض ہے جب ہم بات نہیں کریں گے تو ظاہر بات ہے ہم اس فرض کو ادا نہیں کر پائیں گے۔

جناب چیئر مین! میں اپنی بات کو مختصر کرتا ہوں اگر آپ کو یہ ناگوار گزرتی ہے اور میں یہ چاہتا بھی نہیں کہ میں دوبارہ انھی باتوں کو repeat کروں کہ شاید جن سے تنگ آکر سارے اٹھ کر چلے گئے ہیں کہ بار بار ایک ہی mono tone چلتی گئی ہے۔ میں چاہوں گا کہ یہ پانچ لوگ نہ جائیں۔ میں اپنی بات انتہائی مختصر کرتے ہوئے یہ گزارش کروں گا کہ اس گورنمنٹ کی ترجیحات میں صاف پانی کی فراہمی اولین ترجیحات میں شامل ہے لیکن میں پہلے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے جیسے علاقوں جن کو ہمیشہ نظر انداز کیا گیا ہے، ان دور دراز علاقوں کو نظر انداز کیا گیا تھا مگر اس دور میں واقعی جتنی ترقی ہوئی ہے ہم اس پر خوش ہیں لیکن جب موازنہ کیا جاتا ہے تو پھر واقعی تھوڑا دکھ اس بات پر ہوتا ہے کہ فنڈز کی تقسیم میں کمیاں نظر آتی ہیں۔۔۔

جناب چیئر مین: اجلاس کا وقت مزید دس منٹ تک بڑھایا جاتا ہے۔

جناب غلام مرتضیٰ: جناب والا! میں اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ میں پچھلے تین سالوں سے ایک گزارش کرتا چلا آرہا ہوں اور ہر سال میرے اس منصوبے کو اگلے سال تک کے لئے مؤخر اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ منصوبہ بڑا ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرانگی ہو گی کہ اربوں روپے کے اس بجٹ کو

جب میں دیکھتا ہوں اور اپنی اس واٹر سپلائی کی سکیم کے لئے جس کے لئے میں پچھلے تین سال سے کوشش کر رہا ہوں کہ بیس ہزار لوگوں پر مشتمل ایک آبادی ہے۔ میرے اس حلقے کی آبادی کا نام بھی فقیر والی ہے، جناب اتنا مسکین نام دیکھ کر تو ویسے ہی ترس آ جانا چاہئے کہ بیس ہزار لوگ اس طرح کا پانی پینے پر مجبور ہیں کہ آپ یقین کریں کہ اس پانی میں شائد آپ ہاتھ دھونا بھی پسند نہ کریں۔ اگر کوئی دھو بھی لے تو اس کو لازمی بات ہے کہ کوئی نہ کوئی جلدی بیماری لاحق ہو جائے۔ اس کو ہر سال کیوں مؤخر کیا جاتا ہے۔ اس سکیم کا 8.5 کروڑ روپے کا تخمینہ ہے جو کہ یہ بہت بڑی رقم ہے۔

جناب چیئرمین! جب اربوں اور کھربوں روپے کے بجٹ کو میں دیکھتا ہوں تو پھر مجھے دکھ ہوتا ہے کہ ان اربوں اور کھربوں میں ہارون آباد کی اس بیس ہزار افراد کی آبادی کے لئے کیا اتنا حصہ بھی میسر نہیں ہے کہ جو پینے کے صاف پانی کے لئے بھی میسر نہ آنے پر پیٹ کی بیماریوں اور بے شمار مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس پر مجھے شعر یاد آتا ہے کہ:

ہم نے دیکھا ہے بہار میں چمن کو جلتے
ہے کوئی خواب کی تعبیر بتانے والا

اتنے بڑے خزانے میں سے آٹھ ساڑھے آٹھ کروڑ کی سکیم کو ہم مکمل نہ کر سکیں۔

جناب چیئرمین! اس کے بعد تعلیم کے بجٹ میں ہر سال اضافہ کیا جاتا ہے، میری یہ تجویز ہے کہ پنجاب میں تقریباً دس ہزار ایسے ٹیچرز ہیں جن کو ہم معلمین کہتے ہیں جو مسجد مکتب سکولوں میں پڑھاتے ہیں جو دین کی تعلیم بھی دیتے ہیں اور دنیاوی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ان ٹیچرز کی تنخواہ صرف -/250 روپے ماہانہ رکھی گئی ہے۔ ہم تو یہ رونا رو رہے ہیں کہ -/4600 روپے میں ایک شخص کا کوئی بجٹ بنا کر دکھا دے، وہ تو دور کی بات ہے لیکن -/250 روپے میں کون ایسا شخص ہے جو اس کا پورے مہینے کا بجٹ بنا کر دکھا دے۔ پھر ہم ان اساتذہ سے یہ توقع رکھیں کہ یہ ہمارے بچوں کو پڑھا کر ایک قابل شہری بنا دیں گے۔ یہ خواب اس طرح سے کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو گا جب تک ان چھوٹی چھوٹی کمیوں کو دور نہیں کیا جاتا۔ میری اس ایوان سے، چیف منسٹر صاحب اور منسٹر فنانس سے یہ گزارش ہے کہ ان لوگوں کی تنخواہ کو کم از کم اتنا ضرور کیا جائے کہ یہ اپنے مہینے کے اخراجات کو پورا کر سکیں۔

جناب والا! جس علاقے سے میرا تعلق ہے وہاں 80 فیصد سے زیادہ لوگوں کا انحصار زراعت پر ہے۔ وہاں اگر آپ revenue collection دیکھیں جو ٹیکسز کی صورت میں کی جاتی

ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ اس علاقے کو authorize کر دیں کہ ہم اپنے ٹیکسز اپنی بہتری پر خرچ کر لیں تو ہم گورنمنٹ سے ایک روپیہ مانگنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں لیکن تکلیف یہ ہے کہ اربوں روپے کا ٹیکس وہاں سے وصول کرنے کے بعد کروڑوں کی رقم بھی وہاں نہیں دی جاتی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس گورنمنٹ کے منصوبہ جات بہت اچھے ہیں لیکن جب implementation میں خرابی ہو گی تو پھر یہ سارے بجٹ کی دستاویزات اور منصوبہ جات کے سارے ثمرات عوام تک بہتر طریقے سے نہیں پہنچ پائیں گے۔

اس بجٹ میں آپ نے زراعت کے لئے بھی پیسے رکھے ہیں لیکن جب میں جا کر اپنے حلقے کے لوگوں کو بتاؤں گا کہ زراعت کے لئے اتنے ارب کا بجٹ رکھا گیا ہے تو وہ میری بات سننے کو تیار نہیں ہوں گے کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے ہی وہ علاقہ Brackish underground water ہے اور اس کے لئے جو water allocation فی ہزار ایکڑ سے 3.6 کے فارمولے پر رکھی گئی ہے وہ پاکستان کے تمام علاقوں سے کم ہے حالانکہ جس علاقے کا زیر زمین پانی کڑوا ہو اس علاقے کا تو نہری پانی کا کوٹا زیادہ ہونا چاہئے۔ یہ عجیب قانون ہے کہ جہاں کا پانی کڑوا ہے ان کو نہری پانی اپنے حصے سے بھی کم دیا جاتا ہے۔ اب یہ ہوا ہے کہ جتنا پانی میسر تھا جس میں رو دھو کر وہ لوگ گزارا کر رہے تھے، پچھلے دنوں ایک ری ماڈلنگ کے نام سے ایک پراجیکٹ شروع ہوا اور اس میں کیا یہ گیا ہے کہ پانی کے جو outlets تھے ان کو اتنا زیادہ تنگ کر دیا گیا ہے کہ پچیس ایکڑ کا زمیندار صرف دو ایکڑ سیراب کر سکتا ہے، 23 ایکڑ اس کے بنجر پڑے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ ایک مربع کا مالک جو خود کو کبھی زمیندار کہلواتا تھا جب دو ایکڑ کی اس کے پاس آمدنی آئے گی تو لازمی بات ہے کہ وہ زمینداراچھوڑ کر کہیں مزدوری کرنے کے لئے چلا جائے گا اور یہ حقیقت ہے کہ فورٹ عباس کے چوبیس گاؤں اس وجہ سے خالی ہو چکے ہیں کیونکہ وہ اب شہروں میں جا کر مزدوریاں کر رہے ہیں جو کبھی خود کو زمیندار کہلواتے تھے۔ اس حوالے سے میری یہ گزارش ہے کہ اس ری ماڈلنگ کا جو عذاب ان لوگوں پر نازل کیا گیا ہے اس کو rectify کیا جائے۔ یقیناً اس میں پنجاب کے لوگوں کی بہتری رکھی گئی تھی لیکن ڈسٹرکٹ میں جو ایکسیئن یا S.E بیٹھتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کو زیادہ سے زیادہ تنگ کیا جائے اور یہ شرمناک بات ہے اور ہر ممبر اس بات کو جانتا ہے کہ محکمہ نہر کے افسران کو رشوت دینے کے لئے مسجدوں میں اعلان کروایا جاتا ہے کہ آؤ لوگو! پیسے اکٹھے کرو، موگہ جات کا سائز ٹھیک کروانا ہے، ان سے پانی لینا ہے اس لئے پیسے اکٹھے کر کے اریگیشن کے افسران

کو دیئے جائیں۔

جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ وہ لوگ اب اس قابل نہیں رہے، ان کے پاس اب اتنے پیسے نہیں رہے کہ ان افسران کو دیئے جائیں۔ ان موگوں کا سائزنگ کرنے کا مقصد صرف یہی ہے کہ دوبارہ سے پھر پیسے لے کر آؤ۔ میں کہوں گا کہ اتنے بڑے بجٹ میں اس رشوت کی رقم کو allocate کیا جائے اور پنجاب گورنمنٹ کسانوں کے behalf پر ان افسران کو دے دے ورنہ وہ افسران ان لوگوں کو ریلیف دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین! پچھلے دنوں مجھے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا بیان پڑھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ صوبہ پنجاب کا نام کرپشن میں سب سے اوپر ہے اور صوبہ سرحد میں سب سے کم کرپشن ہے۔ میں نے پارلیمانی میٹنگ میں اس بات کا اشارہ دیا تھا اور میں ذاتی طور پر اس تجربے سے گزرا ہوں کہ پنجاب سے جتنی گاڑیاں چوری ہوتی ہیں، صوبہ سرحد کے گراجوں میں جاکر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ دس لاکھ کی گاڑی یہاں سے چوری ہوتی ہے اور صوبہ سرحد کے کسی علاقے کبھی بنوں میں، کبھی پشاور میں جو گراج بنے ہوئے ہیں وہاں کھڑی ہو جاتی ہے۔ آپ وہاں جاکر خرید سکتے ہیں یعنی اپنی ہی گاڑی آپ وہاں جاکر دو تین یا چار لاکھ میں خریدیں کیونکہ میں اس تجربے سے ذاتی طور پر گزرا ہوں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ غلام مرتضیٰ صاحب بڑی اچھی گفتگو کر رہے ہیں اور مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ میں صرف ان کے knowledge کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو گاڑیاں چوری ہوتی ہیں وہ صوبہ سرحد میں نہیں جاتیں بلکہ جو tribal ایریاز ہیں جو مرکز کے زیر انتظام ہے وہاں یہ گاڑیاں جاتی ہیں۔

جناب غلام مرتضیٰ: یہ مجھے بتائیں کہ بنوں کس صوبے کا شہر ہے؟ بنوں سے میری اپنی دس لاکھ کی گاڑی چوری ہوئی ہے اور میں نے خود جاکر اپنی ہی گاڑی تین لاکھ میں خریدی ہے۔ یہ ایک مثال نہیں ہے میں آپ کو اس ایوان کے اندر اور بھی بے شمار مثالیں دے سکتا ہوں۔ حاجی طاہر مرحوم جو فوت ہو چکے ہیں ان کی گاڑی کا یہی قصہ ہے۔ مجھے تو بتاتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ہم ممبران ہونے کے باوجود بھی محفوظ نہیں ہیں اور دوسرے لوگ تو بے چارے اپنی بات کسی کو سنا بھی نہیں

سکتے۔ میں کہوں گا کہ وہاں کے حالات کو بھی بہتر کیا جائے اور اس بات کو میں نے وزیر اعلیٰ صاحب کے بھی گوش گزار کیا تھا کہ یہ شرمناک بات ہے، ہم محنت کرتے ہیں اور اپنی ہی گاڑیاں خریدنے کے بعد صوبہ سرحد میں جا کر ان پٹھانوں سے دوبارہ سے پھر خرید کر لاتے ہیں تو یہ معاملہ بھی لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال میں جاتا ہے لہذا اس کو بھی بہتر کیا جائے۔ میرے حلقے کے اپنے مسائل اپنی جگہ ہیں لیکن مجموعی طور پر بے شمار فیلڈز میں بہتری بھی آئی ہے، ہمارا تحصیل ہیڈ کوارٹر بن رہا ہے سکولوں میں بھی اضافہ ہوا ہے لیکن جن کمیوں کا میں نے ذکر کیا ہے میں چیف منسٹر صاحب اور وزیر خزانہ سے بھی امید کرتا ہوں کہ وہ ان کمیوں کو بھی دور کریں گے تاکہ ہم ان کے لئے دعا گو رہیں۔ بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: اب اجلاس کل بروز بدھ مورخہ 20۔ جون 2007 صبح دس بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ کل سالانہ بجٹ پر عام بحث کا آخری دن ہے۔